جدید وقدیم تفاسیر اور دیگر علومِ اسلامیہ پر مشتمل
ذخیرہ کتب کی روشنی میں قرآن مجید کی آیات کے مطالب و معانی اور ان سے حاصل ہونے والے
درس و مسائل کا موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق انتہائی سہل بیان، نیز مسلمانوں کے عقائد، دینِ اسلام
کے اوصاف و خصوصیات، اہلسنت کے نظریات و معمولات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، باطنی امراض اور
معاشرتی برائیوں سے متعلق قرآن وحدیث، اقوالِ صحابہ و تابعین اور دیگر بزرگانِ دین کے ارشادات کی روشنی میں ایک جامع تفسیر
مع دو ترجموں کے

کَنزُ الاِیمان فی ترجمۃِ القُرآن

از: اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

اور

کَنزُ العِرفان فی ترجمۃِ القُرآن

مع

صِراطُ الجِنان فی تفسیرِ القُرآن

از شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی

ناشر
مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

نام کتاب	:	صِراطُ الجِنان فی تفسیرِ القراٰن (جلد دوم)
مصنف	:	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی
پہلی بار	:	محرم الحرام ۱۴۳۵ھ، نومبر 2013ء
تعداد	:	12000 (بارہ ہزار)
ناشر	:	مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

شہر	پتہ	فون
کراچی	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی	021-34250168
لاھور	داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ	042-37311679
سردار آباد (فیصل آباد)	امین پور بازار	041-2632625
کشمیر	چوک شہیداں، میرپور	058274-37212
حیدر آباد	فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن	022-2620122
ملتان	نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ	061-4511192
اوکاڑہ	کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال	044-2550767
راولپنڈی	فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ	051-5553765
خان پور	دُرانی چوک، نہر کنارہ	068-5571686
نواب شاہ	چکرا بازار، نزد MCB	024-4362145
سکھر	فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ	071-5619195
گوجرانوالہ	فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ	055-4225653
پشاور	فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور اسٹریٹ، صدر	

E.mail: ilmia@dawateislami.net
www.dawateislami.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر ”صراط الجنان فی تفسیر القرآن“ کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ : ”نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِه“ مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ٦/١٨٥ حدیث: ٥٩٤٢)

دو مَدَنی پھول

- بغیر اچھی نیت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
- جتنی اچھی نیتیں زیادہ، اُتنا ثواب بھی زیادہ۔

(1) ہر بار تَعَوُّذ و (2) تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (4) باوضو اور (5) قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔ (6) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرونگا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے حَقّہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ”اپنی رائے سے تفسیر کرنے“ کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔ (10) اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعقیدگی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الٰہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اپنی محبت و عقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ”اللّٰہ“ کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور (15) جہاں جہاں ”سرکار“ کا اِسْمِ مبارَک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین و مصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(شیخ طریقت امیر اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ
کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات)

کچھ صراط الجنان کے بارے میں......

۱۴۲۲ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتیِ دعوتِ اسلامی الحاج محمد فاروق مدنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی "چل مدینہ" کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اِس سفرِ حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے والی اِس نہایت پرہیز گار شخصیت کی عَظَمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مکۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے ترجمۂ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی اِس بابَرَکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہو گئے۔ مُجَوَّزہ تفسیر کا نام **صِراطُ الْجِنان** (یعنی جنّتوں کا راستہ) طے ہوا۔ تبرُّکاً مکۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا ہی میں اِس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا، افسوس! مفتیِ دعوتِ اسلامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ) پردہ فرما گئے۔

اللہ ربُّ العزّت کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہٰذا مَدَنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابو صالح محمد قاسم قادری مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی نے اس کام کا از سرِ نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتیِ دعوتِ اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جا سکا مگر چونکہ بُنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مکۃُ المکرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا کی پُر بہار

فَضاؤں میں ہوا تھا اور ''صِراطُ الْجنان'' نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہٰذا حُصُولِ بَرَکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنز الایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فَصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اَب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ترجمۂ قرآن کنز الایمان شریف کو مِن وعَن باقی رکھتے ہوئے اِسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرتِ علامہ مفتی محمد قاسم صاحِب مدظلہ نے مَاشَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور ترجَمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام **کنزُ الْعِرفان** رکھا ہے۔ اِس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس، **المدینۃُ العلمیہ** کے **مَدَنی عُلَما** نے بھی حصّہ لیا بالخصوص مولانا **ذُوالقَرنَین مَدَنی** سلَّمہُ الغنی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صراطُ الجنان کی **3 پاروں** پر مشتمل پہلی جلد (کے بعد اب پارہ نمبر 4، 5 اور 6 پر مبنی دوسری جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحِب مدظلہٗ سمیت اِس کَنْزُ الْاِیْمَانِ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقُرْاٰنِ وَصِرَاطُ الْجِنَانِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ کے مبارَک کام میں اپنا اپنا حصّہ ملانے والوں کو دنیا و آخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِیْن بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

طالبِ غمِ مدینہ و بقیع و مغفرت و بے حساب جنت الفردوس میں آقا کا پڑوس

۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ

20-04-2013

چوتھا پارہ

(لَن تَنَالُوا)

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ (۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا: تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہِ خدا میں خرچ نہ کرو۔﴾ اس آیت میں بھلائی سے مراد تقویٰ اور فرمانبرداری ہے اور خرچ کرنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ''یہاں خرچ کرنے میں واجب اور نفلی تمام صدقات داخل ہیں۔ امام حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: جو مال مسلمانوں کو محبوب ہو اسے رضائے الٰہی کے لیے خرچ کرنے والا اس آیت کی فضیلت میں داخل ہے خواہ وہ ایک کھجور ہی ہو۔

(خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۹۲، ۱/۲۷۲)

راہِ خدا میں اپنا پیارا مال خرچ کرنے کے 5 واقعات

اس آیتِ مبارکہ پر عمل کے سلسلے میں ہمارے اَسلاف کے 5 واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)......صحیح بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ ''حضرت ابوطلحہ انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مدینے میں بڑے مالدار تھے، انہیں اپنے اموال میں بَیْرُحَاء نامی ایک باغ بہت پسند تھا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں کھڑے ہو کر عرض کی: مجھے اپنے اموال میں ''بَیْرُحَاء'' باغ سب سے پیارا ہے، میں اسی کو راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور پھر حضرت ابوطلحہ رَضِیَ

اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سرکارِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اشارے پر وہ باغ اپنے رشتے داروں میں تقسیم کر دیا۔
(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الاقارب، ۱/۴۹۳، الحدیث: ۱۴۶۱، مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین... الخ، ص ۵۰۰، الحدیث: ۴۲(۹۹۸))

(2)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ابوموسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو لکھا کہ ''میرے لئے ایک باندی خرید کر بھیج دو۔ جب وہ آئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بہت پسند آئی، لیکن پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ آیت پڑھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اس کو آزاد کر دیا۔ (بغوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۹۲، ۱/۲۵۳)

(3)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میں نے اس آیت '' لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ '' کی تلاوت کی تو میں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں میں غور کیا (کہ کون سی نعمت مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے، جب غور کیا) تو میں نے اپنی باندی کو اپنے نزدیک سب سے زیادہ پیارا پایا، اس پر میں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جس چیز کو میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے کر دیا، اس کی طرف نہ لوٹوں گا تو میں اس باندی سے نکاح کر لیتا۔ (مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم، ذکر عبد اللہ بن عمر... الخ، کان ابن عمر ازھد القوم واصوبہ رأیاً، ۴/۷۲۸، الحدیث: ۶۴۳۵)

(4)......حضرت عمرو بن دینار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب یہ آیت '' لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ '' نازل ہوئی تو حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے (پسندیدہ) گھوڑے کو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ اس گھوڑے کو صدقہ فرما دیں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہ گھوڑا ان کے بیٹے حضرت اسامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو عطا فرما دیا تو حضرت زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: میں نے اس گھوڑے کو محض (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) صدقہ کرنے کا ارادہ کیا ہے! نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک تیرا صدقہ قبول کر لیا گیا ہے۔ (ابن عساکر، ذکر من اسمہ زید، زید بن حارثہ بن شراحیل، ۱۹/۳۶۷)

(5)......حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا: اس کی قیمت صدقہ کیوں نہیں کر دیتے؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: شکر مجھے محبوب و مرغوب ہے، میں چاہتا ہوں کہ راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں اپنی پیاری چیز خرچ کروں۔ (مدارک، ال عمران، تحت الآیۃ: ۹۲، ص ۱۷۲)

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی محبوب اور پسندیدہ چیزیں راہِ خدا میں دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین [1]

---

[1]......صدقات کے فضائل و احکام اور ان سے متعلق دیگر معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''ضیائے صدقات'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا فائدہ مند ہے۔

﴿ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ : اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اس کی راہ میں عمدہ، نفیس اور اپنی پسندیدہ چیز خرچ کررہے ہو یا ردی، ناکارہ اور اپنی ناپسندیدہ چیز خرچ کررہے ہو، تو جیسی چیز تم خرچ کرو گے اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ تمہیں جزا عطاء فرمائے گا۔ (روح البیان، ال عمران، تحت الآیۃ: ۹۲، ۲/۶۳)

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سب کھانے بنی اسرائیل کو حلال تھے مگر وہ جو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا توریت اترنے سے پہلے تم فرماؤ توریت لاکر پڑھو اگر سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے سوائے ان کھانوں کے جو یعقوب نے تورات نازل کئے جانے سے پہلے اپنے اوپر حرام کرلئے تھے۔ تم فرماؤ، تورات لاؤ اور اسے پڑھو اگر تم سچے ہو۔

﴿ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ : تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے۔﴾ شانِ نزول: مدینہ منورہ کے یہودیوں نے سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اعتراض کیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے آپ کو ملّتِ ابراہیمی پر خیال کرتے ہیں حالانکہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اونٹ کا گوشت اور دودھ نہیں کھاتے تھے جبکہ آپ کھاتے ہیں، تو آپ ملّتِ ابراہیمی پر کیسے ہوئے؟ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر حلال تھیں۔ یہودی کہنے لگے کہ یہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر بھی حرام تھیں، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر بھی حرام تھیں اور ہم تک حرام ہی چلی آئیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس میں بتایا گیا کہ یہودیوں کا یہ دعویٰ غلط ہے، بلکہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر حلال تھیں۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کسی سبب سے ان کو اپنے اوپر حرام فرمایا اور یہ حرمت ان کی اولاد میں باقی رہی۔ یہودیوں نے اس کا انکار کیا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے

فرمایا کہ تورات میں یہ مضمون موجود ہے، اگر تمہیں اس سے انکار ہے تو تورات لاؤ اور اس میں سے نکال کر دکھا دو کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر حرام تھیں۔ اس پر یہودیوں کو اپنی ذلت و رسوائی کا خوف ہوا اور وہ تورات نہ لا سکے، ان کا جھوٹا ہونا ظاہر ہو گیا اور انہیں شرمندگی اٹھانی پڑی۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۹۳، ۱/۲۷۳)

اس سے معلوم ہوا کہ احکام کا منسوخ ہونا ہمیشہ سے ہوتا آرہا ہے۔ لہٰذا قرآن کی بعض آیات کے منسوخ ہونے پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس پر تفصیلی کلام سورۂ بقرہ کی آیت 106 میں گزر چکا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا علم شریف اللہ تعالیٰ کی خاص عطا سے ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تورات و انجیل سے خبردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو غیبی علوم عطا فرمائے ہیں۔

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

وقف جبریل

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اس کے بعد بھی جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

﴿فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ: پھر جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔﴾ یعنی اس بات کی وضاحت تو ہو گئی کہ بنی اسرائیل پر جو کچھ کھانے حرام ہیں یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے نہیں ہیں بلکہ بعد میں حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حرام کرنے سے ہوئے، تو جو اِس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ "ملتِ ابراہیمی میں اونٹوں کے گوشت اور دودھ اللہ تعالیٰ نے حرام کئے تھے" وہ ظالم ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کے باوجود گناہ کرنا زیادہ سخت ہے، نیز حلال کو اپنی طرف سے بلا دلیل حرام کہنا اللہ تعالیٰ پر اِفتراء کرنا ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ سچا ہے تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور شرک والوں میں نہ تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! تم فرماؤ، اللہ نے سچ فرمایا لہٰذا تم ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

﴿فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا: لہٰذا تم ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے۔﴾ اس آیت میں دینِ ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ '' دینِ محمدی کی پیروی کرو، کیونکہ اس کی پیروی ملتِ ابراہیمی کی پیروی ہے، دینِ محمدی اُس ملت کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے ہدایت ہے۔

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ: بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا۔﴾ یہودیوں نے کہا تھا کہ '' ہمارا قبلہ یعنی بیتُ المقدس کعبہ سے افضل ہے کیونکہ یہ گزشتہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قبلہ رہا ہے، نیز یہ خانہ کعبہ سے پرانا ہے۔ ان کے رد میں یہ آیتِ کریمہ اتری (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ٩٦، ١/٢٧٤)

اور بتا دیا گیا کہ روئے زمین پر عبادت کیلئے سب سے پہلے جو گھر تیار ہوا وہ خانہ کعبہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ '' کعبہ معظّمہ بیتُ المقدس سے چالیس سال قبل بنایا گیا۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ١١- باب، ٢/٤٢٧، الحدیث: ٣٣٦٦)

اور فرشتوں کا قبلہ بیتُ المعمور ہے جو آسمان میں ہے اور خانہ کعبہ کے بالکل اوپر ہے۔
(کنز العمال، کتاب الفضائل، باب فی فضائل الامکنۃ، ٧/٤٩، الجزء الرابع عشر، الحدیث: ٣٨٠٨١)

کعبۂ معظّمہ کی خصوصیات

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کعبۂ معظّمہ کی بہت سی خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔

(1)......سب سے پہلی عبادت گاہ ہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام نے اس کی طرف نماز پڑھی۔

(2)......تمام لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا جبکہ بیتُ المقدس مخصوص وقت میں خاص لوگوں کا قبلہ رہا۔

(3)......مکہ معظمہ میں واقع ہے جہاں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے۔

(4)......اس کا حج فرض کیا گیا۔

(5)......حج ہمیشہ صرف اسی کا ہوا، بیتُ المقدس قبلہ ضرور رہا ہے لیکن کبھی اس کا حج نہ ہوا۔

(6)......اسے امن کا مقام قرار دیا۔

(7)......اس میں بہت سی نشانیاں رکھی گئیں جن میں ایک مقامِ ابراہیم ہے۔

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اس میں کھلی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور جو اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے اور جو انکار کرے تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

﴿فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ: اس میں کھلی نشانیاں ہیں۔﴾ خانۂ کعبہ کی عظمت وشان کا بیان چل رہا ہے، اسی ضمن میں فرمایا کہ ’’خانۂ کعبہ میں بہت سی فضیلتیں اور نشانیاں ہیں جو اس کی عزت وحرمت اور فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں کہ پرندے کعبہ شریف کے اوپر نہیں بیٹھتے اور اس کے اوپر سے پرواز نہیں کرتے بلکہ پرواز کرتے ہوئے

آتے ہیں تو ادھر ادھر ہٹ جاتے ہیں اور جو پرندے بیمار ہو جاتے ہیں وہ اپنا علاج یہی کرتے ہیں کہ ہوائے کعبہ میں ہو کر گزر جائیں، اسی سے انہیں شِفا ہوتی ہے اور وحشی جانور ایک دوسرے کو حرم کی حدود میں ایذا نہیں دیتے، حتّٰی کہ اس سرزمین میں کتے ہرن کے شکار کیلئے نہیں دوڑتے اور وہاں شکار نہیں کرتے نیز لوگوں کے دل کعبہ معظّمہ کی طرف کھنچتے ہیں اور اس کی طرف نظر کرنے سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور ہر شبِ جمعہ کو ارواحِ اَولیاء اس کے اردگرد حاضر ہوتی ہیں اور جو کوئی اس کی بے حرمتی و بے ادبی کا ارادہ کرتا ہے برباد ہو جاتا ہے۔ انہیں آیات میں سے مقامِ ابراہیم وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن کا آیت میں بیان فرمایا گیا۔

(خازن، ال عمران، تحت الآية: ٩٧، ١/٢٧٦، تفسيرات احمديه، ال عمران، تحت الآية: ٩٧، ص ٢٠١-٢٠٢، ملتقطاً)

﴿مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ: ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔﴾ مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کعبہ شریف کی تعمیر کے وقت کھڑے ہوئے تھے۔ یہ پتھر خانۂ کعبہ کی دیواروں کی اونچائی کے مطابق خود بخود اونچا ہوتا جاتا تھا۔ اس میں حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قدمِ مبارک کے نشان تھے جو طویل زمانہ گزرنے اور بکثرت ہاتھوں سے مَس ہونے کے باوجود ابھی تک کچھ باقی ہیں۔ (خازن، ال عمران، تحت الآية: ٩٧، ١/٢٧٦، ملتقطاً)

بزرگوں سے نسبت کی برکت

اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر سے پیغمبر کے قدم چھو جائیں وہ مُتَبَرَّک اور **شَعَائِرُ اللّٰه** اور **آيَةُ اللّٰه** یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانی بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِ — ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

(سوره بقره: ١٥٨)

ظاہر ہے کہ یہ دونوں پہاڑ حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے قدم پڑ جانے سے **شَعَائِرُ اللّٰه** بن گئے۔

﴿وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا: اور جو اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا۔﴾ خانہ کعبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پورے حرم کی حدود کو امن والا بنا دیا، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص قتل و جرم کر کے حدودِ حرم میں داخل ہو جائے تو وہاں نہ اس کو قتل کیا جائے گا اور نہ اس پر حد قائم کی جائے گی۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا کہ ''اگر میں اپنے والد خطاب کے قاتل کو بھی حرم شریف میں پاؤں تو اس کو ہاتھ نہ لگاؤں یہاں تک کہ وہ وہاں سے باہر آئے۔ (مدارك، ال عمران، تحت الآية: ٩٧، ص ١٧٤)

حرم سے کیا مراد ہے؟

حرم سے مراد خانہ کعبہ کے اردگرد کئی کلومیٹر پھیلا ہوا علاقہ ہے جہاں باقاعدہ نشانات وغیرہ لگا کر اسے ممتاز کردیا گیا ہے۔ جو لوگ حج و عمرہ کرنے جاتے ہیں انہیں عموماً اس کی پہچان ہوجاتی ہے کیونکہ وہاں جا کر جب لوگوں کا عمرہ کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو عمرہ کرنے کے لئے حدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھ کر آنا ہوتا ہے۔

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔﴾ اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اور اس کا کہ اِستِطاعت شرط ہے۔ حدیث شریف میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کی تفسیر ''زادِراہ'' اور ''سواری'' سے فرمائی ہے۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ آل عمران، ۶/۵، الحدیث: ۳۰۰۹)

حج فرض ہونے کے لئے زادِراہ کی مقدار

کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہئے کہ جا کر واپس آنے تک اس کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل و عیال کے خرچے کے علاوہ ہونا چاہئے۔ راستے کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر حج کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی۔ مزید تفصیل فقہی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔[1]

﴿وَ مَنْ كَفَرَ: اور جو منکر ہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ''حج کی فرضیت بیان کردی گئی، اب جو اس کا منکر ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے بلکہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرضِ قطعی کا منکر کافر ہے۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ﳓ وَ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کتابیو اللہ کی آیتیں کیوں نہیں مانتے اور تمہارے کام اللہ کے سامنے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ اللہ تمہارے اعمال پر گواہ ہے؟

---

[1] ...... آسان انداز میں حج کے مسائل سیکھنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی تصنیف رفیق الحرمین (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

﴿لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ: تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو۔﴾ یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں سے مراد توریت کی وہ آیات ہیں جن میں سلطانِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف کا بیان ہے اور وہ عقلی دلائل مراد ہیں جو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کتابیو کیوں اللہ کی راہ سے روکتے ہو اسے جو ایمان لائے اسے ٹیڑھا کیا چاہتے ہو اور تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب! تم ایمان لانے والوں کو اللہ کے راستے سے کیوں روکتے ہو؟ تم ان میں بھی ٹیڑھا پن چاہتے ہو حالانکہ تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

﴿قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ: تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب!﴾ اس آیت میں بھی اہلِ کتاب ہی سے خطاب ہے کہ ”اے اہلِ کتاب! تم ان لوگوں کو جن کے دلوں میں ابھی ایمان مضبوط نہیں ہوا، انہیں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں توریت کی آیتیں چھپا کر اور یہ کہہ کر کیوں بہکاتے ہو کہ ”یہ وہ نبی نہیں جن کی خبر توریت وانجیل میں ہے۔ یہ کہہ کر تم انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے سے کیوں روکتے ہو؟ حالانکہ تم خود اس بات کے گواہ ہو کہ سیدِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان توریت میں لکھی ہوئی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں جو دین مقبول ہے وہ صرف دینِ اسلام ہی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ (۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اگر تم کچھ کتابیوں کے کہے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر کر چھوڑیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اگر تم اہلِ کتاب میں سے کسی گروہ کی اطاعت کرو تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی حالت میں لوٹا دیں گے۔

﴿ اِنْ تُطِیْعُوْا : اگر تم اطاعت کرو۔﴾ مرشاس بن قیس یہودی مسلمانوں کی مجلس کے قریب سے گزرا جس میں انصار کے دونوں قبیلے اوس اور خزرج نہایت محبت سے باتیں کر رہے تھے، اسلام سے پہلے ان کی آپس میں بہت جنگ تھی اس یہودی کو ان کے اتفاق سے بڑی تکلیف ہوئی چنانچہ اس نے ایک نوجوان یہودی سے کہا کہ تم اِن کی گزشتہ جنگیں یاد دلا کر اِنہیں لڑا دو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور کچھ قصیدے پڑھے جن میں ان کی گزشتہ جنگوں کا ذکر تھا۔ ان قصائد کو سن کر انصار کو اپنی گزشتہ جنگیں یاد آگئیں اور وہ آپس میں لڑ پڑے۔ قریب تھا کہ خون ریزی ہو جائے، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فوراً موقع پر تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا جاہلیت کی حرکتیں کرتے ہو حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری۔

(در منثور، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۲/۲۷۸-۲۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ یہاں آیت میں کفر سے مراد کافروں والے کام ہیں یعنی اپنی ''انا'' کیلئے آپس میں جنگ کرنا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ فتنہ فساد برپا کرنا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانا یہودیوں کا کام اور آپس میں پیار محبت پیدا کرنا اور صلح کروانا سراپا رحمت، مجسمِ شفقت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہے۔

وَ كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ اٰیٰتُ اللّٰهِ وَ فِیْكُمْ رَسُوْلُهٗؕ وَ مَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۠ (۱۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم کیوں کر کفر کرو گے تم پر تو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو ضرور وہ سیدھی راہ دکھایا گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ایمان والو! اب) تم کیوں کفر کروگے حالانکہ تمہارے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لیا تو اسے یقیناً سیدھا راستہ دکھادیا گیا۔

﴿وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ: اورتم کیوں کفر کروگے﴾ یہاں ابتداءً صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے خطاب ہے کہ اے جماعتِ صحابہ! (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم) تم کافروں کی طرح آپس میں کیسے لڑ سکتے ہو جبکہ تم حضور رحمۃٌ للعالمین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحبت یافتہ ہو اور ان کی زبانِ مبارک سے قرآنِ مجید سنتے ہو۔ اس آیت میں عام مسلمانوں کو بھی اس اعتبار سے نصیحت ہے کہ ہمارے درمیان قرآن موجود ہے اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیمات موجود ہیں تو پھر آپس میں نفسانی لڑائی کس طرح ہوسکتی ہے؟

﴿وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ: اور جس نے اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لیا۔﴾ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا سہارا تھاما یعنی اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اس کے دین کو مضبوطی سے تھام لیا اور زندگی کے جملہ امور میں اسی کی طرف رجوع کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کرم سے وہ ضرور ہدایت پا جائے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ضرور تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں آئے۔

﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ: اللہ سے ڈرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ایسا ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بقدرِ طاقت اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس کی تفسیر وہ آیت ہے جس میں فرمایا گیا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (سورۂ تغابن:۱۶) ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھتے ہو۔

نیز آیت کے آخری حصے میں فرمایا کہ اسلام پر ہی تمہیں موت آئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے زندگی کے ہر لمحے میں اسلام پر ہی رہنے کی کوشش کرو تا کہ جب تمہیں موت آئے تو حالتِ اسلام پر ہی آئے۔

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فرقوں میں نہ بٹ جانا) اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ہدایت پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں تَفَرُّقہ مت ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ پیدا کر دیا پس اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔﴾ اس آیت میں اُن افعال وحرکات کی مُمانَعت کی گئی ہے جو مسلمانوں کے درمیان تفریق کا سبب ہوں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ”تم سب مل کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ جیسے یہود ونصاریٰ نے فرقے بنا لئے۔

صلح کلیت کا رد

یاد رہے کہ اَصل راستہ اور طریقہ مذہب ِاہلِ سنت ہے، اس کے سوا کوئی راہ اختیار کرنا دین میں تفریق کرنا ہے

اور یہ ممنوع ہے۔ بعض لوگ یہ آیت لے کر اہلسنّت سمیت سب کو غلط قرار دیتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ حکم یہ ہے کہ جس طریقے پر مسلمان چلتے آرہے ہیں، جو صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے جاری ہے اور سنت سے ثابت ہے اس سے نہ ہٹو۔ اہلِ سنت و جماعت تو سنتِ رسول اور جماعتِ صحابہ کے طریقے پر چلتے آرہے ہیں تو سمجھایا تو ان لوگوں کو جائے گا جو اس سے ہٹے نہ کہ اصل طریقے پر چلنے والوں کو کہا جائے کہ تم اپنا طریقہ چھوڑ دو۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ایک خاندان اتفاق واتحاد کے ساتھ صحیح اصولوں پر زندگی گزار رہا ہو، ان میں سے ایک فرد غلط راہ اختیار کر کے اِنتشار پیدا کرے تو اُس جدا ہونے والے کو سمجھایا جائے گا نہ کہ خاندان والوں کو بھی اتحاد ختم کر کے غلط راہ چلنے کا کہنا شروع کر دیا جائے۔ بِعَیْنِہٖ یہی صورتِ حال اہلسنّت اور دوسرے فرقوں کی ہے۔ اصل حقیقت کو سمجھے بغیر صلح کُلِّیَّت کی رٹ لگانا اور سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا سراسر جہالت ہے۔

''حَبْلُ اللّٰہِ'' کی تفسیر

''حَبْلُ اللّٰہِ'' کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں: بعض کہتے ہیں کہ اس سے قرآن مراد ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ قرآنِ پاک حَبْلُ اللّٰہِ ہے جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر ہے اور جس نے اُسے چھوڑا وہ گمراہی پر ہے۔ (مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنھم، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص۱۳۱۳، الحدیث: ۳۷(۲۴۰۸))

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ ''حَبْلُ اللّٰہِ سے جماعت مراد ہے (معجم الکبیر، ۲۱۲/۹، الحدیث: ۹۰۳۳)

اور فرمایا کہ ''تم جماعت کو لازم کر لو کہ وہ حَبْلُ اللّٰہِ ہے جس کو مضبوط تھامنے کا حکم دیا گیا۔ (معجم الکبیر، ۱۹۹/۹، الحدیث: ۸۹۷۳)

جماعت سے کیا مراد ہے؟

یہ یاد رہے کہ جماعت سے مراد مسلمانوں کی اکثریت ہے، یہ نہیں کہ تین آدمی مل کر ''جماعتُ المسلمین'' نام رکھ لیں اور بولیں کہ قرآن نے ہماری ٹولی میں داخل ہونے کا کہا ہے، اگر ایسا ہی حکم ہے تو پھر کل کوئی اپنا نام ''رسول'' رکھ کر بولے گا کہ قرآن نے جہاں بھی رسول کی اطاعت کا حکم دیا اس سے مراد میری ذات ہے لہٰذا میری اطاعت کرو۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ جَھْلِ الْجَاھِلِیْنَ. میں جاہلوں کی جہالت سے اللہ تعالٰی کی پناہ مانگتا ہوں۔

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ: اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔﴾ اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جن میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ اے مسلمانو! یاد کرو کہ جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اور تمہارے درمیان طویل عرصے کی جنگیں جاری تھیں حتّٰی کہ اوس اور خزرج میں ایک لڑائی ایک سو بیس سال جاری رہی اور اس کے سبب رات دن قتل و غارت کی گرم بازاری رہتی تھی لیکن اسلام کی بدولت عداوت و دشمنی دور ہو کر آپس میں دینی محبت پیدا ہوئی اور نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہاری دشمنیاں مٹا دیں اور جنگ کی آگ ٹھنڈی کر دی اور جنگجو قبیلوں میں الفت و محبت کے جذبات پیدا کر دیئے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے انہیں ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا دیا ورنہ یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے اور اگر اسی حال پر مر جاتے تو دوزخ میں پہنچتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں حضور اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے صدقے دولتِ ایمان عطا کر کے اس تباہی سے بچا لیا۔

جہنم سے بچنے کا سب سے بڑا وسیلہ

اس سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہمارے لئے دوزخ سے بچنے کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں، چنانچہ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ کچھ فرشتے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سو رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی اور دل جاگتا رہتا ہے۔ فرشتوں نے کہا: آپ کے ان صاحب کی مثال ہے لہٰذا وہ مثال بیان کرو۔ ایک نے کہا: وہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی اور دل بیدار رہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے گھر بنایا، اس میں دستر خوان بچھایا اور بلانے والے کو بھیجا تو جس نے اس کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہوا اور دستر خوان سے کھانا کھایا اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ دستر خوان سے کھانا کھا سکا۔ فرشتوں میں سے ایک نے کہا: اس کا مطلب بیان کیجئے تاکہ بات سمجھ میں آ جائے۔ ان میں سے ایک نے کہا: یہ تو سو رہے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی اور دل بیدار رہتا ہے۔ فرشتوں نے کہا: گھر سے مراد جنت ہے اور بلانے والے سے مراد حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ہیں تو جس نے محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اچھے اور برے لوگوں میں فرق کرنے والے ہیں۔

(بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، ٤/٤٩٩، الحدیث: ٧٢٨١)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس آگ نے اردگرد کی جگہ کو روشن کر دیا تو اس میں پتنگے اور حشرات الارض گرنے لگے، وہ شخص ان کو آگ میں گرنے سے روکتا ہے اور وہ اس پر غالب آ کر آگ میں دھڑا دھڑ گر رہے ہیں، پس یہ میری مثال اور تمہاری مثال ہے، میں تمہاری کمر پکڑ کر تمہیں جہنم میں جانے سے روک رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آ ؤ اور تم لوگ میری بات نہ مان کر (پتنگوں کے آگ میں گرنے کی طرح) جہنم میں گرے چلے جا رہے ہو۔

(مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی امتہ... الخ، ص ۱۲۵٤، الحدیث: ۱۸(۲۲۸٤))

سب سے اعلیٰ نعمت

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی سب سے اعلیٰ نعمت ہیں۔ آیت کے شروع میں فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کو یاد کرو، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور ایک دوسرے کو یاد دلانا بہت عمدہ عبادت ہے۔ لہٰذا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی یاد کیلئے جو محفل منعقد کی جائے خواہ وہ میلاد شریف کی ہو یا معراج کی یا کوئی اور وہ سب بہت عمدہ ہیں اور حکمِ الٰہی پر عمل ہی کی صورتیں ہیں۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۱۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ: اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائیں۔﴾ آیتِ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ چونکہ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ تمام کے تمام مسلمان ایک ہی کام میں لگ جائیں لیکن اتنا ضرور ہونا چاہیے

کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، انہیں نیکی کی دعوت دے، اچھی بات کا حکم کرے اور بری بات سے منع کرے۔

تبلیغِ دین کا حکم

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مجموعی طور پر تبلیغِ دین فرضِ کفایہ ہے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہیں جیسے مصنفین کا تصنیف کرنا، مقررین کا تقریر کرنا، مبلغین کا بیان کرنا، انفرادی طور پر لوگوں کو نیکی کی دعوت دینا وغیرہ، یہ سب کام تبلیغِ دین کے زمرے میں آتے ہیں اور بقدرِ اخلاص ہر ایک کو اس کی فضیلت ملتی ہے۔ تبلیغ قولی بھی ہوتی ہے اور عملی بھی اور بسا اوقات عملی تبلیغ قولی تبلیغ سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ جہاں کوئی شخص کسی برائی کو روکنے پر قادر ہو وہاں اس پر برائی سے روکنا فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے جو برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان کے ذریعے روکے، اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ کمزور ایمان والا ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان... الخ، ص ٤٤، الحدیث: ٧٨(٤٩))

تبلیغِ دین سے متعلق 5 اَحادیث

(1)...... حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، تم یا تو ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا قریب ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنی طرف سے تم پر عذاب بھیجے، پھر تم اس سے دعا مانگو گے مگر تمہاری دعا قبول نہ ہو گی۔

(ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، ٦٩/٤، الحدیث: ٢١٧٦)

(2)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا اللّٰہ تعالیٰ تم پر تم ہی میں سے برے لوگوں کو مُسَلَّط کر دے گا، پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے تو وہ قبول نہیں کی جائے گی۔

(معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه احمد، ٣٧٧/١، الحدیث: ١٣٧٩)

(3)...... حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص کسی مقام پر کھڑے ہو کر حق بات کہہ سکتا ہے تو اس کیلئے درست نہیں کہ حق بات نہ کہے کیونکہ حق بات

کہنا اس کی موت کو مقدم کرسکتا ہے نہ اس کے لکھے ہوئے رزق سے اسے محروم کرسکتا ہے۔

(شعب الایمان، الثانی والخمسون من شعب الایمان، ۶/۹۲، الحدیث: ۷۵۷۹)

(4)......حضرت عُرس بن عَمیرہ کندی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جب زمین میں گناہ کیا جائے تو جو وہاں موجود ہے مگر اسے برا جانتا ہے وہ اس کی مثل ہے جو وہاں نہیں ہے اور جو وہاں نہیں ہے مگر اس پر راضی ہے وہ اس کی مثل ہے جو وہاں حاضر ہے۔

(ابو داؤد، اول کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، ۴/۱۶۶، الحدیث: ۴۳۴۵)

(5)......حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا بہترین جہاد ہے۔

(مدارک، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ص۱۷۸)

ہمارے معاشرے میں نیک کام کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے حوالے سے مجموعی طور پر صورتِ حال انتہائی افسوس ناک ہے، حکام اپنی رعایا کے اعمال سے صَرفِ نظر کئے ہوئے ہیں۔ عدل وانصاف کرنے اور مجرموں کو سزا دینے کے منصب پر فائز حضرات عدل وانصاف کی دھجیاں اڑانے اور مجرموں کی پشت پناہی کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ والدین اپنی اولاد، اَساتذہ اپنے شاگردوں اور افسر اپنے نوکروں کے برے اعمال سے چشم پوشی کرتے نظر آرہے ہیں، اسی طرح شوہر اپنی بیوی کو، بیوی اپنے شوہر کو، بھائی، بہن اور عزیز رشتہ دار ایک دوسرے کو نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں نہ قدرت کے باوجود انہیں برے افعال سے روکتے ہیں اور مسلمانوں کی اسی روش کا نتیجہ ہے کہ آج مسلم قوم دنیا بھر میں جس ذلت ورسوائی کا شکار ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی اور اسی وجہ سے رفتہ رفتہ یہ قوم تباہی کی طرف بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اس حقیقت کو درج ذیل حدیث میں انتہائی احسن انداز کے ساتھ سمجھایا گیا ہے، چنانچہ

حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالٰی کی حدود میں مداہنت کرنے والے (یعنی خلافِ شرع چیز دیکھ کر قدرت کے باوجود منع نہ کرنے والے) اور حدودُ اللّٰہ میں واقع ہونے والے کی مثال یہ ہے کہ ایک قوم نے جہاز کے بارے میں قرعہ ڈالا، بعض اوپر کے حصہ میں رہے بعض نیچے کے حصہ میں، نیچے والے پانی لینے اوپر جاتے اور پانی لے کر ان کے پاس سے گزرتے تو ان کو تکلیف ہوتی (انہوں نے اس کی شکایت کی تو) نیچے والے نے کلہاڑی لے کر نیچے کا تختہ کاٹنا شروع کردیا۔ اوپر والوں نے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے کہ تختہ توڑ رہے ہو؟ اس نے کہا میں پانی لینے جاتا ہوں تو تم کو تکلیف ہوتی ہے اور پانی لینا مجھے ضروری ہے۔

(لہٰذا میں تختہ توڑ کر یہیں سے پانی لے لوں گا اور تم لوگوں کو تکلیف نہ دوں گا) پس اس صورت میں اگر اوپر والوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور تختہ کاٹنے سے روک دیا تو اسے بھی نجات دیں گے اور خود کو بھی بچالیں گے اور اگر چھوڑ دیا تو اسے بھی ہلاک کریں گے اور خود بھی ہلاک ہوں گے۔ (بخاری، کتاب الشھادات، باب القرعۃ فی المشکلات، ۲/۲۰۸، الحدیث: ۲۶۸۶)(1)

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت | سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے
جو کچھ بھی ہے سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت | شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت سے گلا ہے
فریاد ہے اے کشتیِ امت کے نگہباں | بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُؕ وَ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌۙ(۱۰۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑگئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آچکی تھیں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو آپس میں مُتَفَرِّق ہوگئے اور انہوں نے اپنے پاس روشن نشانیاں آجانے کے بعد (بھی) آپس میں اختلاف کیا اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔

﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو آپس میں متفرق ہوگئے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ آپس میں تَفَرُّقہ بازی اور اختلافات میں نہ پڑ جانا جیسا کہ یہود و نصاریٰ آپس میں اختلافات میں پڑ گئے اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ عناد اور دشمنی راسخ ہوگئی یا آیت کا یہ معنیٰ ہے کہ آپس میں اُس طرح اختلاف واِفتراق میں نہ پڑ جانا جیسے تم زمانہ اسلام سے پہلے جاہلیت کے وقت میں مُتَفَرِّق تھے اور تمہارے درمیان بُغض وعِناد تھا۔

1 ...... تبلیغ دین کی ضرورت واہمیت اور اس سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی تصنیف ''نیکی کی دعوت'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

اتفاق کا حکم اور اختلاف کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت

اس آیت میں مسلمانوں کو آپس میں اتفاق واجتماع کا حکم دیا گیا اور اختلاف اور اس کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ احادیث میں بھی اس کی بہت تاکیدیں وارد ہیں اور مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہونے کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دستِ رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔ (ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ، ٤/٦٨، الحدیث: ٢١٧٣)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی، جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑلو۔
(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ٤/٣٢٧، الحدیث: ٣٩٥٠)

آج کل جو فرقہ پیدا ہوتا ہے وہ اس حکم کی مخالفت کرکے ہی پیدا ہوتا ہے اور مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے اور حدیث کے مطابق وہ شیطان کا شکار ہے۔ (معجم الکبیر، باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ... الخ، ١/١٨٦، الحدیث: ٤٨٩)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔ خیال رہے کہ نا اتفاقی اور پھوٹ کا مجرم وہ شخص ہوگا جو مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر نئی راہ نکالے، جو اسلام کی راہ پر قائم ہے وہ مجرم نہیں۔

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿١٠٦﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن کچھ منہ اونجالے (روشن) ہوں گے اور کچھ منہ کالے تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لاکر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جس دن کئی چہرے روشن ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔

﴿یَّوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ : جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے۔﴾ یہاں آیات میں قیامت کے دن کا منظر بیان ہوا ہے کہ قیامت کے دن کچھ چہرے روشن ہوں گے جو یقیناً اہلِ ایمان کے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے جو یقیناً کفار کے ہوں گے اور کافروں سے کہا جائے گا کہ ''کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔ یہاں فرمایا کہ ''ایمان کے بعد کافر ہوئے تھے'' اس سے اگر تمام کفار کو خطاب ہے تو اس صورت میں ایمان سے روزِ میثاق کا ایمان مراد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا تھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں'' تو سب نے ''بَلٰی'' یعنی ''کیوں نہیں'' کہا تھا اور ایمان لائے تھے۔ اب جو دنیا میں کافر ہوئے تو اُن سے فرمایا جاتا ہے کہ ''روزِ میثاق ایمان لانے کے بعد تم کافر ہوگئے۔ امام حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ اس سے منافقین مراد ہیں جنہوں نے زبان سے اظہارِ ایمان کیا تھا اور ان کے دل منکر تھے۔ حضرت عِکْرِمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ اس سے مراد اہلِ کتاب ہیں جو رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت سے پہلے تو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے اور ظہور کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا انکار کر کے کافر ہوگئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے مخاطب مُرتَدّین ہیں جو اسلام لا کر پھر گئے اور کافر ہوگئے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۶، ۱/۲۸۶)

ان سے کہا جائے گا کہ اپنے کفر کے بدلے اب عذاب کا مزہ چکھو۔

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جن کے منہ اونجالے (روشن) ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

﴿فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ : تو اللہ کی رحمت میں ہوں گے۔﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جگہ جنت میں ہوں گے اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۶، ۱/۲۸۷)

اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزار اہلِ ایمان کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِیَادَةٌؕ-وَ لَا یَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّ لَا ذِلَّةٌؕ-اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِۚ-هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(۲۶) (یونس:۲۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلائی کرنے والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ ہے اور ان کے منہ پر نہ سیاہی چھائی ہوگی اور نہ ذلت۔ یہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ مُّسْفِرَةٌ(۳۸) ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ(۳۹) (عبس: ۳۸، ۳۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بہت سے چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے ہوئے خوشیاں مناتے ہوں گے۔

قیامت کے دن روشن چہرے والے لوگ

روشن چہرے والوں سے مراد کون لوگ ہیں، درج ذیل روایات کی روشنی میں دیکھیں۔

تفسیر دُرِ منثور میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیتِ کریمہ ''تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ'' کے بارے میں فرماتے ہیں ''تبیض وُجُوهُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَ تَسْوَدُّ وُجُوهُ اَهْلِ الْبِدَعِ وَ الضَّلَالَةِ'' یعنی قیامت کے دن اہلسنّت کے چہرے چمکتے ہوں گے اور بدعتی وگمراہوں کے چہرے سیاہ ہوں گے'' اور اسی میں حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ایک حدیث شریف روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ'' کے بارے میں فرمایا ''تَبْیَضُّ وُجُوهُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَ تَسْوَدُّ وُجُوهُ اَهْلِ الْبِدَعِ'' قیامت کے دن اہلسنّت والجماعت کے چہرے سفید چمکتے ہوں گے اور گمراہوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے جو کہ حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ آیتِ کریمہ ''تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ'' تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا ''تَبْیَضُّ وُجُوهُ اَهْلِ الْجَمَاعَاتِ وَالسُّنَّةِ، وَ تَسْوَدُّ وُجُوهُ اَهْلِ الْبِدَعِ وَالْاَهْوَاءِ'' یعنی قیامت کے دن اہلسنّت وجماعت کے چہرے سفید چمکتے ہوں گے اور بدعتی وگمراہوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(در منثور، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۲/۲۹۱)

تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّؕ-وَ مَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ(۱۰۸)

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ-وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم حق کے ساتھ تمہارے سامنے پڑھتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

﴿وَ مَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ: اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔﴾ یعنی لوگ جہنم میں لے جانے والے اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور کسی کو بے جرم عذاب نہیں دیتا اور کسی کی نیکی کا ثواب کم نہیں کرتا۔

كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِؕ-وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْؕ-مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب (بھی) ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں کچھ مسلمان ہیں اور ان کی اکثریت نافرمان ہیں۔

﴿كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ: تم بہترین امت ہو۔﴾ یہودیوں میں سے مالک بن صیف اور وہب بن یہودا نے حضرت عبداللہ

بن مسعود وغیرہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے کہا کہ ''ہم تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ۱/۲۸۷)

اور اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو تمام امتوں سے افضل قرار دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''مجھے وہ کچھ عطا کیا گیا جو کسی اور نبی کو عطا نہیں کیا گیا۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ''رُعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، مجھے زمین کی کنجیاں عطا کی گئیں، میرا نام احمد رکھا گیا، میرے لئے مٹی کو پاکیزہ کرنے والی بنادیا گیا اور میری امت کو بہترین امت بنادیا گیا۔ (مسند امام احمد، ومن مسند علی بن ابی طالب، ۱/۲۱۰، الحدیث: ۷۶۳)

اس امت کا اتحاد شرعی دلیل ہے

چونکہ یہ بہترین امت ہے، اس لئے اس امت کا اتفاق واتحاد بہت بڑی دلیلِ شرعی ہے۔ جو اس سے ہٹ کر چلے وہ گمراہی کے راستے پر ہے چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے:

وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ یَتَّبِـعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا۠ (النساء: ۱۱۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت بالکل واضح ہو چکی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے راستے سے جدا راستے کی پیروی کرے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرگیا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔''

ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دستِ رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔ (ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ، ۴/۶۸، الحدیث: ۲۱۷۳)

بنی اسرائیل اور امتِ محمدیہ کی افضلیت میں فرق

اس آیت میں ہمارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو تمام امتوں سے افضل فرمایا گیا اور بعض آیات میں بنی اسرائیل کو بھی عالَمین یعنی تمام جہانوں سے افضل فرمایا گیا ہے، لیکن ان کا افضل ہونا ان کے زمانے کے وقت ہی تھا جبکہ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کا افضل ہونا دائمی ہے۔

نیکی کی دعوت دینے کی ترغیب

یاد رہے کہ نیکی کی دعوت دینا وہ عظیم منصب اور عہدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عطا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مبعوث فرما کر نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا تو اس نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کو اس منصب سے سرفراز فرما دیا اور اس عظیم خوبی کی وجہ سے انہیں سب سے بہترین امت قرار دیا، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ بقدرِ توفیق نیکی کی دعوت دیتا اور برائی سے منع کرتا رہے۔ احادیث میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ اس سے متعلق 2 احادیث درج ذیل ہیں

(1)......ایک حدیث میں ہے، حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی گئی: لوگوں میں بہتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا ''اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ ڈرنے والا، رشتہ داروں سے صلہ رحمی زیادہ کرنے والا، سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینے والا اور سب سے زیادہ برائی سے منع کرنے والا (سب سے بہتر ہے)۔

(شعب الایمان، السادس والخمسون من شعب الایمان... الخ، ۲۲۰/۶، الحدیث: ۷۹۵۰)

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا میں تمہیں ایسے لوگوں کے بارے میں خبر نہ دوں جو نہ انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سے ہیں نہ شہداء میں سے، لیکن قیامت کے دن انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور شہداء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا مقام دیکھ کر رشک کریں گے، وہ لوگ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُم نے عرض کی: وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا ''یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیارا بندہ بنا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا محبوب بنا دیتے ہیں اور وہ لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے زمین پر چلتے ہیں۔ میں نے عرض کی: وہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کا محبوب بنا دیتے ہیں (یہ بات تو سمجھ میں آرہی ہے) لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیارا بندہ کیسے بناتے ہیں؟ ارشاد فرمایا ''وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کا حکم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ کاموں سے منع کرتے ہیں تو جب لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمانے لگتا ہے۔ [1]

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الفصل الثانی، ۲۷۳/۲، الجزء الثالث، الحدیث: ۸۴۵۵)

---

[1] ......نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کا جذبہ و ترغیب پانے اور اس کے فضائل حاصل کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ''دعوتِ اسلامی'' کے ساتھ وابستہ ہو جانا ہے۔

﴿ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ :اور اگر اہلِ کتاب (بھی) ایمان لے آتے ۔﴾ یعنی اگر اہلِ کتاب بھی سیدُ الانبیاء، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آتے تو ان کیلئے بھی بہتر ہوتا لیکن ان میں کچھ ہی لوگ ایمان والے ہوئے، جیسے یہودیوں میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اوران کے ساتھی اور عیسائیوں میں سے حضرت نجاشی اور ان کے ساتھی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم ۔اس کے برعکس یہود ونصاریٰ کی اکثریت نے اسلام قبول نہ کیا۔

لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًىؕ-وَ اِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ یُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ۫- ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ(۱۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھران کی مدد نہ ہوگی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ تمہیں ستانے کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچاسکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھران کی مدد نہیں کی جائے گی۔

﴿ لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى : یہ تمہیں ستانے کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچاسکیں گے۔﴾ یہودیوں میں سے جو لوگ اسلام لائے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم، یہودیوں کے سرداران کے دشمن ہوگئے تھے اورانہیں تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے ،اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر قرطبی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۱، ۲/۱۳۵، الجزء الرابع)

اور اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو مطمئن کردیا کہ زبانی طعن و تشنیع اور دھمکیوں کے علاوہ یہ اِن مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچاسکیں گے اور غلبہ مسلمانوں ہی کو حاصل ہوگا اور یہودیوں کا انجام ذلت ورسوائی ہوگا۔اور اگر یہ اہلِ کتاب مسلمانوں کے مقابلے میں آئے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور تمہارے مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں گے۔ یہ غیبی خبریں ایسی ہی واقع ہوئیں۔ بعد میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے شام، روم وغیرہ تمام علاقوں میں فتح حاصل کی اور یوں یہ غیبی خبر پوری ہوئی۔

ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ

النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں امان نہ پائیں مگر اللّٰہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے اور غضب الٰہی کے سزاوار ہوئے اور ان پر جمادی گئی محتاجی یہ اس لئے کہ وہ اللّٰہ کی آیتوں سے کفر کرتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید یہ اس لئے کہ نافرماں بردار اور سرکش تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ جہاں بھی پائے جائیں ان پر ذلت مُسَلَّط کردی گئی سوائے اس کے کہ انہیں اللّٰہ کی طرف سے سہارا مل جائے یا لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے۔ یہ اللّٰہ کے غضب کے مستحق ہیں اور ان پر محتاجی مسلط کردی گئی۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اللّٰہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے تھے، اور اس لیے کہ وہ نافرمان اور سرکش تھے۔

﴿ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ: ان پر ذلت مسلط کردی گئی۔﴾ اس آیت میں بیان فرمایا گیا کہ یہودیوں پر ذلت اور محتاجی لازم کردی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس آیت میں استثناء بھی ہے ”اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ“ سوائے اس کے کہ انہیں اللّٰہ کی طرف سے سہارا مل جائے یا لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے۔ اِستثناء کے آنے سے معنی یہ بن گیا کہ (یہودی) ذلت وخواری سے کسی صورت اور کسی طرح نہیں بچ سکتے مگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کے ساتھ اور لوگوں کی رسی کے ساتھ۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کے ساتھ یوں کہ یہودی مسلمان ہوجائیں تو خواری سے بچ سکتے ہیں اور حقیقی عزت حاصل کرسکتے ہیں اور لوگوں کی رسی کی صورت یہ کہ لوگوں سے عہد وپیمان کریں، اسلامی حکومت کے ذمی بن جائیں یا کافر حکومتوں سے بھیک مانگیں اور تعاون حاصل کریں تو دنیاوی عزت پاسکتے ہیں اور ایسی صورت میں ان کی سلطنت بھی بن سکتی ہے۔ فی زمانہ اگر دنیا کے کسی خطے میں کفار کے تعاون سے یہودی سلطنت وجود میں آئی ہے تو اس حکومت کا قائم ہونا قرآنِ کریم

یا اسلام کی صداقت کے خلاف نہیں بلکہ قرآنِ کریم کی صداقت کی بڑی صاف اور واضح دلیل ہے کہ بحسب اِستثناء ''وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ'' صدیوں سے ذلیل وخوار یہودیوں کی ایک جماعت کو دنیاوی عزت مل گئی۔ (فتاوی نوریہ، ۱۹۴/۵، ملخصا)

لَيۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتۡلُوۡنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيۡلِ وَهُمۡ يَسۡجُدُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سب ایک سے نہیں کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یہ سب ایک جیسے نہیں، اہلِ کتاب میں کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو حق پر قائم ہیں، وہ رات کے لمحات میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔

﴿لَيۡسُوۡا سَوَآءً: یہ سب ایک جیسے نہیں۔﴾ جب حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ اور ان کے ساتھی ایمان لائے تو یہودی علماء نے جل کر کہا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ہم میں سے جو ایمان لائے ہیں وہ برے لوگ ہیں، اگر یہ برے نہ ہوتے تو اپنے باپ دادا کا دین نہ چھوڑتے۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی گئی۔

(تفسیر قرطبی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۳، ۱۳۶/۲، الجزء الرابع)

اور بتا دیا گیا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی غلامی میں آنے والے ہی تو کام کے آدمی ہیں بقیہ کا حال تو انتہائی بدتر ہے۔ حضرت عطاء رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کا قول ہے کہ یہاں جن لوگوں کی تعریف کی گئی ہے اس سے علاقہ نجران کے 40 آدمی، حبشہ کے 32 آدمی اور روم کے 8 آدمی مراد ہیں کہ جو دینِ عیسوی پر تھے، پھر حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۳، ۲۹۰/۱-۲۹۱)

آیتِ مبارکہ ''يَتۡلُوۡنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيۡلِ'' سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نمازِ تہجد بہت اعلیٰ عبادت ہے کہ یہاں رات کو اٹھ کر عبادت کرنے والوں کی بطورِ خاص تعریف کی گئی ہے، اس سے نمازِ عشاء وتہجد دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کے ارکان

میں سجدہ بہت افضل ہے کہ سجدے کا بھی بطورِ خاص تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رات کی عبادت، نماز اور تلاوت دن کی اِن عبادات سے افضل ہے کیونکہ جو دل کی یکسوئی رات میں مُیَسَّر ہوتی ہے، دن میں نصیب نہیں ہوتی۔ ہمارے بزرگانِ دین اپنی راتیں عبادت و تلاوت میں گزارا کرتے تھے، چنانچہ حضرت حسین بن علی کرابیسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے کئی بار حضرت امام شافعی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ رات گزاری اور میں نے دیکھا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک تہائی رات تک نماز پڑھتے اور پچاس آیات سے زیادہ تلاوت نہ کرتے، اگر کبھی زیادہ پڑھتے تو بھی 100 آیات تک پہنچتے۔ جب کسی آیتِ رحمت کی تلاوت کرتے تو بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں اپنے لئے اور تمام مومنین کے لئے رحمت ملنے کی دعا کرتے اور جب آیتِ عذاب پڑھتے تو اس سے پناہ طلب کرتے اور اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نجات کی دعا کرتے۔

(تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ محمد و اسم ابیہ ادریس، محمد بن ادریس بن العباس ابو عبد اللّٰہ الشافعی، ۲/۶۱)

حضرت فاطمہ بنت عبدالملک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا فرماتی ہیں "ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے زیادہ نماز پڑھتا اور روزے رکھتا ہو لیکن میں نے لوگوں میں کوئی ایسا شخص کبھی نہیں دیکھا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے زیادہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہو۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (رات کے وقت) جب گھر تشریف لاتے تو سجدے میں سر رکھ کر روتے اور دعا کرتے رہتے یہاں تک کہ نیند آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھوں پر غالب آجاتی اور رات میں پھر جب بیدار ہوتے تو اسی طرح کرتے۔ (حلیۃ الاولیاء، عمر بن عبد العزیز، ۵/۲۹۴، رقم: ۷۱۷۴)[1]

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ لوگ لائق ہیں۔

1 ......عبادت کی لگن و شوق پانے اور اس میں یکسوئی حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے تحریر کردہ مدنی انعامات پر عمل کرنا اور دعوتِ اسلامی کے مدنی قافلوں میں سفر کرنا انتہائی مفید ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ (اللہ کے) خاص بندوں میں سے ہیں۔

﴿یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ: یہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔﴾ گزشتہ آیت اور اِس آیت میں مجموعی طور پر ایمان والوں کے یہ اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ (1) رات کو عبادت میں قیام کرنا، (2) نماز پڑھنا، (3) رات کا ایک حصہ عبادت میں گزارنا، (4) رات کے وقت قرآن کی تلاوت کرنا، (5) اللہ تعالیٰ اور آخرت پر کامل ایمان رکھنا، (6) نیکی کا حکم دینا، (7) برائی سے منع کرنا، (8) نیکیوں میں سبقت لیجانا، (9) نیکی کو اختیار کرنا۔ ایک کامل ایمان والے کے بھی یہی اوصاف ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کاملین میں داخل فرمائے۔

وَ مَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّكْفَرُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو بھلائی کریں ان کا حق نہ مارا جائے گا اور اللہ کو معلوم ہیں ڈر والے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ لوگ جو نیک کام کرتے ہیں ہرگز اِن کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ ڈرنے والوں کو جانتا ہے۔

﴿فَلَنْ یُّكْفَرُوْهُ: ہرگز اِن کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔﴾ یہودیوں نے حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اوران کے ساتھیوں سے کہا تھا کہ تم دینِ اسلام قبول کرکے خسارے میں پڑے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دی کہ وہ تو بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں بلند درجات کے مستحق ہوئے اور وہ تو اپنی نیکیوں کی جزا پائیں گے جبکہ یہودیوں کی گفتگو بے معنیٰ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا ؕ وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور اولاد ان کو اللہ سے کچھ نہ بچائیں گے اور وہ جہنمی ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے مال اوران کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے کچھ بچانہ سکیں گے اور یہی لوگ جہنمی ہیں، یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

﴿لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا: ان کے مال اوران کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے کچھ بچا نہ سکیں گے۔﴾ شانِ نزول: یہ آیت بنی قُرَیظہ اور بنی نَضِیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہودی سرداروں نے مال و دولت کی خاطر سرکارِ عالی وقار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ دشمنی کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ ان کے مال و اولاد ان کے کچھ کام نہ آئیں گے، یہ سرکارِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دشمنی میں ناحق اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۶، ۱/۲۹۱)

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مشرکینِ قریش کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ ابوجہل کو اپنی دولت پر بڑا فخر تھا، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت تمام کفار کے متعلق عام ہے۔ (تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۶، ۳/۳۳۵-۳۳۶)

ان سب کو بتایا گیا کہ مال و اولاد میں سے کوئی بھی کام آنے والا اور عذابِ الٰہی سے بچانے والا نہیں۔ صرف رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دامن سے وابستہ ہونا ہی نجات کا ذریعہ ہے۔

مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَثَلِ رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُؕ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ(۱۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: کہاوت اس کی جو اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہو وہ ایک ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنا ہی برا کرتے تھے تو اسے بالکل مار گئی اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دنیاوی زندگی میں جو خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا جیسی ہے جس میں شدید ٹھنڈ ہو، وہ

ہوا کسی ایسی قوم کی کھیتی کو جا پہنچے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو تو وہ ہوا اس کھیتی کو ہلاک کردے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

﴿مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا: اس دنیاوی زندگی میں خرچ کرنے والوں کی مثال۔﴾ اس آیت میں کافر کے خرچ اور ریاکاری کے طور پر خرچ کرنے والے کی مثال بیان فرمائی گئی کہ ان کے خرچ کو ان کا کفر یا ریاکاری ایسے تباہ کر دیتی ہے جیسے برفانی ہوا کھیتی کو برباد کر دیتی ہے اور ان کے ساتھ یہ معاملہ کوئی ظلم و زیادتی نہیں بلکہ یہ ان کے کفر یا نفاق یا ریاکاری کا انجام ہے تو یہ خود اِن کا اپنی جانوں پر ظلم ہے۔ مفسرین کا قول ہے کہ اس خرچ سے یہودیوں کا وہ خرچ مراد ہے جو وہ اپنے علماء اور سرداروں پر کرتے تھے، وہ خرچہ بے فائدہ ہے، اس کا انہیں کوئی ثواب نہ ملے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں اس سے کفار کے تمام صدقات مراد ہیں کہ ان کا کوئی ثواب نہیں اور وہ صدقات ضائع ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں ریاکار کا خرچ کرنا مراد ہے (خازن، ال عمران، تحت الآیة: ۱۱۷، ۱/۲۹۱-۲۹۲)

کیونکہ اس کا خرچ کرنا یا دنیاوی نفع کے لئے ہوگا یا آخرت کے نفع کے لئے۔ اگر صرف دنیاوی نفع کے لئے ہو تو آخرت میں اس سے کیا فائدہ اور ریاکار کو تو آخرت اور رضائے الٰہی مقصود ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا عمل تو دکھاوے اور نمائش کے لئے ہوتا ہے ایسے عمل کا آخرت میں کیا نفع ہوگا جبکہ کافر کے تمام اعمال برباد ہیں، وہ اگرچہ آخرت کی نیت سے بھی خرچ کرے تو نفع نہیں پا سکتا، ان لوگوں کے لئے وہ مثال بالکل مطابق ہے جو اس آیت میں ذکر فرمائی جارہی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں گئی نہیں کرتے ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! غیروں کو رازدار نہ بناؤ، وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کریں گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ بیشک (ان کا) بغض تو ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ بیشک ہم نے تمہارے لئے کھول کر آیتیں بیان کر دیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

﴿لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ: غیروں کو رازدار نہ بناؤ۔﴾ بعض مسلمان اپنے قرابت دار اور رشتہ دار یہودیوں وغیرہ سے قرابت یا پڑوس کی بنا پر دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔ ان کے متعلق یہ آیتِ کریمہ اتری۔

(صاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ١١٨، ١/٣٠٦)

کفار سے تعلقات کے بارے میں اسلام کی تعلیمات

اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے دوستانہ تعلقات، دلی محبت و اخلاص حرام ہے اور انہیں اپنا رازدار بنانا بھی ناجائز ہے اور تجربات سے بھی یہی ثابت ہے کہ کفار مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان حکمران کافروں اور مرتدوں کو اہم ترین عہدوں پر نہ لگائے جس سے یہ لوگ غداری کرنے کا موقعہ پائیں کیونکہ یہ لوگ تمہاری برائی چاہنے میں کوئی کمی نہیں کریں گے، ان کی تو خواہش ہی یہ ہے کہ مسلمان تکلیف و مشقت میں پڑے رہیں نیز ان کی دشمنیاں ان کے الفاظ اور کردار سے ظاہر ہیں جو وقتاً فوقتاً سامنے آتا رہتا ہے۔ جب زبانی دشمنی بھی سامنے آتی رہتی ہے تو جو دشمنی اور مسلمانوں سے بغض و عداوت ان کے دلوں میں ہوگی وہ کس قدر ہوگی؟ یقیناً ان کے دلوں میں موجود دشمنی ظاہری دشمنی سے بڑھ کر ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو! اِن سے دوستی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے۔ قرآنِ پاک کی جامعیت اور حقانیت کو اگر سمجھنا ہو تو ان آیات کو سامنے رکھ کر تمام دنیا کے مسلمان اور کافر ممالک کے حالات کا جائزہ لیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ قطعی طور پر حق اور سچ نہیں ہے؟ یقیناً سچ ہے۔ تاریخِ عالم، تاریخِ اسلام اور موجودہ حالات تمام کے تمام قرآن کی ان آیات کی صداقت پر دلالت کر رہے ہیں لیکن افسوس کہ ابھی بھی ہماری آنکھیں خوابِ غفلت میں ہیں، ہمارے لوگ ابھی بھی انہی کو اپنا مشکل کشا اور حاجت روا مان رہے ہیں جنہیں اپنے راز بتانے سے بھی اللہ تعالیٰ ہمیں منع فرما رہا ہے۔

هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا یُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَ اِذَا

لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سنتے ہو یہ جو تم ہو تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے اور حال یہ کہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصہ سے تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن (قلبی جلن) میں اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: خبردار: یہ تم ہی ہو جو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں پسند نہیں کرتے حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لاچکے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو غصے کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں۔ اے حبیب! تم فرمادو، اپنے غصے میں مرجاؤ۔ بیشک اللہ دلوں کی بات کو خوب جانتا ہے۔

﴿ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ: تم انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں پسند نہیں کرتے۔﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! یہ صرف تم ہو جو رشتہ داری اور دوستی وغیرہ تعلقات کی بناء پر ان سے محبت کرتے ہو جبکہ وہ تمہیں پسند نہیں کرتے اور دینی مخالفت کی بنا پر تم سے دشمنی رکھتے ہیں حالانکہ تم قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہو اور ان کی کتابوں پر بھی لیکن وہ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں رکھتے تو جب وہ اپنے کفر میں اتنے پختہ ہیں تو تم اپنے ایمان میں پختہ کیوں نہیں ہوتے اور ان میں سے جو منافقین ہیں ان کا حال یہ ہے کہ جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاچکے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو غصے کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں۔ جب ان کا یہ حال ہے تو اے مسلمانو! تم ان سے بچو۔ ان کے اِس غیض وغضب پر اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان سے فرمادیں کہ تم مرتے دم تک اپنے غصے پر قائم رہو اور اِس جلن میں جلتے رہو لیکن یاد رکھو کہ اس وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہیں بگڑے گا البتہ تمہارے لئے یہ غصہ عذاب کا باعث بن جائے گا کیونکہ تمہاری یہ قلبی حالت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو دلوں کی باتیں بھی جانتا ہے۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ٘ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَاؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ۠ (۱۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگے اور تم کو برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں اور اگر تم صبر اور پرہیز گاری کیے رہو تو ان کا داؤں تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا بیشک ان کے سب کام خدا کے گھیرے میں ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کا مکروفریب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ بیشک اللہ ان کے تمام کاموں کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔

﴿اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ: اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے۔﴾ کفار کی عمومی حالت یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچے تو وہ خوش ہوتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو کافروں سے محبت و دوستی نہیں رکھنی چاہیے۔ ان کے مقابلے میں مسلمان اگر صبر اور تقویٰ کو اپنا شعار بنالیں تو کافروں کا کوئی داؤ مسلمانوں پر نہ چل سکے گا۔

وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (۱۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو اے محبوب جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو اے حبیب! جب صبح کے وقت تم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر مقرر کررہے تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ: اور یاد کرو اے حبیب! جب صبح کے وقت تم اپنے دولت خانہ سے نکلے۔﴾ یہاں سے غزوۂ احد کا بیان ہو رہا ہے اور اس کے بعد غزوۂ بدر کا تذکرہ ہے۔

جنگِ احد کا بیان

یہاں رکوع کی ابتداء میں جنگِ اُحد کا بیان ہے جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ جنگِ بدر میں شکست کھانے سے کفار کو بڑا رنج تھا، اس لئے اُنہوں نے انتقام کے ارادے سے مسلمانوں سے جنگ کیلئے ایک بڑا بھاری لشکر تیار کرلیا۔ جب سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خبر ملی کہ لشکرِ کفار اُحد میں پہنچا ہوا ہے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم سے مشورہ فرمایا، اس مشورے میں منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول کو بھی بلایا گیا جو اس سے پہلے کبھی کسی مشورے کے لئے نہیں بلایا گیا تھا۔ اکثر انصار کی اور عبداللہ بن ابی کی یہ رائے تھی کہ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ طیبہ میں ہی ٹھہرے رہیں اور جب کفار یہاں آئیں تب اُن سے مقابلہ کیا جائے۔ یہی سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مرضی تھی لیکن بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی رائے یہ ہوئی کہ مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہئے اور اس پر انہوں نے اصرار کیا۔ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے دولت کدہ میں تشریف لے گئے اور اسلحہ زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے۔ اب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھ کر ان صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو ندامت ہوئی اور انہوں نے عرض کیا کہ ''حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو رائے دینا اور اس پر اصرار کرنا ہماری غلطی تھی، اس کو معاف فرمائیے اور جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارادہ ہو وہی کیجئے، ہم حاضر ہیں۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ''نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ہتھیار پہن کر جنگ سے پہلے اُتار دے۔

مشرکین دو تین دن سے اُحد میں پہنچے ہوئے تھے۔ سلطانِ عَرَب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جمعہ کے روز نمازِ جمعہ کے بعد ایک انصاری کی نمازِ جنازہ پڑھ کر روانہ ہوئے اور پندرہ شوال 3 ہجری بروز اتوار اُحد میں پہنچے اور پہاڑ کا ایک درہ جو لشکرِ اسلام کے پیچھے تھا، اس طرف سے اندیشہ تھا کہ کسی وقت دشمن پشت پر سے آ کر حملہ کرے، اس لئے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عبداللہ بن جُبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ وہاں مقرر فرما دیا کہ اگر دشمن اس طرف سے حملہ آور ہو تو تیروں کے ذریعے اس کا حملہ دفع کر دیا جائے اور حکم دیا کہ کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا اور اس جگہ کو نہ چھوڑنا، خواہ فتح ہو یا شکست ہو۔ عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق جس نے مدینہ طیبہ میں رہ کر جنگ کرنے کی رائے دی تھی اپنی رائے کے خلاف کیے جانے کی وجہ سے برہم ہوا اور کہنے لگا کہ حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نو عمر لڑکوں کا کہنا تو مانا اور میری بات کی پروا نہ کی۔ اس عبداللہ بن اُبی کے ساتھ تین سو منافق تھے اُن سے اِس نے کہا کہ جب دشمن لشکرِ اسلام کے مقابل آ جائے اُس وقت بھاگ جانا تاکہ لشکرِ اسلام میں ابتری پھیل جائے

اور تمہیں دیکھ کر اور لوگ بھی بھاگ نکلیں۔ مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد ان منافقین سمیت ایک ہزار تھی اور مشرکین تین ہزار تھے۔ مقابلہ شروع ہوتے ہی عبداللہ بن اُبی منافق اپنے تین سو منافقوں کو لے کر بھاگ نکلا اور حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سات سو صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ثابت قدم رکھا یہاں تک کہ مشرکین کو شکست ہوئی۔ مسلمان مشرکوں کے پیچھے بھاگے تو پہاڑی درے پر موجود صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بھی بھاگتے ہوئے مشرکین کے پیچھے پڑ گئے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جہاں قائم رہنے کے لئے فرمایا تھا وہاں قائم نہ رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ دکھا دیا کہ بدر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری کی برکت سے فتح ہوئی تھی جبکہ یہاں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں سے رُعب وہیبت دور کر دی اور وہ پلٹ پڑے اور مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایک جماعت رہ گئی جس میں حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت طلحہ اور حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم تھے۔ اسی جنگ میں دندانِ اقدس شہید ہوئے اور چہرۂ اقدس پر زخم آیا۔ اسی کے متعلق یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۲۱، ۱/۲۹۴-۲۹۵)

اِذْ هَمَّتْ طَّآىٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَاۙ-وَ اللّٰهُ وَلِیُّهُمَاؕ-وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ(۱۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جب تم میں کے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ بزدلی دکھائیں اور اللہ ان کو سنبھالنے والا تھا اور اللہ ہی پر مسلمانوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔

﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآىٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا: جب تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ بزدلی دکھائیں۔﴾ یہ دونوں گروہ انصار میں سے تھے ایک قبیلہ بنی سلمہ جس کا تعلق خزرج سے تھا اور ایک بنی حارثہ جس کا تعلق اَوس سے تھا۔ یہ دونوں لشکر کے بازو تھے، جب عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق بھاگا تو ان قبیلوں نے بھی واپسی کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم

فرمایا اور انہیں اس سے محفوظ رکھا اور یہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ یہاں اس نعمت واحسان کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت کے آخر میں تَوَکُّل کی عظمت کو بھی بیان فرمایا۔ توکل کا مفہوم یہ ہے کہ اپنا کام کسی کے سپرد کرکے اس پر اعتماد کرنا، اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی کارساز ہونے کا یقین رکھتے ہوئے اپنے کام اس کے سپرد کر دینا۔ (احیاء العلوم، کتاب التوحید و التوکل، الشطر الثانی، بیان حال التوکل، ٤/٣٢١، ملخصاً)

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو کہ کہیں تم شکر گزار ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ: اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی۔﴾ یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے عظیم احسان کو بیان فرما رہا ہے کہ غزوۂ بدر میں جب مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور ان کے پاس ہتھیاروں اور سواروں کی بھی کمی تھی جبکہ کفار تعداد اور جنگی قوت میں مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھے۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور کفار پر فتح وکامرانی عطا فرمائی۔ جنگِ بدر **17** رمضان **2** ہجری میں جمعہ کے دن ہوئی۔ مسلمان **313** تھے جبکہ کفار تقریباً ایک ہزار۔ بدر ایک کنواں ہے جو ایک شخص بدر بن عامر نے کھودا تھا، اس کے نام پر اس علاقے کا نام ''بدر'' ہو گیا۔ (یہ علاقہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے) (صاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ١٢٣، ١/٣١٠)

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا مدد کرنا در حقیقت اللہ تعالیٰ کا مدد کرنا ہے

اس آیتِ مبارکہ سے اہلسنّت کا ایک عظیم عقیدہ واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جنگِ بدر میں مسلمانوں کی مدد کیلئے فرشتے نازل ہوئے جیسا کہ اگلی آیتوں میں موجود ہے، جنگ میں فرشتے لڑے، انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی لیکن ان کی مدد کو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے جب اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مدد فرماتے ہیں تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی مدد ہوتی ہے۔ لہٰذا انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ جو مدد فرمائیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد قرار پائے گی اور اسے کفر وشرک نہیں کہا جائے گا۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُنْزَلِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰۤى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ﴿۱۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر۔ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر وتقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یاد کرواے حبیب! جب تم مسلمانوں سے فرما رہے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کرے۔ ہاں کیوں نہیں، اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر اسی وقت تمہارے اوپر حملہ آور ہو جائیں تو تمہارا رب پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا۔

﴿اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ: جب تم مسلمانوں سے فرما رہے تھے۔﴾ شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو حوصلہ دیتے ہوئے اور ان کی ہمت بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ’’تم اپنی ہمت بلند رکھو، کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد فرمائے۔ اس کے بعد فرمان ہے کہ تین ہزار فرشتوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اگر تم صبر وتقویٰ اختیار کرو اور اس وقت دشمن تم پر حملہ آور ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ پانچ ہزار ممتاز فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا۔ یہ ایک غیبی خبر تھی جو بعد میں پوری ہوئی اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے صبر وتقویٰ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتوں کو نازل فرمایا جنہوں نے میدانِ بدر میں مسلمانوں کی مدد کی۔

واقعۂ بدر سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت اور واقعہ سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... بدر میں شرکت کرنے والے تمام مہاجرین وانصار صابر اور متقی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد اتارنے کیلئے

صبر اور تقویٰ کی شرط رکھی تھی اور چونکہ فرشتے بعد میں نازل ہوئے تو اس سے معلوم ہوا کہ شرط پائی گئی تھی، یعنی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے صبر وتقویٰ کا مظاہرہ کیا تھا، لہٰذا صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے صبر اور تقویٰ پر قرآن گواہ ہے۔

(2)...... بدر میں تشریف لانے والے فرشتے دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں کہ رب عَزَّوَجَلَّ نے ان پر خاص نشان لگا دیئے تھے جن سے وہ دوسروں سے ممتاز ہو گئے اور احادیث میں اس کی صراحت بھی موجود ہے کہ بدر میں اترنے والے فرشتے دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔

(3)...... سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت اور مجاہدین کی مدد اعلیٰ عبادت ہے کہ یہ فرشتے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی مدد کیلئے نازل ہوئے اور دوسرے فرشتوں سے افضل قرار پائے۔ لہٰذا حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم تمام مسلمانوں سے افضل ہیں کہ یہ وہ خوش نصیب حضرات ہیں جنہیں حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت نصیب ہوئی۔ حدیث میں ہے "اللہ تعالیٰ نے اصحابِ بدر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے بارے میں فرمایا "تم جو چاہے عمل کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شهد بدراً، ۱۲/۳، الحديث: ۳۹۸۳)

شہداءِ بدر ہی کی فضیلت پر ضمناً دلالت کرنے والی یہ حدیث بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "غزوۂ بدر کے دن حضرت حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید ہو گئے تو ان کی والدہ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ مجھے حارثہ کتنا پیارا تھا، اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور ثواب کی امید رکھوں اور اگر خدانخواستہ معاملہ برعکس ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "تجھ پر افسوس ہے، کیا تو پگلی ہو گئی ہے؟ کیا خدا کی ایک ہی جنت ہے؟ اس کی جنتیں تو بہت ساری ہیں اور بے شک حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنت الفردوس میں ہے۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شهد بدراً، ۱۲/۳، الحديث: ۳۹۸۲)

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَىٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِۙ(۱۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ فتح اللہ نے نہ کی مگر تمہاری خوشی کے لئے اور اسی لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد نہیں مگر اللہ غالب حکمت والے کے پاس سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ نے اس امداد کو صرف تمہاری خوشی کے لئے کیا اور اس لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو زبردست ہے حکمت والا ہے۔

﴿وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ: اور اللہ نے اس امداد کو صرف تمہاری خوشی کے لئے کیا۔﴾ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اتار کر جو تمہاری مدد فرمائی وہ صرف تمہاری خوشی کے لئے کی اور اس لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو اطمینان نصیب ہو اور دشمن کی کثرت اور اپنی قِلَّت سے تمہیں پریشانی اور بے قراری نہ ہو۔ مسلمانوں کو ویسے ہی یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حقیقی مدد اسباب سے نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہوتی ہے لہٰذا چاہئے کہ بندہ صرف اَسباب پر نہیں بلکہ مُسَبِّبُ الاسباب پر نظر رکھے اور اسی پر توکل کرے۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی عظمت

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی خوشی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے کہ ان کی خوشی کیلئے ان کی مدد کی گئی۔

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس لئے کہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل کرے کہ نامراد پھر جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس لئے کہ وہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل و رسوا کردے تو وہ نامراد ہو کر لوٹ جائیں۔

﴿لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اس لئے کہ وہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے۔﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد اس لئے بھی فرمائی کہ کافروں کے بڑے بڑے سردار مارے جائیں، گرفتار کئے جائیں اور اس کے ذریعے کافروں کی قوت ختم ہو، چنانچہ بدر میں ایسا ہی ہوا۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے حبیب! آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں، اللہ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دیدے اور چاہے تو انہیں عذاب میں ڈال دے کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ: اے حبیب! آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔﴾ ہجرت کے چوتھے سال صفر کے مہینے میں سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ستر قاری صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ بئر معونہ کی طرف بھیجا تا کہ وہاں لوگوں کو قرآنِ پاک اور دینی مسائل کی تعلیم دیں، عامر بن طفیل نے دھوکے سے انہیں شہید کر دیا، ان کافروں کے خلاف حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بربادی کی دعا کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو روک دیا، اس کے متعلق یہ آیتِ کریمہ اتری۔"

(صاوی، ال عمران، تحت الآیة: ۱۲۸، ۱/۳۱۱-۳۱۲، مدارک، ال عمران، تحت الآیة: ۱۲۸، ص ۱۸۴، ملتقطاً)

اور فرما دیا گیا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کیلئے کوئی دعا نہ کریں۔ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دے اور چاہے تو عذاب دے۔ یہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وہ مبارک تربیت ہے جو ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ نے خود فرمائی اور ہر جگہ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کامل رہنمائی فرمائی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو سود دونا دون نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! دُگنا دَردُگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں کامیابی مل جائے۔

﴿ لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً : دُگنا دَردُگنا سود نہ کھاؤ۔﴾ اس آیت میں سود کھانے سے منع کیا گیا اور اسے حرام قرار دیا گیا۔ زمانۂ جاہلیت میں سود کی ایک صورت یہ بھی رائج تھی کہ جب سود کی ادائیگی کی مدت آتی، اگر اس وقت مقروض ادا نہ کر پاتا تو قرضخواہ سود کی مقدار میں اضافہ کر دیتا اور یہ عمل مسلسل کیا جاتا رہتا۔ اسے دُگنا دَردُگنا کہا جا رہا ہے۔

سود سے متعلق وعیدیں

سود حرامِ قطعی ہے، اسے حلال جاننے والا کافر ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کے متعلق سخت وعیدیں بیان ہوئی ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت 275، 276، 278 میں بھی سود کی حرمت کا بیان موجود ہے اور حدیث میں ہے۔

(1)...... حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب اس گناہ میں برابر ہیں۔ (مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب لعن آکل الربا وموکلہ، ص ۸۶۲، الحدیث: ۱۰۶(۱۵۹۹))

(2)...... حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''سود کا گناہ 73 درجے ہے، ان میں سب سے چھوٹا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔

(مستدرک، کتاب البیوع، انّ اربی الربا عرض الرجل المسلم، ۲/۳۳۸، الحدیث: ۲۳۰۶)

(3)...... حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''سود کا ایک درہم جو آدمی کو ملتا ہے اس کے 36 بار زنا کرنے سے زیادہ بُرا ہے۔

(شعب الایمان، الثامن والثلاثون من شعب الایمان، ۴/۳۹۵، الحدیث: ۵۵۲۳)

(4)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''معراج کی رات میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی مانند بڑے تھے اور ان میں سانپ تھے جو باہر

سے نظر آرہے تھے، میں نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام سے ان لوگوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کی: یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے۔ (ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا، ۳/۷۱، الحدیث: ۲۲۷۳)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہِ کبیرہ کر لینے سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ یہاں سود کی حرمت بیان کرتے ہوئے لوگوں سے ''اے ایمان والو'' کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔[1]

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار رکھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

﴿وَاتَّقُوا النَّارَ: اور اس آگ سے بچو۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: اس آیت میں ایمانداروں کو تہدید (دھمکی) ہے کہ سود وغیرہ جو چیزیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حرام فرمائی ہیں ان کو حلال نہ جانیں کیونکہ حرام قطعی کو حلال جاننا کفر ہے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۳۱، ۱/۳۰۰)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ورسول کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کیے جاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ: اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو۔﴾ فرمایا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرو اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کو کہتے ہیں، رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانبردار نہیں ہو سکتا۔

---

[1] ......سود سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے رسالہ ''سود اور اس کا علاج'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ سَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَۙ(۱۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان و زمین آجائیں پرہیزگاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ وہ پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

﴿وَ سَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ: اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو۔﴾ فرمایا گیا کہ گناہوں سے توبہ کر کے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرائض کو ادا کر کے، نیکیوں پر عمل پیرا ہو کر اور تمام اعمال میں اخلاص پیدا کر کے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بخشش اور جنت کی طرف جلدی کرو۔ پھر جنت کی وسعت اس طرح بیان فرمائی کہ لوگ سمجھ سکیں کیونکہ لوگ جو سب سے وسیع چیز دیکھتے ہیں وہ آسمان و زمین ہی ہے، اس سے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر تمام آسمانوں اور زمینوں کو ترتیب سے ایک لائن میں رکھ کر جوڑ دیا جائے تو جو وسعت بنے گی اُس سے جنت کی چوڑائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جنت کتنی وسیع ہے۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے دریافت کیا گیا کہ جنت آسمان میں ہے یا زمین میں؟ فرمایا: کون سی زمین اور کون سا آسمان ایسا ہے جس میں جنت سما سکے۔ عرض کیا گیا: پھر کہاں ہے؟ فرمایا: آسمانوں کے اوپر، عرش کے نیچے۔
(خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۳۳، ۱/۳۰۱)

جنت نہایت عظیم الشان جگہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے دیدار کا مقام ہے۔ قرآنِ پاک میں جنت کی عظمت کو بکثرت بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقے ہمیں جنتُ الفردوس میں اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا پڑوس نصیب فرمائے۔ یہ بات بھی سامنے رکھیں کہ اس آیت اور اس سے اوپر کی آیت ''وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ'' سے ثابت ہوا کہ جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں اور دونوں موجود ہیں کیونکہ دونوں آیتوں میں ماضی کے زمانے میں جنت و دوزخ کے تیار ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ : وہ جو خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔﴾ آیتِ مبارکہ میں متقین کے چار اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ (1) خوشحالی اور تنگدستی دونوں حال میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا، (2) غصہ پی جانا، (3) لوگوں کو معاف کردینا، (4) احسان کرنا۔

راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب

راہ خدا میں خرچ کرنے کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ (سبا: ۳۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے میں اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ۙ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ (فاطر: ۲۹، ۳۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی۔ تاکہ اللہ انہیں ان کے ثواب بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’خرچ کروتم پر خرچ کیا جائے گا۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب و کان عرشه علی الماء، ۳/۲۴۵، الحدیث: ۴۶۸۴، مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی النفقة وتبشیر المنفق بالخلف، ص۴۹۸، الحدیث: ۳۶(۹۹۳))

یعنی تم خدا عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرو، تمہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ملے گا۔

غصے پر قابو پانے کے چار فضائل

احادیث میں غصے پر قابو پانے کے کثیر فضائل مذکور ہیں ان میں سے 4 فضائل درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’بہادر وہ نہیں جو پہلوان ہو اور دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت خود کو قابو میں رکھے۔

(بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ۴/۱۳۰، الحدیث: ۶۱۱۴)

(2)......حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص اپنی زبان کو محفوظ رکھے گا، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور جو اپنے غصے کو روکے گا، قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ اپنا عذاب اس سے روک دے گا اور جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے عذر کرے گا، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے عذر کو قبول فرمائے گا۔(شعب الایمان، السابع والخمسون من شعب الایمان، فصل فی ترک الغضب... الخ، ۶/۳۱۵، الحدیث: ۸۳۱۱)

(3)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’جو اپنے غصہ میں مجھے یاد رکھے گا میں اسے اپنے جلال کے وقت یاد کروں گا اور ہلاک ہونے والوں کے ساتھ اسے ہلاک نہ کروں گا۔ (فردوس الاخبار، باب القاف، ۲/۱۳۷، الحدیث: ۴۴۷۶)

(4)......حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ’’اللّٰہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے بندے نے غصہ کا گھونٹ پیا، اس سے بڑھ کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک کوئی گھونٹ نہیں۔[1] (شعب الایمان، السابع والخمسون من شعب الایمان، فصل فی ترک الغضب... الخ، ۶/۳۱۴، الحدیث: ۸۳۰۷)

1......غصے کی عادت ختم کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا رسالہ ’’غصے کا علاج‘‘ پڑھنا بہت فائدہ مند ہے۔

عفوودرگزر کے فضائل

احادیث میں عفوودرگزر کے بھی کثیر فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے دو فضائل درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جسے یہ پسند ہو کہ اس کے لئے (جنت میں) محل بنایا جائے اور اس کے درجات بلند کئے جائیں تو اسے چاہئے کہ جو اس پر ظلم کرے یہ اسے معاف کرے اور جو اسے محروم کرے یہ اسے عطا کرے اور جو اس سے قطع تعلق کرے یہ اس سے ناطہ جوڑے۔

(مستدرك، كتاب التفسير، شرح آية: كنتم خير امّة... الخ، ۱۲/۳، الحديث: ۳۲۱۵)

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب لوگ حساب کے لئے ٹھہرے ہوں گے تو اس وقت ایک مُنادی یہ اعلان کرے گا: جس کا اجر اللّٰہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ پھر دوسری بار اعلان کرے گا کہ جس کا اجر اللّٰہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ پوچھا جائے گا کہ وہ کون ہے جس کا اجر اللّٰہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ منادی کہے گا: ان کا جو لوگوں (کی خطاؤں) کو معاف کرنے والے ہیں۔ پھر تیسری بار منادی اعلان کرے گا: جس کا اجر اللّٰہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ تو ہزاروں آدمی کھڑے ہوں گے اور بلا حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(معجم الاوسط، باب الالف، من اسمه احمد، ۵۴۲/۱، الحديث: ۱۹۹۸)

حلم وعفو کے دو عظیم واقعات

(1)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہمراہ چل رہا تھا اور آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کے کنارے موٹے اور کھردرے تھے، اچانک ایک دیہاتی نے آپ کی چادر مبارک کو پکڑ کر اتنے زبردست جھٹکے سے کھینچا کہ آپ کی مبارک گردن پر خراش آ گئی۔ وہ کہنے لگا: اللّٰہ تعالیٰ کا جو مال آپ کے پاس ہے آپ حکم فرمائیے کہ اس میں سے کچھ مجھے مل جائے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرا دیئے، پھر اسے کچھ مال عطا فرمانے کا حکم دیا۔ (بخاری، كتاب فرض الخمس، باب ما كان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم يعطی المؤلفة قلوبهم...الخ، ۳۵۹/۲، الحديث: ۳۱۴۹)

(2)......امام زینُ العابدین علی بن حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی لونڈی وضو کرواتے ہوئے ان پر پانی ڈال رہی تھی کہ اچانک اس کے ہاتھ سے برتن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے چہرے پر گر گیا جس سے چہرہ زخمی ہو گیا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

نے اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس نے عرض کی: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ ’’اور غصہ پینے والے‘‘ امام زین العابدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ اس نے پھر عرض کی: وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ’’اور لوگوں سے درگزر کرنے والے‘‘ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے۔ پھر عرض گزار ہوئی: وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ’’اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے‘‘ ارشاد فرمایا: جا! تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔

(ابن عساکر، ذکر من اسمہ علی، علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب، ۳۸۷/۴۱)

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓىٕكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔ ایسوں کا بدلہ ان کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں (نیک لوگوں) کا کیا اچھا نیگ (انعام، حصہ) ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ کہ جب کسی بے حیائی کا اِرتکاب کرلیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے اور یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے برے اعمال پر اصرار نہ کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے اور وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (یہ لوگ) ہمیشہ ان (جنتوں) میں رہیں گے اور نیک اعمال کرنے والوں کا کتنا اچھا بدلہ ہے۔

﴿ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ: اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔﴾ پرہیزگاروں کے اوصاف

کا بیان جاری ہے اور یہاں ان کا مزید ایک وصف بیان فرمایا، وہ یہ کہ اگر اُن سے کوئی کبیرہ یا صغیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو وہ فوراً اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد کر کے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، اپنے گناہ پر شرمندہ ہوتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں اور آئندہ کیلئے اس سے باز رہنے کا پختہ عزم کر لیتے ہیں اور اپنے گناہ پر اِصرار نہیں کرتے اور یہی مقبول توبہ کی شرائط ہیں۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ''تیہان نامی ایک کھجور فروش کے پاس ایک حسین عورت کھجوریں خریدنے آئی۔ دکاندار نے کہا کہ یہ کھجوریں اچھی نہیں ہیں، بہترین کھجوریں گھر میں ہیں، یہ کہہ کر اس عورت کو گھر لے گیا اور وہاں جا کر اس کا بوسہ لے لیا اور اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ اس عورت نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر۔ یہ سنتے ہی تیہان نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور شرمندہ ہو کر حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ایک روایت یہ ہے کہ ''دو شخصوں میں بڑا پیار تھا، ان میں سے ایک جہاد کے لئے گیا اور اپنا گھر بار دوسرے کے سپرد کر گیا۔ ایک روز اُس مجاہد کی بیوی نے اُس انصاری سے گوشت منگایا، وہ آدمی گوشت لے آیا، جب اُس مجاہد کی بیوی نے گوشت لینے کیلئے ہاتھ آگے بڑھایا تو اس نے ہاتھ چوم لیا لیکن چومتے ہی اسے سخت شرمندگی ہوئی اور وہ جنگل میں نکل گیا اور منہ پر طمانچے مارنا اور سر پر خاک ڈالنا شروع کر دی۔ جب وہ مجاہد اپنے گھر واپس آیا تو اپنی بیوی سے اپنے اُس دوست کا حال پوچھا۔ عورت بولی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے دوست سے بچائے۔ وہ مجاہد اُس کو تلاش کر کے حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لایا۔ اس کے حق میں یہ آیات اتریں۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۳۵، ۱/۳۰۲)

ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں واقعے اس آیت کا شانِ نزول ہوں۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آچکے ہیں تو زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم سے پہلے کئی طریقے گزر چکے ہیں تو زمین میں چل پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ: تم سے پہلے کئی طریقے گزر چکے ہیں۔﴾ اس آیت میں فرمایا گیا کہ اے لوگو! کافروں کو شروع میں مہلت دینے اور پھر ان کی گرفت کرنے کے حوالے سے تم سے پہلے بھی کئی طریقے گزر چکے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی حرص اور اس کی لذّات کی طلب میں انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مخالفت کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر بھی مہلتیں عطا فرمائیں۔ اس کے باوجود وہ راہِ راست پر نہ آئے تو انہیں ان کے اعمال کے سبب مختلف عذابوں کے ذریعے ہلاک و برباد کر دیا۔ تو اے لوگو! ان زمینوں کی طرف سفر کرو جہاں پہلے کفار آباد تھے جنہوں نے اپنے رسولوں کی مخالفت کی، جس کی وجہ سے ان پر عذابِ الٰہی آیا اور وہ تباہ کر دیئے گئے۔ ان کی اجڑی بستیاں دیکھ کر عبرت پکڑو اور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لاؤ۔ یاد رہے کہ عبرت و نصیحت اور صحیح مقصد کیلئے سیر و سیاحت کرنے میں بہت فوائد ہیں۔ نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ جیسے عذاب کی جگہ جا کر عبرت حاصل ہوتی ہے ایسے ہی رحمت کی جگہ جا کر برکت و نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ جیسے کسی ولی کے مزار پر جائیں تو جا کر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی دنیا میں ہی کیسی عزت افزائی فرماتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی کیسی محبت ڈال دیتا ہے؟ اس لئے ایسی رحمت والی جگہوں پر بھی برکت و نصیحت کیلئے جانا چاہیے۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ لوگوں کے لئے ایک بیان اور رہنمائی ہے اور پرہیزگاروں کیلئے نصیحت ہے۔

﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى: یہ لوگوں کے لئے ایک بیان اور رہنمائی ہے۔﴾ قرآنِ پاک کو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت اور نصیحت کیلئے نازل فرمایا لہٰذا قرآن کا حق ہے کہ اس کی تلاوت کے وقت اس پہلو کو بھی سامنے رکھا جائے اور اس میں مذکور اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نافرمانی کرنے والی قوموں کا انجام، قیامت کی سختیاں اور جہنم کے دردناک عذابات وغیرہ کے بارے میں پڑھ کر عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم ہمت نہ ہارو اور غم نہ کھاؤ ، اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب آؤ گے۔

﴿وَلَا تَهِنُوْا : اور سستی نہ کرو۔﴾ غزوۂ احد میں نقصان اٹھانے کے بعد مسلمان بہت غمزدہ تھے اور اس کی وجہ سے بعض کے دل سستی کی طرف مائل تھے۔ ان کی اصلاح کے لئے فرمایا کہ جنگِ اُحد میں جو تمہارے ساتھ پیش آیا ہے اس کی وجہ سے غم نہ کرو اور سستی کا مظاہرہ نہ کرو۔ جنگِ بدر میں شکست کے باوجود ان کافروں نے ہمت نہ ہاری اور تم سے مقابلہ کرنے میں سُستی سے کام نہ لیا تو تمہیں بھی سُستی اور کم ہمتی نہیں کرنی چاہئے لہٰذا تم ہمت جواں رکھو۔ اگر تم سچے ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے والے ہو تو بالآخر تم ہی کامیاب ہو گے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس حکم پر عمل کر کے دکھایا اور خلفائے راشدین کے زمانہ مبارکہ میں مسلمانوں کو ہر طرف فتح و نصرت حاصل ہوئی۔

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں اور اس لئے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کرا دے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرما دے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ : اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے۔﴾ اس آیت کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ اے مسلمانو! یاد رکھو کہ اگر اِس وقت میدانِ احد میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف اس سے پہلے میدانِ بدر میں پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں کہ کبھی ایک کی فتح ہوتی ہے تو کبھی دوسرے کی۔ نیز یہ بھی یاد رکھو کہ کبھی کبھار جو کافروں کو غلبہ حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی پہچان کروانا چاہتا ہے کہ ان میں کون ہر حال میں صبر واستقامت کا پیکر رہتا ہے اور کون بزدل بنتا ہے نیز کافروں کی فتح کے ذریعے اللہ تعالیٰ تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمانا چاہتا ہے تو کافروں کے غلبے میں بھی بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں، لہٰذا ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہو۔ درس: یہاں آیاتِ مبارکہ میں مسلمانوں کو بار بار بلند ہمت، باحوصلہ، چست اور ہوشیار ہونے کا فرمایا ہے اور کم ہمتی، سستی وکاہلی سے منع فرمایا ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان — گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

وَلِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کا نکھار کردے اور کافروں کو مٹادے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کو نکھار دے اور کافروں کو مٹادے۔

﴿وَلِیُمَحِّصَ اللّٰهُ : اور اس لئے کہ اللہ نکھار دے۔﴾ کافروں سے جہاد کی ایک اور حکمت بیان کی جارہی ہے کہ کافروں سے جو مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچتی ہیں وہ تو مسلمانوں کے لئے شہادت اور پاکیزگی کا ذریعہ بنتی ہیں جبکہ مسلمان جن کفار کو قتل کرتے ہیں تو یہ کفار کی بربادی کا ذریعہ بنتا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَیَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے مجاہدوں کا امتحان نہیں لیا اور نہ (ہی) صبر والوں کی آزمائش کی ہے۔

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ : کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے؟﴾ یہاں مسلمان پر آنے والی آزمائشوں کی حکمت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر تمہیں آزمائشیں آتی ہیں تو اس پر بے قرار اور حیرت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں کہ ہم تو مسلمان ہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کیوں تکلیفوں میں مبتلا فرما رہا ہے؟ یاد رکھو کہ تمہارا امتحان کیا جائے گا، تمہیں ایمان کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے کیسے زخم کھاتے اور تکلیف اُٹھاتے ہو اور کتنا ثابت قدم رہتے ہو۔ تھوڑی سی تکلیف پر چلّا اٹھنا اور دہائی دینا شروع کردینا ایمان والوں کا شیوہ نہیں۔ جنت میں داخلہ مطلوب ہے تو ان آزمائشوں پر پورا اترنا پڑے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں قربانی دینا پڑے گی اور ہر حال میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔

زباں پہ شکوۂ رنج و اَلَم لایا نہیں کرتے | نبی کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے

اِس میں اُن لوگوں کو سرزنش (تنبیہ) ہے جو اُحد کے دن کفار کے مقابلہ سے بھاگ گئے تھے۔ نیز اس آیت کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے اعمال اور اپنی حالت پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اگر ہمیں راہِ خدا میں اپنا مال یا وقت دینا پڑے تو ہم اس میں کتنا پورا اترتے ہیں؟ افسوس کہ ہماری حالت کچھ اچھی نہیں۔ فضولیات میں خرچ کرنے کیلئے پیسہ بھی ہے اور وقت بھی لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرتے وقت نہ پیسہ باقی رہتا ہے اور نہ وقت۔

تنبیہ: آیت میں علم کا لفظ ہے، یہاں اس سے مراد آزمائش کرنا ہے۔

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۪ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿١٤٣﴾ ع ١٤/١٤ ٥

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کے ملنے سے پہلے تو اب وہ تمہیں نظر آئی آنکھوں کے سامنے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اورتم موت کا سامنا کرنے سے پہلے تو اس کی تمنا کیا کرتے تھے، اب تم نے اسے آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا۔

﴿ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ: اورتم موت کی تمنا کیا کرتے تھے۔﴾ جب بدر کے شہداء کے درجے اورمرتبے اوران پر اللہ تعالیٰ کے انعام واحسان بیان فرمائے گئے تو جو مسلمان غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے انہیں حسرت ہوئی اورانہوں نے آرزو کی کہ کاش کسی جہاد میں انہیں حاضری میسر آئے اور شہادت کے درجات ملیں، انہی لوگوں نے حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اُحد پر جانے کے لئے اِصرار کیا تھا اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی،

(مدارك، ال عمران، تحت الآية: ١٤٣، ص١٨٨)

کہ پہلے تو شہادت کی موت کی تمنا کرتے تھے مگر جب میدانِ جنگ میں پہنچے تو بھاگنے لگے، یہ کیا ہے؟ یہ گویا ان کی تفہیم ہے یعنی انہیں سمجھایا گیا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُؕ اَفَاۡىٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْؕ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْــٴًـاؕ وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور محمد ایک رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وصال کر جائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا فرمائے گا۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ : اور محمد تو ایک رسول ہی ہیں۔﴾ شانِ نزول: جنگِ اُحد میں جب کافروں نے شور مچایا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شہید ہوگئے اور شیطان نے یہ جھوٹی اَفواہ مشہور کردی تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو بہت اِضطراب ہوا اور ان میں سے کچھ لوگ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے لیکن پھر جب ندا کی گئی کہ سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صحیح سلامت تشریف رکھتے ہیں تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی ایک جماعت واپس آ گئی۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں یوں بھاگ جانے پر ملامت کی تو اُنہوں نے عرض کیا: ہمارے ماں، باپ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فدا ہوں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شہادت کی خبر سن کر ہمارے دِل ٹوٹ گئے اور ہم سے ٹھہرا نہ گیا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی (تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآیۃ: ١٤٤، ٣/٣٧٦)

اور فرمایا گیا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد بھی امتوں پر اُن کے دین کی پیروی لازم رہتی ہے تو اگر ایسا ہوتا بھی کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شہید ہوجاتے یا ان کا وصال ہوجاتا تو بھی حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دین کی پیروی اور اس کی حمایت لازم رہتی کیونکہ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے بھی بہت سے رسول گزرے ہیں لیکن ان کے پیروکار اُن کے بعد اُن کے دین پر قائم رہے۔ رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بِعثَت کا مقصد تو رسالت کی تبلیغ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پیغام پہنچانا ہوتا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود رہنا، تو جیسے پہلے رسول گزر گئے اسی طرح حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی دنیا سے تشریف لے جائیں گے لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دین پر ثابت قدم رہو۔ یہ کیا بات ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے تشریف لے جانے کے بعد ان کے دین ہی سے پھر جاؤ۔ جو ایسا کرے گا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا تو کچھ نہیں بگاڑے گا بلکہ اپنا ہی نقصان کرے گا جبکہ جو دینِ اسلام سے نہ پھرے اور اپنے دین پر ثابت رہے وہ شکر گزاروں میں شمار کیا جائے گا کیونکہ اُنہوں نے اپنی ثابت قدمی سے نعمتِ اسلام کا شکر ادا کیا، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ سے ثواب و جزا کے امیدوار ہیں۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِی الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی سب کا وقت لکھا رکھا ہے اور جو دنیا کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کوئی جان اللہ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتی، سب کا وقت لکھا ہوا ہے اور جو شخص دنیا کا انعام چاہتا ہے ہم اسے دنیا کا کچھ انعام دیدیں گے اور جو آخرت کا انعام چاہتا ہے ہم اسے آخرت کا انعام عطا فرمائیں گے اور عنقریب ہم شکرادا کرنے والوں کو صلہ عطا کریں گے۔

﴿ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا : سب کا وقت لکھا ہوا ہے۔﴾ اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے اور مسلمانوں کو دُشمن کے مقابلہ پر جَری بنایا جارہا ہے کہ کوئی شخص بغیر حکمِ الٰہی کے مر نہیں سکتا، چاہے وہ کتنی ہی ہلاکت خیز لڑائی میں شرکت کرے اور کتنے ہی تباہ کن میدانِ جنگ میں داخل ہو جائے، جبکہ اس کے برعکس جب موت کا وقت آتا ہے تو کوئی تدبیر نہیں بچا سکتی خواہ وہ ہزاروں پہرے دار اور محافظ مقرر کر لے اور قلعوں میں جا چھپے کیونکہ ہر ایک کی موت کا وقت لکھا ہوا ہے، وہ وقت آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔

﴿ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا : اور جو دنیا کا انعام چاہتا ہے۔﴾ یہاں سے لوگوں کے دو گروہوں کا تذکرہ شروع ہوتا ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص صرف دنیا کی نعمتیں اور آسائشیں چاہتا ہے اور اس کے عمل سے صرف دنیا کا حصول مقصود ہوتا ہے ہم اسے دنیا دیدیتے ہیں یعنی اُس کے عمل پر اُسے دنیا کا فائدہ مل جاتا ہے اور چونکہ آخرت اس کا مطلوب نہیں لہٰذا آخرت کے ثواب سے وہ محروم رہتا ہے۔ جبکہ جو شخص اپنے عمل سے آخرت کا طالب ہوتا ہے اسے اُخروی ثواب عطا فرمایا جاتا ہے اور دنیا تو سب کو مل ہی جاتی ہے۔

اعمال کے ثواب کا دارومدار نیت پر ہے

اس سے معلوم ہوا اعمال میں دارومدار نیت پر ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث ہے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتُ" اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

(بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۱/۵، الحدیث: ۱)

جیسے یہاں جہاد کی بات چل رہی ہے تو جس کا مقصد جہاد سے صرف شہرت، دولت اور مالِ غنیمت ہوگا،

ہوسکتا ہے کہ اسے یہ چیزیں مل جائیں لیکن آخرت کا ثواب ہرگز نہیں ملے گا جبکہ اگر وہ آخرت کا طلبگار ہو تو آخرت کا ثواب تو اسے ملے گا، اس کے ساتھ وہ عزت وشہرت اور مالِ غنیمت سے بھی محروم نہیں رہے گا۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے تو نہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا، ان کے ساتھ بہت سے اللہ والے تھے تو انہوں نے اللہ کی راہ میں پہنچنے والی تکلیفوں کی وجہ سے نہ تو ہمت ہاری اور نہ کمزوری دکھائی اور نہ (دوسروں سے) دبے اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ: اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا۔﴾ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھایا جارہا ہے اور انہیں بتایا جارہا ہے کہ تم سے پہلے بہت سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جہاد کیا، ان کے ساتھ ان کے صحابہ بھی ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے جہاد کی تکالیف کے باوجود ہمت نہ ہاری اور کمزوری نہ دکھائی اور کافروں کے سامنے پسپائی کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں ڈٹے رہے اور مردانہ وار تمام تکالیف ومصائب کو برداشت کرتے رہے اور صبر واستقامت کے پیکر بنے رہے تو اے مسلمانو! تم تو وہ ہو کہ تمہارے نبی اُن تمام نبیوں کے سردار ہیں اور تم اُن تمام امتوں سے افضل ہو تو چاہیے کہ تمہاری بہادری اور استقامت ان سے زیادہ ہو، تمہاری ہمت اور حوصلہ ان سے بڑھ کر ہو، تم میں صبر کا مادہ ان سے زیادہ ہو، لہٰذا تم بھی اپنے اندر وہی اوصاف پیدا کرو۔ اس آیت کے شروع میں بیان ہوا کہ بہت سے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جہاد کیا اور ان کے ساتھ رَبّانی لوگ تھے۔ دونوں چیزوں کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ جہاد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے شروع ہوا، سب سے پہلے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جہاد فرمایا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے

پہلے کسی نبی نے جہاد نہ کیا تھا۔ البتہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد بہت سے پیغمبروں کی شریعت میں جہاد تھا جیسے حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت یوشع عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وغیرہا اور ربانی لوگوں سے مراد علماء، مشائخ اور متقی لوگ ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو راضی کرنے کی کوشش میں لگے رہیں۔ (بیضاوی، ال عمران، تحت الآیة: ١٤٦، ٢/١٠٠)

آیت ''وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ'' سے حاصل ہونے والا درس

اس آیتِ مبارکہ میں بہت سے درس ہیں، ان میں سے 2 یہ ہیں:

(1)......افضل کو افضل نیکیاں کرنی چاہئیں، وہ تمام ماتحتوں سے عمل میں بڑھ کر ہونا چاہیے، لہٰذا سیدوں، عالموں اور پیروں کو دوسروں سے زیادہ نیک ہونا چاہیے۔

(2)......دوسروں کے اعمال دکھا کر، سنا کر کسی کو جوش دِلانا سنتِ الٰہیہ ہے بلکہ تاریخی حالات کا جاننا اس نیت سے بہت بہتر ہے۔ اسی لئے مختلف محفلوں، عرسوں، بزرگانِ دین کے ایام میں ان کی عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں تاکہ عمل کا جذبہ پیدا ہو۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کچھ بھی نہ کہتے تھے سوا اس دعا کے کہ اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہمارے قدم جمادے اور ہمیں ان کافر لوگوں پر مدد دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ اپنی اس دعا کے سوا کچھ بھی نہ کہتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو اور ہمارے معاملے میں جو ہم سے زیادتیاں ہوئیں انہیں بخش دے اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

﴿ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا: اور وہ اپنی اس دعا کے سوا کچھ بھی نہ کہتے تھے کہ اے ہمارے رب!۔﴾ یعنی رسولوں کے ساتھی تکالیف پر بے صبری نہ دکھاتے اور دین کی حمایت اور جنگ کے مقامات میں اُن کی زبان پر کوئی ایسا کلمہ

نہ آتا جس میں گھبراہٹ، پریشانی اور تَزَلزُل (ڈگمگانے) کا شائبہ بھی ہوتا بلکہ وہ ثابت قدم رہتے اور مغفرت، ثابت قدمی اور فتح ونصرت کی دُعا کرتے۔ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحابہ کی جو دعا بیان کی گئی ہے اس میں انہوں نے اپنے آپ کو گنہگار کہا ہے، یہ عاجزی، انکساری اور بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے آداب میں سے ہے۔ لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ وہ خود کو گنہگار کہہ رہے ہیں اور ان کا پروردگار عَزَّوَجَلَّ انہیں رَبّانی یعنی اللہ والے فرمارہا ہے۔ اور حقیقت میں لطف کی بات یہی ہے بندہ خود کو گنہگار کہے اور اس کا رب عَزَّوَجَلَّ اسے ابرار (نیکوکار) فرمائے۔ کسی بزرگ کا فرمان ہے کہ ''ساری دنیا مجھے مردود کہے اور ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں، میں مقبول قرار پاؤں یہ اس سے بہتر ہے کہ ساری دنیا مجھے مقبول کہے اور رب کریم عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں، میں مردود قرار پاؤں۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے سے پہلے توبہ واستغفار کرنا آدابِ دعا میں سے ہے۔

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی اور نیکی والے اللہ کو پیارے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام (بھی) عطا فرمایا اور آخرت کا اچھا ثواب بھی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا: تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام (بھی) عطا فرمایا۔﴾ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مَعِیَّت میں دینِ خدا عَزَّوَجَلَّ کیلئے جدوجہد کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کی حسنِ نیت اور حسنِ عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں جہان کی کامیابیاں عطا فرمائیں، دنیا میں انہیں فتح ونصرت سے نوازا اور دشمنوں پر غلبہ عطا فرمایا جبکہ آخرت میں ان کیلئے مغفرت، جنت اور رضائے الٰہی کا انعام رکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کا ثواب دنیا کے انعام سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ آخرت کے ثواب پر لفظ ''حُسْنَ'' زیادہ فرمایا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دین کی خدمت کرنے والے کو دنیا بھی ملتی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں لوٹا دیں گے پھر ٹوٹا کھا کے پلٹ جاؤ گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے پھر تم نقصان اٹھا کر پلٹو گے۔

﴿اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اگر تم کافروں کی اطاعت کرو گے۔﴾ یہاں مسلمانوں کو بہت واضح الفاظ میں سمجھایا گیا ہے کہ اگر تم کافروں کے کہنے پر چلو گے یا ان کے پیچھے چلو گے خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی یا منافق یا مشرک، جس کے کہنے پر بھی چلو گے وہ تمہیں کفر، بے دینی، بدعملی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف ہی لے کر جائیں گے اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم آخرت کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا بھی تباہ کر بیٹھو گے۔ کتنے واضح اور کھلے الفاظ میں فرمادیا کہ کافروں سے ہدایات لے کر چلو گے تو وہ تمہاری دنیا وآخرت تباہ کر دیں گے اور آج تک کا ساری دنیا میں مشاہدہ بھی یہی ہے لیکن حیرت ہے کہ ہم پھر بھی اپنا نظام چلانے میں، اپنے کردار میں، اپنے کلچر میں، اپنے گھریلو معاملات میں، اپنے کاروبار میں ہر جگہ کافروں کے کہنے پر اور ان کے طریقے پر ہی چل رہے ہیں، جس سے ہمارا ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ ہمیں بار بار منع فرما رہا ہے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ اللہ تمہارا مولا ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ اللہ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے۔

﴿بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ: بلکہ اللہ ہی تمہارا مددگار ہے۔﴾ کافروں کی بات ماننے سے روکنے کے بعد فرمایا کہ یاد رکھو کہ یہ

کافر تمہارے مددگار نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے، لہٰذا تم اس کی اطاعت کرو کیونکہ ہر ایک اپنے مولا کی اطاعت کرتا ہے تو جب اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارا مولا ہے تو تم اسی کی اطاعت کرو۔

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًاۚ-وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُؕ-وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ(۱۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی دم جاتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا جس پر اس نے کوئی سمجھ نہ اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا برا ٹھکانا ناانصافوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرایا جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور وہ ظالموں کا کتنا برا ٹھکانہ ہے۔

﴿سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ: عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے۔﴾ اس آیت میں غیب کی خبر ہے، جب ابوسفیان وغیرہ جنگِ احد کے بعد واپس ہوئے تو راستہ میں خیال کیا کہ کیوں لوٹ آئے، سب مسلمانوں کو ختم کیوں نہ کردیا حالانکہ یہ اچھا موقعہ تھا۔ جب واپس ہونے پر آمادہ ہوئے تو قدرتی طور پر ان تمام کے دلوں میں مسلمانوں کا ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ مکہ چلے گئے اور یہ خبر پوری ہوئی۔ (بیضاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۱، ۲/۱۰۲)

وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖۚ-حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَؕ-مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَۚ-ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْۚ-وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْؕ-وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ(۱۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جب کہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا پھر تمہارا منہ ان سے پھیر دیا کہ تمہیں آزمائے اور بیشک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اللہ نے تمہیں اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جب تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی دکھائی اور حکم میں آپس میں اختلاف کیا اور تم نے اس کے بعد نافرمانی کی جب اللہ تمہیں وہ کامیابی دکھا چکا تھا جو تمہیں پسند تھی۔ تم میں کوئی دنیا کا طلبگار ہے اور تم میں کوئی آخرت کا طلبگار ہے۔ پھر اس نے تمہارا منہ ان سے پھیر دیا تا کہ تمہیں آزمائے اور بیشک اس نے تمہیں معاف فرما دیا ہے اور اللہ مسلمانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ: اور بیشک اللہ نے تمہیں اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔﴾ یہاں غزوۂ احد کی بات ہو رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ''بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنگِ اُحد میں اپنا وعدہ پورا فرما دیا کہ '' **وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ**'' یعنی تم ہی غالب ہو گے اگر تم سچے ایمان والے ہو۔ تو تم غالب تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے لیکن جب تم نے بزدلی دکھائی اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جو ایک پہاڑی درے پر جمے رہنے کا حکم دیا تھا اس میں آپس میں اختلاف کیا اور اس حکم میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری پسندیدہ کامیابی دکھا چکا تھا لیکن تم میں سے بعض نے مالِ غنیمت حاصل کرنے کی خاطر دنیا طلبی کیلئے درہ چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمہیں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ **واقعے کا خلاصہ** یہ ہے کہ کفار کی شکست کے بعد حضرت عبداللہ بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ جو تیرانداز تھے وہ آپس میں کہنے لگے کہ مشرکین کو شکست ہو چکی ہے، لہٰذا اب یہاں ٹھہر کر کیا کریں گے۔ چلو، کچھ مالِ غنیمت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ بعض حضرات نے یہ سن کر کہا کہ یہ جگہ مت چھوڑو کیونکہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تاکید کے ساتھ حکم فرمایا تھا کہ تم اپنی جگہ ٹھہرے رہنا اور کسی حال میں یہ جگہ نہ چھوڑنا، جب تک میرا حکم نہ آجائے، مگر لوگ غنیمت کے لئے چل پڑے اور حضرت عبداللہ بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ

تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ دس سے کم صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم رہ گئے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۲، ۱/۳۱۱)

دنیا طلب کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے وہ درہ چھوڑ دیا اور مالِ غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہوگئے اور آخرت کے طلبگاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے امیر حضرت عبداللّٰہ بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہے حتّٰی کہ شہید ہوگئے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ غزوۂ احد میں اِس مقام پر جن لوگوں نے خطا کی اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ لہٰذا یاد رہے کہ جو اس طرح کے واقعات کو لے کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی شان میں گستاخی کرے وہ بدبخت ہے کہ ان کی معافی کا اعلان ربُّ العالَمین عَزَّوَجَلَّ خود فرما چکا۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَاۤ اَصَابَكُمْؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ(۱۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: جب تم منہ اٹھائے چلے جاتے تھے اور پیٹھ پھیر کر کسی کو نہ دیکھتے اور دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے تو تمہیں غم کا بدلہ غم دیا اور معافی اس لئے سنائی کہ جو ہاتھ سے گیا اور جو افتاد پڑی اس کا رنج نہ کرو اور اللّٰہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جب تم منہ اٹھائے چلے جارہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے رہ جانے والی دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے تو اللّٰہ نے تمہیں غم کے بدلے غم دیا اور معافی اس لئے سنادی تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا نہ تو اس پر غم کرو اور نہ ہی اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے اور اللّٰہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

﴿فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ: تو اللّٰہ نے تمہیں غم کے بدلے غم دیا۔﴾ جنگِ احد میں جب کفار پیچھے سے آپڑے تو مسلمان گھبرا کر بھاگ پڑے مگر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور کچھ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور ثابت

قدم رہے۔ ثابت قدم رہنے والی جماعت سے دوسری جماعت کو آوازیں دی جارہی تھیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندو! ادھر آؤ مگر گھبراہٹ اور شور میں یہ لوگ نہ سن سکے۔ اس آیت میں اسی کا ذکر ہے اور اسی کے حوالے سے فرمایا جارہا ہے کہ اے مسلمانو! یاد کرو جب تم افراتفری میں منہ اٹھائے چلے جارہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے ثابت قدم رہ جانے والی دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے لیکن تم سن ہی نہ رہے تھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں غم دیا اس لئے کہ تم نے اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بات نہ مان کر انہیں غم پہنچایا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تمہیں معافی کی بشارت بھی سنادی تاکہ راہِ خدا میں اخلاص کے ساتھ کوشش کرنے کے باوجود جو مالِ غنیمت تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تم اس پر غم نہ کرو اور چونکہ تمہارے بہت سے ساتھی اس جنگ میں شہید ہوئے اور تمہیں بھی بہت سے زخم آئے تو اللہ تعالیٰ کے معافی کا اعلان کردینے کی وجہ سے تمہارے دلوں پر مرہم ہوجائے۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا اور خوشی کس قدر عزیز ہے کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی وجہ سے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو صدمہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی صدمے میں مبتلا کیا اور پھر صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی جاں نثاری اور اخلاص کی بھی کتنی قدر فرمائی کہ چونکہ ان کی خطا بری نیت سے نہ تھی بلکہ اِجتہادی طور پر وہاں خطا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دلجوئی کیلئے ان کی معافی کا اعلان بھی فرما دیا۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰى طَآىٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَ طَآىٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِیَّةِ ؕ یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ یُخْفُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَكَ ؕ یَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ كُتِبَ

عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر غم کے بعد تم پر چین کی نیند اتاری کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے تھی اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے جاہلیت کے سے گمان کہتے اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے ؟ تم فرمادو کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جاچکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے اور اس لئے کہ اللہ تمہارے سینوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر اس نے تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری جو تم میں سے ایک گروہ پر چھا گئی اور ایک گروہ وہ تھا جسے اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی تھی وہ اللہ پر ناحق گمان کرتے تھے، جاہلیت کے سے گمان۔ وہ کہہ رہے تھے کہ کیا اس معاملے میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے؟ تم فرمادو کہ اختیار تو سارا اللہ ہی کا ہے۔ یہ اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپا کر رکھتے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں، اگر ہمیں بھی اس معاملے میں کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جاچکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل کر آجاتے اور اس لئے ہوا کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اسے کھول کر رکھ دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

﴿ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا : پھر اس نے تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری۔﴾ غزوۂ احد میں تکالیف اٹھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلص مومنوں پر خاص کرم نوازی ہوئی، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پریشانی دور کرنے کے لئے ان پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری جو صرف مخلص صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم پر ہی اتری، اس کی برکت سے مسلمانوں کے دلوں میں جو رعب اور ہیبت طاری تھا وہ ختم ہوگیا اور مسلمان سکون واطمینان کی کیفیت میں

آ گئے۔ حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ روزِ اُحد نیند ہم پر چھا گئی ہم میدان میں تھے تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ جاتی تھی پھر اُٹھاتا تھا پھر چھوٹ جاتی تھی۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب امنۃ نعاساً، ۳/۱۹۵، الحدیث: ۴۵۶۲)

دوسری طرف منافقوں کا گروہ تھا جنہیں صرف اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی تھی، وہ اللّٰہ تعالیٰ پر معاذ اللّٰہ بدگمانیاں کررہے تھے کہ اللّٰہ تعالیٰ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد نہ فرمائے گا یا یہ کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شہید ہوگئے لہٰذا اب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دین باقی نہ رہے گا۔ (صاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۴، ۱/۳۲۵)

یہ صرف جاہلیت کے گمان تھے۔ پھر منافقین کے بارے میں فرمایا کہ یہ اپنے دلوں میں اپنا کفر، اللّٰہ تعالیٰ کے وعدوں پر بھروسہ نہ ہونا اور جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ آنے پر افسوس کرنا چھپائے ہوئے ہیں، ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وعدے معاذ اللّٰہ سچے نہیں ہیں لیکن یہ باتیں مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہیں کرسکتے۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہماری بھی کچھ چلتی ہوتی اور جنگ اُحد کے بارے میں ہمارا مشورہ مان لیا جاتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے ان کی بدگمانیوں اور بدکلامیوں کے رد میں فرمایا کہ ”اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا تقدیر میں لکھا جاچکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل کر آجاتے کیونکہ جیسے موت کا وقت مقرر ہے ایسے ہی موت کی جگہ بھی مُتَعَیَّن ہے۔ جس نے جہاں، جیسے مرنا ہے، وہ وہاں ویسے ہی مرے گا۔ گھروں میں بیٹھ رہنا کچھ کام نہیں آتا اور تقدیر کے سامنے ساری تدبیریں اور حیلے بے کار ہوجاتے ہیں۔ اس آیت کے آخر میں اللّٰہ تعالیٰ نے غزوہ احد میں پیش آنے والے واقعات کی حکمت بیان فرمائی کہ غزوہ اُحد میں جو کچھ ہوا وہ اس لئے ہوا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے دلوں کے اخلاص اور منافقت آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اسے سب کے سامنے کھول کر رکھ دے۔

آیت ”ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً“ سے حاصل ہونے والا درس

اس آیت میں مذکور واقعے میں بہت سے درس ہیں۔

(1)...... آزمائش کے وقت ہی کھرے کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے۔

(2)...... مسلمان صابر جبکہ منافق بے صبرا ہوتا ہے۔

(3)......مسلمان کو سب سے زیادہ فکر دین کی ہوتی ہے جبکہ منافق کو صرف اپنی جان کی فکر ہوتی ہے۔

(4)......مومن ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن رکھتا ہے جبکہ منافق معمولی سی تکلیف پر اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

(5)......اللہ تعالیٰ کے وعدے پر کامل یقین رکھنا کامل ایمان کی نشانی ہے۔

(6)......موت سے کوئی شخص فرار نہیں ہو سکتا، جس کی موت جہاں لکھی ہے وہاں آ کر ہی رہے گی لہٰذا جہاد سے فرار مسلمان کی شان لائق نہیں۔

(7)......غزوۂ اُحد میں منافقین کے علاوہ جتنے مسلمان تھے وہ سب اللہ تعالیٰ کے پیارے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر خصوصی کرم نوازی فرمائی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْاۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۠(۱۵۵)

ع٧
١٦

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں انہیں شیطان ہی نے لغزش دی ان کے بعض اعمال کے باعث اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا بیشک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تم میں سے وہ لوگ جو اس دن بھاگ گئے جس دن دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، انہیں شیطان ہی نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے لغزش میں مبتلا کیا اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا ہے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا حلم والا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ: بیشک تم میں سے وہ لوگ جو اس دن بھاگ گئے۔﴾ جنگِ احد میں چودہ اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے سوا جن میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم بھی شامل ہیں جو حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ رہے باقی تمام اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے قدم اکھڑ گئے تھے اور خصوصاً وہ

حضرات جنہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پہاڑی مورچے پر مقرر کیا تھا اور ہر حال میں وہیں ڈٹے رہنے کا حکم دیا تھا لیکن وہ ثابت قدم نہ رہ سکے بلکہ جب پہلے حملے ہی میں کفار کے قدم اکھڑ گئے اور مسلمان غالب آئے، تب ان دَرّے والوں نے کہا کہ چلو ہم بھی مالِ غنیمت جمع کریں۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے منع فرمایا مگر یہ لوگ سمجھے کہ فتح ہوچکی، اب ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دَرّہ چھوڑ دیا، بھاگتے ہوئے کفار نے درہ کو خالی دیکھا تو پلٹ کر درہ کی راہ سے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا، یہاں اسی کا ذکر ہے۔ ان حضرات سے یہ لغزش ضرور سرزد ہوئی لیکن چونکہ ان کے ایمان کامل تھے اور وہ مخلص مومن اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سچے غلام تھے اور آگے پیچھے کئی مواقع پر یہی حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اپنی جانیں قربان کرنے والے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی معافی کا اعلان فرمادیا تاکہ اگر ان کی لغزش سامنے آئے تو رب کریم عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ان کی عظمت بھی سامنے رہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْاۚ لِیَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْؕ وَ اللّٰهُ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (۱۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والوان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کی نسبت کہا جب وہ سفر یا جہاد کو گئے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے اس لئے کہ اللہ ان کے دلوں میں اس کا افسوس رکھے اور اللہ جلاتا (زندہ رکھتا) اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب وہ

سفر میں یا جہاد میں گئے کہ اگر یہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔ (ان کی طرح یہ نہ کہو) تا کہ اللہ ان کے دلوں میں اس بات کا افسوس ڈال دے اور اللہ ہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

﴿لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا: کافروں کی طرح نہ ہونا۔﴾ یہاں کافروں سے مراد اصلی کافر بھی بیان کئے گئے ہیں اور منافق بھی۔ ہم منافقین والا معنیٰ سامنے رکھ کر تفسیر کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! عبداللہ بن اُبی اور ان جیسے کافروں منافقوں کی طرح نہ ہونا جن کے نسبی بھائی یا منافقت میں بھائی بند سفر میں گئے اور مر گئے یا جہاد میں گئے اور مارے گئے تو یہ منافق کہتے ہیں کہ اگر یہ جانے والے ہمارے پاس رہتے اور سفر و جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ اس پر ایمان والوں سے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! تم ان کافروں کی طرح کی کوئی بات نہ کہنا تا کہ ان کی بات اور ان کا یہ عقیدہ کہ اگر سفر و جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے ان کے دلوں میں باعثِ حسرت بن جائے۔ حقیقی مسلمان تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ موت و حیات اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو مسافر اور غازی کو سلامت لے آئے اور محفوظ گھر میں بیٹھے ہوئے کو موت دیدے۔ کیا گھروں میں بیٹھا رہنا کسی کو موت سے بچا سکتا ہے اور جہاد میں جانے سے کب موت لازم ہے اور اگر آدمی جہاد میں مارا جائے تو وہ موت گھر کی موت سے کئی درجے بہتر ہے۔ لہٰذا منافقین کا یہ قول باطل اور فریب ہے اور ان کا مقصد مسلمانوں کو جہاد سے نفرت دلانا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَىٕنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت ان کے سارے دھن دولت سے بہتر ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک اگر تم اللہ کی راہ میں شہید کر دیے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت اس دنیا سے بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔

﴿وَلَىِٕنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور بیشک اگر تم اللہ کی راہ میں شہید کردیے جاؤ۔﴾ آیت میں فرمایا گیا کہ اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں شہید کردیے جاؤ یا تمہیں طبعی موت ہی آئے لیکن تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ہو تو یہ موت مغفرت اور رحمت کا سبب ہوگی اور ایسی موت دنیا کے دھن دولت سے بہتر ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں مرنا یہ ہے کہ جہاد کے راستے میں موت آئے اور اسی حکم میں یہ بھی داخل ہے کہ عبادت کرتے ہوئے یا ذکر کرتے ہوئے یا علمی خدمت کرتے ہوئے یا تبلیغِ دین کرتے ہوئے موت آجائے اس حال میں موت بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں موت ہے اور اس کا نتیجہ بھی ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور مغفرت ہے۔

وَلَىِٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اگر تم مرو یا مارے جاؤ تو اللہ ہی کی طرف اٹھنا ہے۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم مرجاؤ یا مارے جاؤ (بہر حال) تمہیں اللہ کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا۔

﴿وَلَىِٕنْ مُّتُّمْ: اور اگر تم مرجاؤ۔﴾ صدرُ الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ یہاں نہایت پُر لطف تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہاں مقاماتِ عَبدیّت کے تینوں مقاموں کا بیان فرمایا گیا پہلا مقام تو یہ ہے کہ بندہ بخوفِ دوزخ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی عبادت کرے تو اُس کو عذابِ نار سے امن دی جاتی ہے، اس کی طرف "لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ" میں اشارہ ہے۔ دُوسری قسم وہ بندے ہیں جو جنت کے شوق میں اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی عبادت کرتے ہیں اس کی طرف "وَرَحْمَةٌ" میں اشارہ ہے کیونکہ رحمت بھی جنت کا ایک نام ہے۔ تیسری قسم وہ مخلص بندے ہیں جو عشقِ الٰہی اور اس کی ذاتِ پاک کی محبت میں اِس کی عبادت کرتے ہیں اور اُن کا مقصود اُس کی ذات کے سوا اور کچھ نہیں ہے اِنہیں حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنے دائرۂ کرامت میں اپنی تجلّی سے نوازے گا اِس کی طرف "لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ" میں اشارہ ہے۔

(خزائن العرفان، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۵۸، ص ۱۴۱)

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ

فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ ﴿۱۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہوجاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے حبیب! اللہ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں اور اگر آپ تُرش مزاج، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے تو آپ ان کو معاف فرماتے رہو اور ان کی مغفرت کی دعا کرتے رہو اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو پھر جب کسی بات کا پختہ ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ: تو اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے۔﴾ اس آیت میں رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاقِ کریمہ کا بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ’’اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ کی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نرم دل، شفیق اور رحیم و کریم بنایا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مزاج میں اِس درجہ لُطف و کرم اور شفقت و رحمت پیدا فرمائی کہ غزوہ اُحد جیسے موقع پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے غضب کا اظہار نہ فرمایا حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس دن کس قدر اَذِیَّت و تکلیف پہنچی تھی اور اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سخت مزاج ہوتے اور میل برتاؤ میں سختی سے کام لیتے تو یہ لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دور ہوجاتے۔ تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان کی غلطیوں کو معاف کردیں اور ان کیلئے دعائے مغفرت فرمادیں تاکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سفارش پر اللہ تعالیٰ بھی انہیں معاف فرمادے۔

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاقِ کریمہ کی ایک جھلک

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاقِ کریمانہ کی تو کیا شان ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تورات و انجیل میں بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاقِ عالیہ کا ذکر فرمایا تھا: چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے زید بن سعنہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید بن سعنہ نے کہا: میں نے جب حضورِ اقدس صَلَّی

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے روئے انور کی زیارت کی تو اسی وقت آپ میں نبوت کی تمام علامات پہچان لیں، البتہ دو علامتیں ایسی تھیں جن کی مجھے خبر نہ تھی (کہ وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں ہیں یا نہیں) ایک یہ کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حلم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور دوسری یہ کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جتنا زیادہ جہالت کا برتاؤ کیا جائے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حلم اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔ میں موقع کی تلاش میں رہا تا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حلم دیکھ سکوں۔ ایک دن نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے حجروں سے باہر تشریف لائے اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ تھے کہ دیہاتی جیسا ایک شخص اپنی سواری پر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: فلاں قبیلے کی بستی میں رہنے والے قحط اور خشک سالی کی مصیبت میں مبتلا ہیں، میں نے ان سے کہا کہ اگر تم لوگ اسلام قبول کرلو تو تمہیں کثیر رزق ملے گا۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا ہے، یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے ڈر ہے کہ جس طرح وہ رزق ملنے کی امید پر اسلام میں داخل ہوئے کہیں وہ رزق نہ ملنے کی وجہ سے اسلام سے نکل نہ جائیں۔ اگر ممکن ہو تو ان کی طرف کوئی ایسی چیز بھیج دیں جس سے ان کی مدد ہو جائے۔ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس شخص کی طرف دیکھا اور حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو دکھایا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس میں سے کچھ باقی نہیں بچا۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں: میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب ہوا اور کہا: اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کیا آپ ایک مقررہ مدت تک فلاں قبیلے کے باغ کی معین مقدار میں کھجوریں مجھے بیچ سکتے ہیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے یہودی! ایسے نہیں، میں ایک مقررہ مدت تک اور مُعَیَّن مقدار میں کھجوریں تمہیں بیچوں گا لیکن کسی باغ کو خاص نہیں کروں گا۔ زید بن سعنہ کہتے ہیں: میں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں نے ایک مقررہ مدت تک معین مقدار میں کھجوروں کے بدلے 80 مثقال سونا حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دے دیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہ سونا اس شخص کو دے کر فرمایا ''یہ سونا ان لوگوں کے درمیان تقسیم کردو اور اس کے ذریعے ان کی مدد کرو۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں، جب وہ مدت پوری ہونے میں دو یا تین دن رہ گئے تو میں نے مسجد میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا دامنِ اقدس پکڑ کر تیز نگاہ سے دیکھتے ہوئے یوں کہا: اے محمد! میرا حق ادا کرو۔ اے عبد المطلب کے خاندان

والو! تم سب کا یہی طریقہ ہے کہ تم لوگ ہمیشہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں دیر لگایا کرتے ہو اور ٹال مٹول کرنا تم لوگوں کی عادت بن چکی ہے۔اس دوران میں نے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھیں ان کے چہرے پر گھوم رہی تھیں، انہوں نے جلال بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے مجھ سے فرمایا: اے دشمن خدا! کیا تم رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ایسی بات اور ایسی حرکت کر رہے ہو! اس خدا کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا، اگر مجھے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ابھی اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔ رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پرسکون انداز میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف دیکھنے لگے اور مسکرائے، پھر ارشاد فرمایا ''ہم دونوں کو اس کے علاوہ چیز کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم مجھے اچھے طریقے سے ادائیگی کا کہتے اور اسے اچھے انداز میں مطالبہ کرنے کا کہتے۔ اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، تم اسے اس کا حق دے دو اور بیس صاع کھجوریں اس کے حق سے زیادہ دے دینا۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں: (جب حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مجھے زیادہ کھجوریں دیں) تو میں نے کہا: اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، مجھے زیادہ کھجوریں کیوں دی جا رہی ہیں؟ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''مجھے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حکم دیا ہے کہ جو میں نے تمہیں ڈانٹا اس کے بدلے اتنی کھجوریں تمہیں زیادہ دے دوں۔ میں نے کہا: اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''نہیں۔ میں نے کہا: میں یہودیوں کا عالم زید بن سعنہ ہوں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''پھر تم نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کو جو باتیں کہیں اور ان کے ساتھ جو حرکت کی وہ کیوں کی؟ میں نے کہا: میں نے حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چہرہ انور کی زیارت کرتے ہی آپ میں نبوت کی تمام علامات پہچان لی تھیں، البتہ ان دو علامتوں کو دیکھنا باقی تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حلم آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جتنا زیادہ جہالت کا برتاؤ کیا جائے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حلم اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔ بے شک میں نے یہ علامتیں بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں پالی ہیں، تو اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ گواہ ہو جائیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نبی ہونے پر راضی ہوا۔ میں بہت مالدار ہوں، آپ گواہ ہو جائیں کہ میں نے اپنا آدھا مال تاجدار رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت پر صدقہ کر دیا۔ پھر حضرت زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سرکار دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّمَ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

(مستدرك، كتاب معرفة الصحابة رضى الله تعالى عنهم، ذكر اسلام زيد بن سعنة... الخ، ٧٩٢/٤، الحديث: ٦٦٠٦)

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ : اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو۔﴾ یعنی اہم کاموں میں ان سے مشورہ بھی لیتے رہیں کیونکہ اِس میں اِن کی دِلداری بھی ہے اور عزت افزائی بھی اور یہ فائدہ بھی کہ مشورہ سنت ہوجائے گا اور آئندہ امت اِس سے نفع اُٹھاتی رہے گی، پھر جب مشورے کے بعد آپ کسی بات کا پختہ ارادہ کرلیں تو اپنے کام کو پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں بیشک اللہ تعالیٰ تَوَکُّل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور ان کی مدد کرتا اور انہیں اس چیز کی طرف ہدایت دیتا ہے جو ان کے لئے بہتر ہو۔

مشورہ اور تَوَکُّل کے معنی اور توکل کی ترغیب

مشورہ کے معنی ہیں کسی معاملے میں دوسرے کی رائے دریافت کرنا۔ مشورہ لینے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ ''مشورے کے بعد جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کسی چیز کا پختہ ارادہ کرلیں تو اسی پر عمل کریں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کریں۔ توکل کے معنی ہیں اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی پر اعتماد کرنا اور کاموں کو اُس کے سپرد کردینا۔ مقصود یہ ہے کہ بندے کا اعتماد تمام کاموں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ہونا چاہئے، صرف اسباب پر نظر نہ رکھے۔

حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرے تو ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ اسے کافی ہوگا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو دنیا پر بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے سپرد فرمادیتا ہے۔

(معجم الاوسط، باب الجيم، من اسمه جعفر، ٣٠٢/٢، الحديث: ٣٣٥٩)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو تو تم کو ایسے رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر لوٹتے ہیں۔

(ترمذی، كتاب الزهد، باب في التوكل على الله، ١٥٤/٤، الحديث: ٢٣٥١)

اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو ایسا کون ہے جو پھر تمہاری مدد کرے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر اس کے بعد کون تمہاری مدد کرسکتا ہے؟ اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

﴿اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ: اگر اللہ تمہاری مدد کرے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ’’اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد وہی پاتا ہے جو اپنی قوت وطاقت پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ورحمت کا امیدوار رہتا ہے اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے چھوڑنے کے بعد کون تمہاری مدد کرسکتا ہے؟ یقیناً کوئی نہیں۔ غزوۂ بدر وحُنَین سے دونوں باتیں واضح ہوجاتی ہیں۔ غزوۂ بدر میں کفار کا لشکر تعداد، اسلحہ اور جنگی طاقت کے اعتبار سے مسلمانوں سے بڑھ کر تھا لیکن مسلمانوں کا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا جس کا نتیجہ مسلمانوں کی فتح وکامرانی کی شکل میں ظاہر ہوا اور فرشتوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی جبکہ غزوۂ حُنَین میں بعض مسلمانوں نے اپنی عددی کثرت پر فخر کا اظہار کیا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ پورا واقعہ سورۂ توبہ آیت 25 میں مذکور ہے۔

وَ مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّؕ-وَ مَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِۚ-ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ(۱۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ وہ کچھ چھپا رکھے اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا پھر ہر جان کو ان کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کسی نبی کا خیانت کرنا ممکن ہی نہیں اور جو خیانت کرے تو وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی ہوگی پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ: اور کسی نبی کا خیانت کرنا ممکن ہی نہیں۔﴾ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کا خیانت کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ شانِ نبوّت کے خلاف ہے، نیز انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں لہٰذا اُن سے ایسا ممکن نہیں۔ وہ نہ تو وحی کے معاملے میں خیانت کرتے ہیں اور نہ کسی اور معاملے میں۔ **شانِ نزول:** ایک جنگ میں مالِ غنیمت میں ایک چادر گم ہوگئی۔ بعض منافقوں نے کہا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے لئے رکھ لی ہوگی۔ اس پر یہ آیت اتری۔

(جمل علی الجلالین، ال عمران، تحت الآية: ١٦١، ١/٥٠٥)

اس سے کئی مسئلے معلوم ہوئے۔ **ایک** یہ کہ غنیمت کی تقسیم کے بغیر ناجائز طریقہ پر کچھ لینا سخت حرام ہے۔ **دوسرا** یہ کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام گناہوں سے معصوم ہیں۔ گناہ اور نبوت میں وہی نسبت ہے جو اندھیرے اور اجالے میں ہے۔ **تیسرا** یہ کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام پر بدگمانی منافقوں کا کام ہے اور کفر ہے۔ **چوتھا** یہ کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ کے ایسے پیارے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر سے لوگوں کی تہمتیں دور فرماتا ہے۔

خیانت کی مذمت

اس آیت میں خیانت کی مذمت بھی بیان فرمائی کہ جو کوئی خیانت کرے گا وہ کل قیامت میں اس خیانت والی چیز کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔ احادیث میں بھی خیانت کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جہنمیوں میں ایسے شخص کو بھی شمار فرمایا جس کی خواہش اور طمع اگرچہ کم ہی ہو مگر وہ اسے خیانت کا مرتکب کردے۔

(مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة واهل النار، ص١٥٣٢، الحدیث: ٦٣(٢٨٦٥))

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جو امانتدار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔

(مسند امام احمد، مسند المکثرین من الصحابة، مسند انس بن مالك بن النضر، ٤/٢٧١، الحدیث: ١٢٣٨٦)

حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”مومن ہر عادت اپنا سکتا ہے مگر جھوٹا اور خیانت کرنے والا نہیں ہوسکتا۔

(مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امامة الباهلی، ٨/٢٧٦، الحدیث: ٢٢٢٣٢)

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ

وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو اللہ کی مرضی پر چلا وہ اس جیسا ہوگا جس نے اللہ کا غضب اوڑھا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا بری جگہ پلٹنے کی۔ وہ اللہ کے یہاں درجہ درجہ ہیں اور اللہ ان کے کام دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: کیا وہ شخص جو اللہ کی خوشنودی کے پیچھے چلا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کے غضب کا مستحق ہوا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو؟ اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔ لوگوں کے اللہ کی بارگاہ میں مختلف درجات ہیں اور اللہ ان کے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

﴿ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ: کیا وہ شخص جو اللہ کی خوشنودی کے پیچھے چلا۔﴾ اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ کہاں وہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سچی محبت کرنے والا، اس کی اطاعت کرنے والا، اس کی خوشنودی کیلئے سب کچھ قربان کردینے والا جیسے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُم اور ان کے بعد کے صالحین رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اور کہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا، اس کے احکام سے منہ موڑنے والا، اس کی ناراضی کی پرواہ نہ کرنے والا اور اپنی خواہش کو رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر ترجیح دینے والا جیسے کفار و منافقین اور ان کے پیروکار نافرمان لوگ، یہ دونوں برابر کیسے ہوسکتے ہیں؟ ان لوگوں کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مختلف درجات ہیں، ہر ایک کی منزلیں اور مقامات جداگانہ ہیں۔ بروں کے الگ مقام اور اچھوں کے الگ جیسا کہ اس سے اگلی آیت میں فرمایا گیا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مَبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ : بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا۔﴾ عربی میں مِنَّت عظیم نعمت کو کہتے ہیں۔ مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عظیم احسان فرمایا کہ انہیں اپنا سب سے عظیم رسول عطا فرمایا۔ کیسا عظیم رسول عطا فرمایا کہ اپنی ولادتِ مبارکہ سے لے کر وصالِ مبارک تک اور اس کے بعد کے تمام زمانہ میں اپنی امت پر مسلسل رحمت و شفقت کے دریا بہا رہے ہیں بلکہ ہمارا تو وجود بھی حضور سید دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صدقہ سے ہے کہ اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہ ہوتے تو کائنات اور اس میں بسنے والے بھی وجود میں نہ آتے۔ پیدائشِ مبارکہ کے وقت ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہم امتیوں کو یاد فرمایا، شبِ معراج بھی ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں یاد فرمایا، وصال شریف کے بعد قبرِ انور میں اتارتے ہوئے بھی دیکھا گیا تو حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لب ہائے مبارکہ پر امت کی نجات و بخشش کی دعائیں تھیں۔ آرام دہ راتوں میں جب سارا جہاں محوِ استراحت ہوتا وہ پیارے آقا حبیب کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنا بستر مبارک چھوڑ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ہم گناہگاروں کے لئے دعائیں فرمایا کرتے ہیں۔ عمومی اور خصوصی دعائیں ہمارے حق میں فرماتے رہتے۔ قیامت کے دن سخت گرمی کے عالم میں شدید پیاس کے وقت ربِّ قہار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ہمارے لئے سرسجدہ میں رکھیں گے اور امت کی بخشش کی درخواست کریں گے۔ کہیں امتیوں کے نیکیوں کے پلڑے بھاری کریں گے، کہیں پل صراط سے سلامتی سے گزاریں گے، کہیں حوضِ کوثر سے سیراب کریں گے، کبھی جہنم میں گرے ہوئے امتیوں کو نکال رہے ہوں گے، کسی کے درجات بلند فرمارہے ہوں گے، خود روئیں گے ہمیں ہنسائیں گے، خود غمگین ہوں گے ہمیں خوشیاں عطا فرمائیں گے، اپنے نورانی آنسوؤں سے امت کے گناہ دھوئیں گے اور دنیا میں ہمیں قرآن دیا، ایمان دیا، خدا کا عرفان دیا اور ہزار ہا وہ چیزیں جن کے ہم قابل نہ تھے اپنے سایہ رحمت کے صدقے ہمیں عطا

فرمائیں ۔الغرض حضور سید دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احسانات اس قدر کثیر در کثیر ہیں کہ انہیں شمار کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔اس آیتِ مبارکہ کے الفاظ کی وضاحت کیلئے سورہ بقرہ آیت نمبر **129** کی تفسیر دیکھیں۔

اَوَلَمَّاۤ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَیْهَاۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَاؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۱۶۵) وَمَاۤ اَصَابَكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَۙ(۱۶۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے کہ اس سے دونی تم پہنچا چکے ہو تو کہنے لگو کہ یہ کہاں سے آئی تم فرما دو کہ وہ تمہاری ہی طرف سے آئی بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔اور وہ مصیبت جو تم پر آئی جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے کہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: کیا جب تمہیں کوئی ایسی تکلیف پہنچی جس سے دگنی تکلیف تم پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آ گئی؟ اے حبیب! تم فرما دو کہ اے لوگو! یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے آئی ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔اور دو گروہوں کے مقابلے کے دن تمہیں جو تکلیف پہنچی تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے (پہنچی) کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کرا دے۔

﴿اَوَلَمَّاۤ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ: کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچی۔﴾ یہاں غزوہ اُحد کا بیان ہے۔اسی پیرائے میں یہاں بیان کیا جارہا ہے کہ تمہیں میدانِ اُحد میں تکلیف پہنچی کہ تم میں سے ستر شہید ہوئے جبکہ میدانِ بدر میں کفار کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے تو کفار کا نقصان تو دُگنا ہوا۔اس پر فرمایا کہ جب تمہیں میدانِ احد میں ایسی تکلیف پہنچی جس سے دگنی تکلیف تم کافروں کو میدانِ بدر میں پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ ہمیں یہ تکلیف کیسے آ گئی؟ جبکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم میں سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف فرما ہیں۔اس پر انہیں جواب دیا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم ان سے فرما دو کہ یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے آئی ہے کہ تم نے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مرضی

کے خلاف مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر اصرار کیا، پھر وہاں پہنچنے کے بعد تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شدید ممانعت کے باوجود غنیمت کے لئے مرکز کو چھوڑا۔ یہی بات تمہارے قتل اور نقصان کا سبب بنی ہے۔ مزید اگلی آیت میں فرمایا کہ میدانِ اُحد میں کافروں اور مسلمانوں کے مقابلے کے دن تمہیں جو تکلیف پہنچی تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے تھی اور اس لئے پہنچی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایمان والوں کی پہچان کرا دے لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے پر راضی رہو۔

وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ یَوْمَىٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِیْمَانِ ۚ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یَكْتُمُوْنَ ۚ﴿۱۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لئے کہ پہچان کرا دے ان کی جو منافق ہوئے اور ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو ہٹاؤ بولے اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے اور اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس لئے (پہنچی) کہ اللہ منافقوں کی پہچان کرا دے اور (جب) ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو یا دشمنوں سے دفاع کرو تو کہنے لگے: اگر ہم اچھے طریقے سے لڑنا جانتے (یا کہنے لگے کہ اگر ہم اس لڑائی کو صحیح سمجھتے) تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے، یہ لوگ اس دن ظاہری ایمان کی نسبت کھلے کفر کے زیادہ قریب تھے۔ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے جو باتیں یہ چھپا رہے ہیں۔

﴿وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا: اور تاکہ منافقوں کی پہچان کروا دے۔﴾ غزوہ اُحد میں مسلمانوں کے نقصان اٹھانے کی حکمتوں کو مُتَعَدَّد مقامات پر بیان فرمایا گیا ہے جس میں بہت بڑی حکمت مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان امتیاز ظاہر کرنا تھا چنانچہ یہاں پر بھی فرمایا گیا کہ مسلمان لشکر کو میدانِ اُحد میں اس لئے تکلیف پہنچی تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں کو منافقوں کی پہچان کرا دے، کیونکہ منافقوں کی حالت یہ تھی کہ جب جنگِ اُحد شروع ہونے سے پہلے عبد اللہ بن اُبی وغیرہ منافقوں

سے کہا گیا کہ آؤ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرو یا صرف ہمارے ساتھ مل کر ہماری تعداد بڑھاؤ جس سے ایک قسم کا دفاع مضبوط ہوگا تو یہ منافق کہنے لگے کہ ''اگر ہم اچھے طریقے سے لڑنا جانتے'' یا کہنے لگے کہ ''اگر ہم اس لڑائی کو صحیح سمجھتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ ان منافقین کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ درحقیقت اس دن اپنے ظاہری ایمان کی نسبت کھلے کفر کے زیادہ قریب تھے۔ یہ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں یعنی یہ منہ سے تو یہ کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں لیکن ہم جنگ کرنا نہیں جانتے لیکن دل میں یہ کہتے ہیں کہ ''کفار کو اپنا دشمن نہ بناؤ، مسلمانوں کو ان کے ہاتھوں تباہ ہو جانے دو۔

اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۶۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور آپ بیٹھ رہے کہ وہ ہمارا کہنا مانتے تو نہ مارے جاتے تم فرمادو تو اپنی ہی موت ٹال دو اگر سچے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور خود بیٹھے رہے کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! تم فرمادو اگر تم سچے ہو تو اپنے سے موت دور کرکے دکھادو۔

﴿ اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ: جنہوں نے اپنے بھائیوں کے متعلق کہا۔﴾ منافقین نے اُحد میں شہید ہونے والوں کے بارے میں کہا کہ اگر یہ لوگ ہماری بات مان لیتے اور ہماری طرح گھر بیٹھے رہتے تو مارے نہ جاتے۔ ان کے جواب میں فرمایا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے سے موت کو دور کرکے تو دکھاؤ۔ یقیناً موت تو بہرحال آ کر ہی رہے گی خواہ آدمی گھر میں چھپ کر بیٹھ جائے، تو یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ ''اگر لوگ ہماری بات مان کر جہاد میں نہ جاتے تو نہ مارے جاتے۔

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں

روزی پاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا: اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا۔﴾ شانِ نزول اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت شہداءِ احد کے حق میں نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اَرواح کو سبز پرندوں کے جسم عطا فرمائے، وہ جنتی نہروں پر سیر کرتے پھرتے ہیں، جنتی میوے کھاتے ہیں، سونے کی اُن قندیلوں میں رہتے ہیں جو عرش کے نیچے لٹک رہی ہیں۔ جب ان شہداء کرام نے کھانے، پینے اور رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا کہ پیچھے دنیا میں رہ جانے والے ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا۔ پس یہ آیت نازل فرمائی۔ (ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی فضل الشهادة، ۳/۲۲، الحديث: ۲۵۲۰)

شُہداء کی شان

اس سے ثابت ہوا کہ اَرواح باقی ہیں جسم کے فنا ہونے کے ساتھ فنا نہیں ہوتیں۔ یہاں آیت میں شہداء کی کئی شانیں بیان ہوئی ہیں: فرمایا کہ وہ کامل زندگی والے ہیں، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہیں، انہیں رب کریم کی طرف سے روزی ملتی رہتی ہے، وہ بہت خوش باش ہیں۔ شہداء کرام زندوں کی طرح کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں۔ آیتِ مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ شہیدوں کے روح اور جسم دونوں زندہ ہیں۔ علماء نے فرمایا کہ شہداء کے جسم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں، مٹی ان کو نقصان نہیں پہنچاتی اور صحابہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُم کے زمانے میں اور اس کے بعد اس بات کا بکثرت معائنہ ہوا ہے کہ اگر کبھی شہداء کی قبریں کھل گئیں تو ان کے جسم تروتازہ پائے گئے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآية: ۱۶۹، ۱/۳۲۳)

فَرِحِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منارہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (وہ) اس پر خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اور اپنے پیچھے (رہ جانے والے) اپنے بھائیوں پر بھی خوش ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿ فَرِحِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ: اس پر خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے۔﴾ شہداءِ کرام کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، انعام و احسان، اعزاز و اکرام اور موت کے بعد اعلیٰ قسم کی زندگی دیئے جانے پر خوش ہیں نیز اس پر خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا مقرب بنایا، جنت کا رزق اور اس کی نعمتیں عطا فرمائیں اور جنت کی منزلیں حاصل کرنے کے لئے شہادت کی توفیق عطا فرمائی۔ نیز وہ اس بات پر بھی خوشی منا رہے ہیں کہ ان کے بعد دنیا میں رہ جانے والے ان کے مسلمان بھائی دنیا میں ایمان اور تقویٰ پر قائم ہیں اور جب وہ بھی شہید ہو کر اِن کے ساتھ ملیں گے تو وہ بھی اِن کرم نوازیوں کو پائیں گے اور قیامت کے دن امن اور چین کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ج ع

ع ۱۷ / ۸

ترجمۂ کنزالایمان: خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوشیاں منارہے ہیں اور اس بات پر کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا۔

﴿ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ: وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوشیاں منارہے ہیں۔﴾ شہداء اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نعمت پر خوشیاں مناتے ہیں اور ان کے ہر زخم کے بدلے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارشیں ان پر نازل ہوتی ہیں۔

شہداء کے چھ فضائل

(1)...... حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس کسی کے راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں زخم لگا وہ روزِ قیامت ویسا ہی آئے گا جیسا زخم لگنے کے وقت تھا، اس کے خون میں خوشبو مشک کی ہوگی اور رنگ خون کا۔ (بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب من یجرح فی سبیل اللّٰہ عزوجل، ۲/۲۵۴، الحدیث: ۲۸۰۳)

(2)...... حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ’’شہید کو قتل سے تکلیف نہیں ہوتی مگر ایسی جیسی کسی کو ایک خراش لگے۔

(ترمذی، کتاب فضائل الجھاد، باب ما جاء فی فضل المرابط، ۳/۲۵۲، الحدیث: ۱۶۷۴)

(3)...... حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’شہید کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللّٰہ کفرت خطایاہ الا الدّین، ص۱۰۴۶، الحدیث: ۱۱۹(۱۸۸۶))

(4)...... حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جنت میں جانے کے بعد شہید یہ تمنا کرے گا کہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے اور دس بار (اللّٰہ کے راستے میں) قتل کیا جاؤں۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الشھادۃ فی سبیل اللّٰہ تعالٰی، ص۱۰۴۳، الحدیث: ۱۰۹(۱۸۷۷))

(5)...... حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے: میری یہ تمنا ہے کہ میں اللّٰہ تعالٰی کے راستے میں جہاد کروں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر جہاد کروں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر جہاد کروں پھر شہید کیا جاؤں۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجھاد والخروج فی سبیل اللّٰہ، ص۱۰۴۲، الحدیث: ۱۰۳(۱۸۷۶))

(6)...... حضرت اسلم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ دعا مانگی ’’اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ ، وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ ‘‘ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ، مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے شہر میں وفات نصیب فرما۔

(بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، ۱۳- باب، ۱/۶۲۲، الحدیث: ۱۸۹۰)

اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کے نکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جو اللہ اور رسول کے بلانے پر زخمی ہونے کے باوجود (فوراً) حاضر ہو گئے ان نیک بندوں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے۔

﴿ اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ: وہ لوگ جو اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو گئے۔﴾ **شانِ نزول:** جنگِ احد سے فارغ ہونے کے بعد جب ابوسفیان، اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ''روحاء'' نامی جگہ پہنچا تو انہیں افسوس ہوا کہ وہ واپس کیوں آ گئے، مسلمانوں کا بالکل خاتمہ ہی کیوں نہ کر دیا۔ یہ خیال کر کے انہوں نے پھر واپس ہونے کا ارادہ کیا تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ابوسفیان کے تعاقُب کے لئے روانگی کا اعلان فرما دیا، صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی ایک جماعت جن کی تعداد ستر تھی اور جو جنگِ احد کے زخموں سے چور ہو رہے تھے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اعلان پر حاضر ہو گئے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس جماعت کو لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ جب حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ''حَمْرَاءُ الْاَسَد'' نامی جگہ پر پہنچے جو مدینہ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے تو وہاں معلوم ہوا کہ مشرکین خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(مدارك، ال عمران، تحت الآية: ۱۷۲، ص۱۹۷)

اس آیت میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عظمت و ہمت کا بیان بھی ہے کہ زخموں سے چُور چُور ہونے کے باوجود سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم پر فوراً حاضر ہو گئے۔

یہ غازی یہ تیرے پُراَسرار بندے | جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے دریا و صحرا | سمٹ کر پہاڑ اِن کی ہیبت سے رائی

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ

اِيْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللّٰہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔ تو پلٹے اللّٰہ کے احسان اور فضل سے کہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی اور اللّٰہ کی خوشی پر چلے اور اللّٰہ بڑے فضل والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے (ایک لشکر) جمع کرلیا ہے سو ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا اور کہنے لگے: ہمیں اللّٰہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ پھر یہ اللّٰہ کے احسان اور فضل کے ساتھ واپس لوٹے، انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور انہوں نے اللّٰہ کی رضا کی پیروی کی اور اللّٰہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ : یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا۔﴾ **شانِ نزول:** جنگِ اُحد سے واپس ہوتے ہوئے ابوسفیان نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پکار کر کہہ دیا تھا کہ اگلے سال ہماری آپ کی مقامِ بدر میں جنگ ہوگی۔ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے جواب میں فرمایا: ''اِنْ شَآءَ اللّٰہ'' جب وہ وقت آیا اور ابوسفیان اہلِ مکہ کو لے کر جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے دل میں خوف ڈالا اور انہوں نے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر ابوسفیان کی نُعَیم بن مسعود سے ملاقات ہوئی جو عمرہ کرنے آیا تھا۔ ابوسفیان نے اس سے کہا کہ اے نُعَیم! اِس زمانہ میں میری لڑائی مقامِ بدر میں محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ طے ہو چکی ہے اور اس وقت مجھے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں جنگ میں نہ جاؤں بلکہ واپس چلا جاؤں۔ لہٰذا تم مدینے جاؤ اور حکمت و تدبیر کے ساتھ مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں جانے سے روک دو۔ اس کے عوض میں تجھے دس اونٹ دوں گا۔ نُعَیم نے مدینہ پہنچ کر دیکھا کہ مسلمان جنگ کی تیاری کر رہے ہیں، یہ دیکھ کر اُن سے کہنے لگا کہ تم جنگ کے لئے جانا چاہتے ہو، اہلِ مکہ نے تمہارے لئے بڑے لشکر جمع کئے ہیں۔ خدا کی قسم! تم میں سے ایک بھی سلامت واپس نہ آئے گا۔ حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''خدا کی قسم، میں ضرور جاؤں گا چاہے میرے ساتھ کوئی بھی نہ ہو۔ چنانچہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّمَ ستر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو ساتھ لے کر'' حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ '' پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے اور بدر میں پہنچے، وہاں آٹھ دن قیام کیا، مال تجارت ساتھ تھا اسے فروخت کیا اور خوب نفع ہوا اور پھر سلامتی کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس آئے اور جنگ نہیں ہوئی۔ چونکہ ابوسفیان اور اہلِ مکہ خوف زدہ ہو کر مکہ مکرمہ کو واپس ہو گئے تھے اس واقعہ کے متعلق یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۷۲، ۱/۳۲۵-۳۲۶)

اس واقعہ کو بدرِ صغریٰ کا واقعہ کہتے ہیں۔ اِس واقعہ سے بھی صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عظمت واضح ہوتی ہے کہ جب انہیں کافروں کے بڑے بڑے لشکروں سے ڈرایا جارہا ہے تو بجائے ڈرنے اور بزدلی دکھانے کے ان کی ہمت اور جواںمردی اور بڑھ جاتی ہے، ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان کی زبانوں پر ایک ہی وظیفہ جاری ہوتا ہے کہ ہمیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کافی ہے اور وہی سب سے اچھا کارساز ہے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو شیطان ہی ہے کہ اپنے دوستوں سے دھمکاتا ہے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ تو شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔

﴿اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ: بیشک وہ تو شیطان ہی ہے۔﴾ یہاں پچھلے واقعے ہی کا بیان ہے کہ وہ تو شیطان ہے جو مسلمانوں کو مشرکین کی کثرت سے ڈراتا ہے جیسا کہ نُعَیم بن مسعود نے کیا کہ وہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے لیکن اللّٰہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ان منافقین اور مشرکین کا خوف نہ کرو جو شیطان کے دوست ہیں، بلکہ صرف اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ ایمان کا تقاضا ہی یہ ہے کہ بندے کو خدا عَزَّوَجَلَّ ہی کا خوف ہو اور جب یہ خوف پیدا ہو جاتا ہے تو پھر کسی دوسرے کا خوف باقی نہیں رہتا۔ اس آیتِ مبارکہ سے پتہ چلا کہ مسلمانوں کو کافروں سے ڈرانا، مسلمانوں کے حوصلے پست کرنا، ان کے سامنے کافروں

کی طاقت کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا تا کہ مسلمان ہمت ہار بیٹھیں اور کفار سے مقابلے کا نام تک نہ لیں یہ سب حرکتیں کفار ومنافقین کی ہیں۔ایسے لوگوں کی ہمارے زمانے میں کمی نہیں جنہیں مسلمانوں کو تو ہمت وحوصلہ دینے کی توفیق نہیں لیکن وہ کفار کی طاقت کو ایسا بڑھا چڑھا کر پیش کریں گے کہ مسلمان ان سے مقابلے کا نام لینے سے بھی گھبرائیں۔اخبار وغیرہ کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں۔

وَلَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِۚ-اِنَّهُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْــٴًـاؕ-یُرِیْدُ اللّٰهُ اَلَّا یَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَةِۚ-وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ(۱۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر پر دوڑتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑسکیں گے۔ اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

﴿وَلَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ: اور اے حبیب! تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں۔﴾ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی تسلی کیلئے یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ان لوگوں کا غم نہ کریں جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں اور اس کیلئے کوشش کرتے ہیں خواہ وہ کفارِ قریش ہوں یا منافقین یا یہودیوں کے سردار یا مُرتدین، یہ سب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے مقابلہ کے لیے کتنے ہی لشکر جمع کرلیں، کامیاب نہ ہوں گے۔ اور ان کے حق میں اللہ تعالٰی یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ملنے والے ثواب میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اسی لئے اس نے انہیں ان کے کفر و سرکشی میں بھٹکتا چھوڑ دیا اور ان کے لئے اخروی ثواب سے مکمل طور پر محرومی کے ساتھ ساتھ جہنم کا بڑا عذاب بھی ہے تو اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، جن کے لئے ناکامی، محرومی اور دردناک عذاب مقدر ہو چکا ہے ان سے کوئی اندیشہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْــٴًـاۚ-وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۱۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے ایمان کی بجائے کفر اختیار کیا وہ ہرگز اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ: بے شک وہ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر اختیار کیا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ منافقین جو کلمہ ایمان پڑھنے کے بعد کافر ہوئے یا وہ لوگ جو ایمان پر قادر ہونے کے باوجود کافر ہی رہے اور ایمان نہ لائے یہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے بلکہ ان کے کفر کا وبال انہی کے سر آئے گا۔

وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْؕ-اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًاۚ-وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ(۱۷۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لئے بھلا ہے، ہم تو اسی لئے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ اور گناہ میں بڑھیں اوران کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کافر ہرگز یہ گمان نہ رکھیں کہ ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے، ہم تو صرف اس لئے انہیں مہلت دے رہے ہیں کہ ان کے گناہ اور زیادہ ہو جائیں اوران کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

﴿وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا: اور کافر ہرگز یہ گمان نہ رکھیں۔﴾ اللہ تعالیٰ عموماً فوری طور پر کسی گناہ پر گرفت نہیں فرماتا بلکہ مہلت دیتا ہے اور دنیاوی آسائشوں کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے اس سے بہت سے لوگ اس دھوکے میں پڑے رہتے ہیں کہ ان کا کفر اوران کی حرکتیں کچھ نقصان دہ نہیں ہیں ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ کافروں کو لمبی عمر ملنا، انہیں فوری عذاب نہ ہونا اور انہیں مہلت دیا جانا ایسی چیز نہیں کہ جسے وہ اپنے حق میں بہتر سمجھیں بلکہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں یہی مہلت ان کے گناہوں میں اضافے اوران کی تباہی و بربادی کا سبب بننے والی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس مہلت کو اپنے حق میں ہرگز بہتر نہ سمجھیں۔

لمبی عمر پانا کیسا ہے؟

لمبی عمر پانا اچھا بھی ہوسکتا ہے اور برا بھی۔ جیسا کہ حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، ایک شخص نے حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا کہ کون شخص اچھا ہے؟ ارشاد فرمایا، جس کی عمر دراز ہو اور عمل اچھے ہوں۔ عرض کیا گیا: اور بدتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا، جس کی عمر دراز ہو اور عمل خراب ہوں۔

(ترمذی، کتاب الفتن، ۲۲-باب منه، ۴/۱۴۸، الحدیث: ۲۳۳۷)

اور حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "قضاعہ قبیلے کے دو شخص نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے، ان میں ایک تو شہید ہوگیا اور دوسرا مزید ایک سال تک زندہ رہا، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ بعد میں مرنے والا شہید سے بھی پہلے جنت میں داخل ہوگیا، مجھے اس پر تعجب ہوا تو صبح میں نے یہ واقعہ حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا تو ارشاد فرمایا: کیا اس نے اس کے بعد ایک رمضان کے روزے نہ رکھے تھے اور چھ ہزار رکعت نماز اور اتنی اتنی سنتیں نہ پڑھی تھیں؟ (مسند امام احمد، مسند ابی هريرة، ۳/۲۲۹، الحدیث: ۸۴۰۷)

مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰى یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِؕ-وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ۪-فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۚ-وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ(۱۷۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ مسلمانوں کو اسی حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کردے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کی یہ شان نہیں کہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے جس پر (ابھی) تم ہو جب تک وہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کردے اور (اے عام لوگو!) اللہ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اللہ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا ہے جنہیں پسند فرماتا ہے تو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ: اللّٰہ کی یہ شان نہیں کہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے جس پر (ابھی) تم ہو۔﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے صحابہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم، یہ حال نہیں رہے گا کہ منافق ومومن ملے جلے رہیں بلکہ عنقریب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے مسلمانوں اور منافقوں کو جدا جدا کردے گا۔

اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ’’میری امت کی پیدائش سے پہلے جب میری امت مٹی کی شکل میں تھی اس وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انہوں نے اِستہزاء کے طور پر کہا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا گمان ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا، جبکہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتے نہیں۔ اس پر حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللّٰہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا ’’ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن (اعتراض) کرتے ہیں، آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دے دوں۔ حضرت عبداللّٰہ بن حذافہ سہمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا: حذافہ، پھر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رَبُوبِیَّت پر راضی ہوئے، اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوئے، قرآن کے امام و پیشوا ہونے پر راضی ہوئے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے، ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے معافی چاہتے ہیں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کیا تم باز آ ؤ گے؟ کیا تم باز آ ؤ گے؟ پھر منبر سے اتر آئے اس پر اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔
(خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۷۹، ۱/۳۲۸)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ایسے سوالات کئے گئے جو ناپسند تھے جب زیادہ کئے گئے تو آپ ناراض ہوگئے، پھر لوگوں سے فرمایا کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ ایک شخص عرض گزار ہوا: میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا ’’تمہارا باپ حُذافہ ہے۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا ’’سالم مولی شیبہ ہے۔ جب حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چہرۂ انور کی حالت دیکھی تو عرض کی: یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف توبہ کرتے ہیں۔ (بخاری، کتاب العلم، باب الغضب فی الموعظۃ والتعلیم... الخ، ۱/۵۱، الحدیث: ۹۲)

دوسری روایت یوں ہے: حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ سورج ڈھلنے پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ باہر تشریف لائے اور نمازِ ظہر پڑھی، پھر منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر کیا اور بتایا کہ اس میں بڑے بڑے امور ہیں۔ پھر فرمایا ’’جو کسی چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھنا چاہتا ہو تو پوچھ لے اور تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہیں پوچھو گے مگر میں تمہیں اسی جگہ بتا دوں گا، پس لوگ بہت زیادہ روئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے پوچھ لو۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے: میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا ’’تمہارا باپ حذافہ ہے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے پوچھ لو۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ گھٹنوں کے بل ہو کر عرض گزار ہوئے: ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خاموش ہو گئے، پھر فرمایا ’’ابھی مجھ پر جنت اور جہنم اس دیوار کے گوشے میں پیش کی گئیں، میں نے ایسی بھلی اور بری چیز نہیں دیکھی۔

(بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب وقت الظھر عند الزوال، ۱/۲۰۰، الحدیث: ۵۴۰)

ان اَحادیث سے ثابت ہوا کہ سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو قیامت تک کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علمِ غیب میں اعتراض کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ آیت میں فرمایا گیا کہ ’’اے عام لوگو! اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا ہے اور ان برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سیدُ الانبیاء، حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں، انہیں سب سے بڑھ کر غیب کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ اس آیت سے اور اس کے سوا بکثرت آیات واحادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلطانِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو غیب کے علوم عطا فرمائے اور غیبوں کا علم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا معجزہ ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ ’’اے لوگو! تمہیں غیب کا علم نہیں دیا جاتا، تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، جس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اس بات کی تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کیا ہے۔

علمِ غیب سے متعلق 10 احادیث

(1)......حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا، اس نے اپنا دستِ قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا، میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی، اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

(سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ص، ۵/۱۶۰، الحدیث: ۳۲۴۶)

(2)......سنن ترمذی میں ہی حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی روایت میں ہے کہ ”جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب میرے علم میں آ گیا۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ص، ۱۵۸/۵، الحدیث: ۳۲۴۴)

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”بے شک میرے سامنے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا اٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، اس روشنی کے سبب جو اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے روشن فرمائی جیسے محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) سے پہلے انبیاء عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے روشن کی تھی۔

(حلیۃ الاولیاء، حدیر بن کریب، ۱۰۷/۶، الحدیث: ۷۹۷۹)

(4)......حضرت حذیفہ بن اُسید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”گزشتہ رات مجھ پر میری اُمت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی، بے شک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانتا ہے۔ (معجم الکبیر، حذیفہ بن اسید... الخ، ۱۸۱/۳، الحدیث: ۳۰۵۴)

(5)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہم لوگوں میں کھڑے تھے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے بتانا شروع کیا حتی کہ جنتی اپنے منازل پر جنت میں داخل ہو گئے اور جہنمی اپنے ٹھکانے پر جہنم میں پہنچ گئے۔ جس نے اس بیان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا جو بھول گیا سو بھول گیا۔ (بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللّٰہ تعالی: وھو الذی یبدء الخلق... الخ، ۳۷۵/۲، الحدیث: ۳۱۹۲)

(6)......مسلم شریف میں حضرت عمرو بن اخطب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے ایک دن حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نمازِ فجر سے غروبِ آفتاب تک خطبہ ارشاد فرمایا، بیچ میں ظہر و عصر کی نمازوں کے علاوہ کچھ کام نہ کیا اس میں وہ سب کچھ ہم سے بیان فرمادیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا اور ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جسے زیادہ یاد رہا۔ (مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب اخبار النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیما یکون الی قیام الساعۃ، ص ۱۵۴۶، الحدیث: ۲۵ (۲۸۹۲))

(7)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اُحد پہاڑ پر تشریف لے گئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ابو بکر و عمر و عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم بھی تھے، ناگاہ پہاڑ لرزنے لگا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے فرمایا: اے احد! ٹھہر جا کہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لو کنت متخذاً خلیلاً، ۵۲۴/۲، الحدیث: ۳۶۷۵)

(8)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر سے ایک دن پہلے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں اہلِ بدر کے گرنے یعنی مرنے کی جگہیں دکھائیں اور فرمایا: کل فلاں شخص کے گرنے یعنی مرنے کی یہ جگہ ہے۔

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: جو نشان رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جس کے لئے لگایا تھا وہ اسی پر گرا۔(مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب عرض مقعد المیت من الجنة او النار علیه... الخ، ص۱۵۳۶، الحدیث: ۷۶(۲۸۷۳))

(9)......حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ سرکارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دو ایسی قبروں کے پاس سے گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا تو ارشاد فرمایا: ’’انہیں عذاب ہو رہا ہے اور ان کو عذاب کسی ایسی شے کی وجہ سے نہیں دیا جا رہا جس سے بچنا بہت مشکل ہو، ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔

(بخاری، کتاب الوضوء، ۵۹-باب، ۱/۹۶، الحدیث: ۲۱۸)

(10)......حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: صلح حدیبیہ سے واپسی پر ایک جگہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے اونٹ مُنْتَشِر ہو گئے، سب اپنے اپنے اونٹ واپس لے آئے لیکن حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اونٹنی نہ ملی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ وہاں سے اونٹنی لے آؤ، تو میں نے اونٹنی کو اسی حال میں پکڑ لیا جیسا مجھ سے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا تھا۔

(معجم الکبیر، ۱۰/۲۲۵، الحدیث: ۱۰۵۴۸)

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْؕ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۠(۱۸۰)

ع ۱۸ / ۹

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللّٰہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللّٰہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللّٰہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جو لوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللّٰہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے وہ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ بخل ان کے لئے برا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن ان کے گلوں میں اسی مال کا طوق بنا کر ڈالا جائے

گا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث ہے اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ: وہ جو بخل کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں بخل کرنے والوں کے بارے میں شدید وعید بیان کی گئی ہے اور اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہاں بخل سے زکوٰۃ کا نہ دینا مراد ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وعید

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍۙ(۳۴) یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ(۳۵) (توبہ: ۳۴،۳۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کررکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔ جس دن وہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ وہ مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا تو اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ’’جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی، روزِ قیامت وہ مال سانپ بن کر اس کو طوق کی طرح لپٹے گا اور یہ کہہ کر ڈستا جائے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، ۱/ ۴۷۴، الحدیث: ۱۴۰۳)

بخل کی تعریف

بخل کی تعریف یہ ہے کہ جہاں شرعاً یا عرف و عادت کے اعتبار سے خرچ کرنا واجب ہو وہاں خرچ نہ کرنا بخل ہے۔ زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ میں خرچ کرنا شرعاً واجب ہے اور دوست احباب، عزیز رشتہ داروں پر خرچ کرنا عرف و عادت کے اعتبار سے واجب ہے۔ (احیاء العلوم، کتاب ذمّ البخل وذمّ حبّ المال، بیان حدّ السخاء والبخل وحقیقتھما، ۳/ ۳۲۰، ملخصاً)

بخل کی مذمت

قرآنِ مجید اور کثیر احادیث میں بخل کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ (سورۂ محمد:۳۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہاں ہاں یہ جوتم لوگ ہوتم بلائے جاتے ہو تاکہ تم اللّٰہ کی راہ میں خرچ کروتو تم میں کوئی بخل کرتا ہےاور جوبخل کرے وہ اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہےاور اللّٰہ بے نیاز ہےاور تم سب محتاج ہواور اگر تم منہ پھیرو گےتو وہ تمہارے سوااور لوگ بدل دے گا پھروہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’آدمی کی دو عادتیں بری ہیں (1) بخیلی جو رلانے والی ہے۔ (2) بزدلی جو ذلیل کرنے والی ہے۔

(ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الجرأة والجبن، ۱۸/۳، الحدیث: ۲۵۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مالدار بخل کرنے کی وجہ سے بلا حساب جہنم میں داخل ہوں گے۔ (فردوس الاخبار، باب السین، ۴۴۴/۱، الحدیث: ۳۳۰۹)

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کوئی بخیل جنت میں نہیں جائے گا۔ (معجم الاوسط، باب العین، من اسمه علی، ۱۲۵/۳، الحدیث: ۴۰۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بخیل اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دور ہے، جنت سے اور آدمیوں سے دور ہے جبکہ جہنم سے قریب ہے۔

(ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی السخاء، ۳۸۷/۳، الحدیث: ۱۹۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بخل جہنم میں ایک درخت ہے، جو بخیل ہے اُس نے اس کی ٹہنی پکڑ لی ہے، وہ ٹہنی اُسے جہنم میں داخل کیے بغیر نہ چھوڑے گی۔

(شعب الایمان، الرابع والسبعون من شعب الایمان، ۴۳۵/۷، الحدیث: ۱۰۸۷۷)

بخل کا علمی اور عملی علاج

بخل کا علاج یوں ممکن ہے کہ بخل کے اسباب پر غور کر کے انہیں دور کرنے کی کوشش کرے، جیسے بخل کا بہت بڑا سبب مال کی محبت ہے، مال سے محبت نفسانی خواہش اور لمبی عمر تک زندہ رہنے کی امید کی وجہ سے ہوتی ہے، اسے قناعت اور صبر کے ذریعے اور بکثرت موت کی یاد اور دنیا سے جانے والوں کے حالات پر غور کر کے دور کرے۔ یونہی بخل کی مذمت اور سخاوت کی فضیلت، حُبّ مال کی آفات پر مشتمل اَحادیث و روایات اور حکایات کا مطالعہ کر کے غور و فکر کرنا بھی اس مُہلِک مرض سے نجات حاصل کرنے میں مُمِد و مُعاوِن ثابت ہو گا۔

(کیمیائے سعادت، رکن سوم، اصل ششم، علاج بخل، ۶۵۰/۲-۶۵۱، ملخصاً)

وقف لازم

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۱۸۲﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا اور فرمائیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب۔ یہ بدلا ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک اللہ نے ان کا قول سن لیا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم مالدار ہیں۔ اب ہم ان کی کہی ہوئی بات اور ان کا انبیاء کو ناحق شہید کرنا لکھ رکھیں گے اور کہیں گے: جلا دینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

﴿ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ: بیشک اللہ نے سن لیا۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ”مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا“ کہ کون ہے جو رب تعالیٰ کو اچھا قرض دے، تو یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگ رہا ہے تو ہم غنی ہوئے اور اللہ تعالیٰ فقیر۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ اتری۔ (تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۸۱، ۳/۴۴۶)

اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن گستاخوں کی بات سن لی ہے جنہوں نے کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ محتاج ہے اور ہم مالدار ہیں۔ اب ہم ان کے اعمال ناموں میں ان کی کہی ہوئی بات اور ان کے دوسرے کفریات جیسے ان کا انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کرنا لکھ رکھیں گے اور قیامت کے دن اِن کی اِن گستاخیوں کے بدلے میں کہیں گے کہ ”اب جلا دینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی گستاخی اللہ تعالیٰ کی گستاخی ہے

یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ کی گستاخی اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کرنے کو ساتھ ساتھ بیان کر کے عذاب کی ایک ہی وعید بیان کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں جرم بہت عظیم ترین ہیں اور قباحت میں برابر ہیں اور شانِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں گستاخی کرنے والا شانِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں گستاخی کرنے والے کی طرح جہنم کا مستحق ہے کیونکہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی گستاخی اللہ تعالیٰ کی گستاخی ہے۔

اَلَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُؕ-قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(۱۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے قرار کرلیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے تم فرمادو مجھ سے پہلے بہت رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے جو تم کہتے ہو پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا اگر سچے ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ لوگ جو کہتے ہیں (کہ) اللہ نے ہم سے وعدہ لیا تھا کہ ہم کسی رسول کی اس وقت تک تصدیق نہ کریں جب تک وہ ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھا جائے۔ اے حبیب! تم فرمادو (کہ) بیشک مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور وہی (معجزات) لے کر آئے جو تم نے کہے تھے پھر اگر تم سچے ہو تو تم نے انہیں کیوں شہید کیا؟۔

﴿ اَلَّذِیْنَ قَالُوْا: وہ جو کہتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ ہم سے توریت میں عہد لیا گیا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا جو شخص ایسی قربانی پیش نہ کر سکے جسے آسمان سے سفید آگ اتر کر کھائے، اس پر ہم ہرگز ایمان نہ لائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جمل، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۸۳، ۱/۵۲۳)

اور اُن کے اِس خالص جھوٹ اور بہتان کو باطل قرار دیا گیا کیونکہ اِس شرط کا توریت میں نام ونشان بھی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کی تصدیق کے لیے معجزہ کافی ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو، جب نبی نے کوئی معجزہ دکھا دیا تو اس کے سچا ہونے پر دلیل قائم ہوگئی، اب اُس کی تصدیق کرنا اور اُس کی نبوت کو ماننا لازم ہوگیا۔ نبوت کی صداقت ثابت ہو جانے کے بعد پھر کسی خاص معجزے کا اصرار کرنا حقیقت میں نبی کی تصدیق کا انکار ہے۔ پھر یہ بات بھی بیان فرمادی کہ گزشتہ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بعض اوقات وہی معجزات لے کر آئے جس کا تم نے ان سے مطالبہ کیا، جیسے بعض انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قربانی لانے والا معجزہ بھی دکھا دیا لیکن اس کے باوجود تم نے انہیں نہ مانا بلکہ بہت سے انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کر دیا، اگر تم سچے تھے تو ان کو کیوں شہید کیا؟ تمہارا سابقہ کردار اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ تمہارا مقصد صرف حیلے بہانے

کر کے اسلام قبول کرنے سے بچنا اور اپنے جاہلوں کو ورغلانا ہے ورنہ دلیل نام کی کوئی چیز تمہارے پاس نہیں۔

اوپر کی پوری گفتگو سے ایک بہت مفید بات سامنے آتی ہے کہ جب کوئی چیز کسی معقول دلیل سے ثابت ہو جائے تو اسے مان لینا لازم ہے۔ دلیل سے ثابت ہو جانے کے بعد خواہ مخواہ مخصوص قسم کی دلیل کا مطالبہ کرنا یہودیوں کا کام ہے اور اس میں بھی ایسے لوگوں کا مقصد ماننا نہیں ہوتا بلکہ مفت کی بحث کرنا ہوتا ہے۔ جیسے مسلمانوں میں رائج بہت سے معمولات ایسے ہیں جو معقول شرعی دلیل سے ثابت ہیں لیکن بعض لوگوں کا خواہ مخواہ اِصرار ہوتا ہے کہ نہیں، اسے حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے سے ثابت کرو، اسے بخاری سے ثابت کرو۔ یہ طرزِ عمل سراسر جاہلانہ ہے اور ایسے لوگوں کو سمجھانا بے فائدہ ہوتا ہے۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۱۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم سے اگلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور چمکتی کتاب لے کر آئے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے حبیب! اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔

﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ: تو اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں۔﴾ یہاں حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی جارہی ہے کیونکہ جب کوئی حق پر ہو اور اس کی حقانیت سورج سے زیادہ روشن ہو لیکن پھر بھی ایک گروہ اسے جھٹلائے اور اس کی حقانیت تسلیم نہ کرے تو اسے قلبی رنج ضرور ہوتا ہے اور رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ چونکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن میں بار بار سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دیتا ہے، چنانچہ یہاں بھی اسی کا بیان ہوا اور فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اگر یہ کفار تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غمزدہ نہ ہوں کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں، صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی ان کی طرح صبر واِستقامت سے تبلیغ دین فرماتے رہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ(۱۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے تو جسے آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔﴾ یعنی انسان ہوں یا جن یا فرشتہ، غرض یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر زندہ کو موت آنی ہے اور ہر چیز فانی ہے۔

موت کی یاد اور اس کے بعد کی تیاری کی ترغیب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار پر موت مقرر فرما دی ہے اور اس سے کسی کو چھٹکارا ملے گا اور نہ کوئی اس سے بھاگ کر کہیں جا سکے گا۔ موت روح کے جسم سے جدا ہونے کا نام ہے اور یہ جدائی انتہائی سخت تکلیف اور اذیت کے ساتھ ہو گی اور اس کی تکلیف دنیا میں بندے کو پہنچنے والی تمام تکلیفوں سے سخت تر ہو گی۔ موت اور اس کی سختی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ(۱۹) (ق:۱۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور موت کی سختی حق کے ساتھ آگئی، (اس وقت کہا جاتا ہے) یہ وہ (موت) ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت کعب احبار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا ''اے کعب! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، ہمیں موت کے بارے میں بتائیے۔ حضرت کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اے امیر المومنین! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ،

موت ایک ایسی کانٹے دار ٹہنی کی طرح ہے جسے کسی آدمی کے پیٹ میں داخل کیا جائے اور اس کا ہر کانٹا ایک ایک رگ میں پیوست ہو جائے، پھر کوئی طاقتور شخص اس ٹہنی کو اپنی پوری قوت سے کھینچے تو اس ٹہنی کی زد میں آنے والی ہر چیز کٹ جائے اور جو زد میں نہ آئے وہ بچ جائے۔(احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعده، الباب الثالث فی سکرات الموت وشدته... الخ، ۲۱۰/۵)

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "مومن پر دنیا اور آخرت کا کوئی خوف موت سے بڑھ کر نہیں، یہ خوف آروں سے چیرنے، قینچیوں سے کاٹنے اور ہانڈیوں میں ابالنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اگر کوئی میت قبر سے نکل کر دنیا والوں کو موت کی سختیاں بتا دے تو وہ نہ زندگی سے نفع اٹھا سکیں گے اور نہ نیند سے لذت حاصل کر سکیں گے۔

(احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعده، الباب الثالث فی سکرات الموت وشدته... الخ، ۲۰۹/۵)

مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وصال ہوا تو اللّٰہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا اے میرے خلیل! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، تم نے موت کو کیسا پایا؟ آپ نے عرض کی: جس طرح گرم سیخ کو تر روئی میں رکھا جائے پھر اسے کھینچ لیا جائے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "ہم نے آپ پر موت کو آسان کیا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعده، الباب الثالث فی سکرات الموت وشدته... الخ، ۲۰۹/۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: بے شک رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے پانی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے دونوں ہاتھ پانی میں داخل کرتے، پھر انہیں چہرۂ انور پر ملتے اور کہتے: بے شک موت میں تکلیف ہوتی ہے۔ پھر دستِ مبارک اٹھا کر فرماتے "رفیقِ اعلیٰ میں۔ یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی روح قبض کر لی گئی اور دستِ مبارک جھک گیا۔

(بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، ۲۵۰/٤، الحدیث: ٦٥١٠)

حضرت عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے فرمایا "میں نے حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصال کے وقت جو سختی دیکھی اس کے بعد مجھے کسی کی آسان موت پر رشک نہیں ہے۔ (ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی التشدید عند الموت، ۲۹۵/۲، الحدیث: ۹۸۱)

جب حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے بیٹے نے ان سے کہا: اے بابا جان! آپ کہا کرتے تھے کہ کوئی عقلمند انسان مجھے نزع کے عالَم میں مل جائے تو میں اس سے موت کے حالات دریافت کروں، تو آپ سے زیادہ عقل مند کون ہوگا، برائے مہربانی آپ ہی مجھے موت کے حالات بتا دیجئے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا "اے بیٹے! خدا کی قسم، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے دونوں پہلو ایک تخت پر ہیں اور میں سوئی کے نکے کے برابر سوراخ سے سانس لے رہا ہوں اور ایک کانٹے دار شاخ میرے قدموں کی طرف سے سر کی جانب کھینچی جا رہی ہے۔

(التذکرہ للقرطبی، باب ما جاء انّ للموت سکرات... الخ، ص۲٤)

ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم تو سرتا پا گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ہمارے اوپر موت کی سختیوں کے علاوہ نجانے اور کتنی مصیبتیں آئیں گی اس لئے عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ موت کو بکثرت یاد کیا جائے اور دنیا میں رہ کر موت اور اس کے بعد کی تیاری کی جائے۔

حضرت شداد بن اوس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو اپنا تابعدار بنالے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ شخص ہے جو اپنی خواہشات پر چلتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید بھی کرتا ہو۔ (ترمذی، کتاب صفة القیامة، ۲۵-باب، ۲۰۷/۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ تھا کہ ایک انصاری آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سلام کیا اور عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کونسا مومن افضل ہے؟ ارشاد فرمایا ’’جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔ اس نے عرض کی: سب سے زیادہ عقلمند کون ہے؟ ارشاد فرمایا ’’جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہو اور اس کی اچھی طرح تیاری کرتا ہو تو وہی سب سے زیادہ عقلمند ہے۔ (ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الموت والاستعداد له، ۴۹۶/۴، الحدیث: ۴۲۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور میں وہاں موجود افراد میں سے دسواں تھا۔ اسی دوران ایک انصاری شخص آئے اور عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سب سے زیادہ عقلمند اور محتاط کون ہے؟ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’وہ لوگ جو موت آنے سے پہلے اسے زیادہ یاد کرتے اور اس کے لئے زیادہ تیاری کرتے ہیں وہی عقلمند ہیں، وہ دنیا کی شرافت اور آخرت کی بزرگی لے گئے۔ (معجم الکبیر، ۳۱۸/۱۲، الحدیث: ۱۳۵۳۶)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ موت کی یاد اور اس کے بعد کی تیاری کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں ’’جب اس دارِ فنا سے ایک نہ ایک دن کوچ کرنا ہی ہے تو عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہاں کی تیاری کرے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے فرمایا، دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر بلکہ راہ چلتا۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیه وسلم: کن فی الدنیا کانّك غریب... الخ، ۲۲۳/۴، الحدیث: ۶۴۱۶)

تو مسافر جس طرح ایک اجنبی شخص ہوتا ہے اور راہ گیر راستے کے کھیل تماشوں میں نہیں لگتا کہ منزل مقصود تک پہنچنے میں ناکامی ہوگی اسی طرح مسلمان کو چاہیے کہ دنیا اور اس کی رنگینیوں میں نہ پھنسے اور نہ ایسے تعلقات پیدا کرے کہ مقصود اصلی حاصل کرنے میں آڑے آئیں اور موت کو کثرت سے یاد کرے کہ دنیا اور اس کی لذتوں میں مشغول ہونے سے روکے گی، حدیث میں ہے: لذتوں کو توڑ دینے والی موت کو کثرت سے یاد کرو۔

(ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی ذکر الموت، ۱۳۸/۴، الحدیث: ۲۳۱۴)

مگر کسی مصیبت پر موت کی آرزو نہ کرے کہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے اور ناچار کرنی ہی پڑے تو یوں کہے، یااللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک میری زندگی میرے لئے بہتر ہو، اور موت دے جب میرے لئے بہتر ہو۔
(بخاری، كتاب المرضى، باب تمنّي المريض الموت، ۱۳/٤، الحديث: ٥٦٧١)

یونہی مسلمان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھے اور اس کی رحمت کا امیدوار رہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک نوجوان کے پاس اس حال میں تشریف لے گئے کہ وہ مرنے کے قریب تھا۔ ارشاد فرمایا: تو اپنے آپ کو کس حال میں پاتا ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ سے امید ہے اور اپنے گناہوں سے ڈر۔ ارشاد فرمایا: ''یہ دونوں خوف اور امید اس موقع پر جس بندے کے دل میں ہوں گے اللہ تعالیٰ اسے وہ دے گا جس کی امید رکھتا ہو اور اس سے امن میں رکھے گا جس سے خوف کرتا ہے۔ (ترمذی، کتاب الجنائز، ۱۱-باب، ۲۹٦/۲، الحدیث: ۹۸۵)

یاد رکھئے! رُوح قبض ہونے کا وقت بہت ہی سخت وقت ہے کہ اسی پر سارے اعمال کا دارومدار ہے بلکہ ایمان کے اُخروی نتائج اسی پر مُرَتَّب ہوں گے کہ اعتبار خاتمہ ہی کا ہے اور شیطان لعین ایمان لینے کی فکر میں ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ اس کے مکروفریب سے بچائے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے وہ ہی مراد کو پہنچا۔
(بہارشریعت، موت آنے کا بیان، حصہ چہارم، ۸۰٦/۱-۸۰۷، ملتقطاً)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے طفیل ہم سب کا خاتمہ اچھا فرمائے اور ہم پر موت کی سختیاں آسان فرمائے۔[1]

﴿وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تمہارے اچھے برے اعمال کی جزا قیامت کے دن تمہیں پوری پوری دی جائے گی، تو اس دن جسے جہنم کی آگ سے بچالیا گیا اور اس سے نجات دے کر جنت میں داخل کر دیا گیا اسی نے حقیقی کامیابی حاصل کی۔
(روح البيان، ال عمران، تحت الآية: ۱۸۵، ۱۳۸/۲)

یاد رہے کہ برے اعمال کی وجہ سے دنیا میں جو عذاب آتا ہے یا مرنے کے بعد قبر میں جو عذاب ہوتا ہے، یونہی نیک اعمال پر قبر میں جو راحتیں نصیب ہوتی ہیں یہ اعمال کی پوری جزا نہیں بلکہ آخرت میں ملنے والی جزا کا ایک نمونہ ہے جبکہ اعمال کی پوری جزا قیامت کے دن ہی ملے گی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں حقیقی کامیابی یہ ہے کہ بندے کو جہنم سے نجات دے کر جنت میں داخل

[1] ......اپنے دل میں موت کی یاد کو مضبوط کرنے کے لئے رسالہ ''موت کا تصور'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا مفید ہے۔

کر دیا جائے جبکہ دنیا میں کامیابی فی نفسہ کامیابی تو ہے لیکن اگر یہ کامیابی آخرت میں نقصان پہنچانے والی ہے تو حقیقت میں یہ خسارہ ہے۔ اور خصوصا وہ لوگ کہ دنیا کی کامیابی کے لئے سب کچھ کریں اور آخرت کی کامیابی کیلئے کچھ نہ کریں وہ تو یقیناً نقصان ہی میں ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ایسے اعمال کی طرف زیادہ توجہ دے اور ان کے لئے زیادہ کوشش کرے جن سے اسے حقیقی کامیابی نصیب ہوسکتی ہے اور ان اعمال سے بچے جو اس کی حقیقی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

﴿وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾: **اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔** یعنی دنیا کی لذتیں، اس کی خواہشات اور رعنائیاں صرف دھوکے کا سامان ہے کیونکہ ان کا ظاہر تو بہت خوبصورت نظر آتا ہے لیکن ان کا باطن فساد سے بھرپور ہے۔

دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا کی عیش وعشرت اور زیب وزینت اگرچہ کتنی ہی زیادہ ہو، یہ دھوکے کے سامان کے علاوہ کچھ نہیں، لہٰذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ دنیا کی رنگینیوں سے ہرگز دھوکہ نہ کھائے، ذلیل دنیا کو حاصل کرنے کے لئے اپنی قیمتی ترین آخرت کو ہرگز تباہ نہ کرے، اسی کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ٘ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاٙ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ (لقمان:۳۳)

ترجمۂ کنزالعرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دینے والا ہوگا۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا دھوکہ دینے والا تمہیں اللہ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچالیتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے، لہٰذا تم فنا ہوجانے والی (دنیا) پر باقی رہنے والی (آخرت) کو ترجیح دو۔

(مسند امام احمد، مسند الکوفیین، حدیث ابی موسی الاشعری، ۱۶۵/۷، الحدیث: ۱۹۷۱۷)

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ایک بزرگ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ”اے لوگو! اس فرصت کے وقت میں نیک عمل کرلو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ امیدوں پر پھولے مت سماؤ اور اپنی موت کو نہ بھولو۔ دنیا کی طرف مائل نہ ہوجاؤ، بے شک یہ دھوکے باز ہے اور دھوکے کے ساتھ بن ٹھن کر تمہارے سامنے آتی ہے اور اپنی خواہشات کے ذریعے تمہیں

فتنے میں ڈال دیتی ہے، دنیا اپنی پیروی کرنے والوں کے لیے اس طرح بجتی سنورتی ہے جیسے دلہن بجتی ہے۔ دنیا نے اپنے کتنے ہی عاشقوں کو ہلاک کر دیا اور جنہوں نے اس سے اطمینان حاصل کرنا چاہا انہیں ذلیل و رسوا کر دیا، لہٰذا اسے حقیقت کی نگاہ سے دیکھو کیونکہ یہ مصیبتوں سے بھر پور مقام ہے، اس کے خالق نے اس کی مذمت کی، اس کا نیا پرانا ہو جاتا ہے اور اسے چاہنے والا بھی مر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اس سے پہلے نیند سے آنکھیں کھول لو کہ یوں اعلان کیا جائے: فلاں شخص بیمار ہے اور اس کی بیماری نے شدت اختیار کر لی ہے، کیا کوئی دوا ہے؟ یا کسی ڈاکٹر تک جانے کی کوئی صورت ہے؟ اب تمہارے لیے حکیموں (اور ڈاکٹروں) کو بلایا جاتا ہے، لیکن شفا کی امید ختم ہو جاتی ہے، پھر کہا جاتا ہے: فلاں نے وصیت کی اور اپنے مال کا حساب کیا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے: اب اس کی زبان بھاری ہو گئی، اب وہ اپنے بھائیوں سے بات نہیں کرتا اور پڑوسیوں کو نہیں پہچانتا، اب تمہاری پیشانی پر پسینہ آ گیا، رونے کی آوازیں آنے لگیں اور تمہیں موت کا یقین ہو گیا، تمہاری پلکیں بند ہونے سے موت کا گمان یقین میں بدل گیا، زبان تھر تھرا رہی ہے، تیرے بہن بھائی رو رہے ہیں، تمہیں کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا فلاں بیٹا ہے، یہ فلاں بھائی ہے، لیکن تو کلام کرنے سے روک دیا گیا ہے، پس تو بول نہیں سکتا، تمہاری زبان پر مہر لگ گئی جس کی وجہ سے آواز نہیں نکلتی، پھر تمہیں موت آ گئی اور تیری روح اعضاء سے پوری طرح نکل گئی، پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا گیا، اس وقت تمہارے بھائی جمع ہوتے ہیں، پھر تمہارا کفن لاتے ہیں اور تمہیں غسل دے کر کفن پہناتے ہیں۔ اب تمہاری عیادت کرنے والے خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور تجھ سے حسد کرنے والے بھی آرام پاتے ہیں، گھر والے تمہارے مال کی طرف متوجہ ہو جاتے اور تمہارے اعمال گروی ہو جاتے ہیں۔

(احیاء العلوم، کتاب ذمّ الدنیا، بیان المواعظ فی ذم الدنیا وصفتها، ۳/ ۲۶۰ ملتقطاً)

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں دنیا کی حقیقت کو پہچاننے، اس کے دھوکے اور فریب کاری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۫ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۱۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ضرور تمہاری آزمائش ہوگی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور بیشک ضرور تم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ برا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں کے بارے میں تمہیں ضرور آزمایا جائے گا اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکوں سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرتے رہو اور پرہیزگار بنو تو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

﴿لَتُبْلَوُنَّ: تم ضرور آزمائے جاؤ گے۔﴾ مسلمانوں سے خطاب فرمایا گیا کہ تم پر فرائض مقرر ہوں گے، تمہیں حقوق کی ادائیگی کرنا پڑے گی، زندگی میں کئی معاملات میں نقصان اٹھانا پڑے گا، جان و مال کے کئی معاملات میں تکلیفیں برداشت کرنا ہوں گی، بیماریاں، پریشانیاں اور بہت قسم کی مصیبتیں زندگی میں پیش آئیں گی، یہ سب تمہارے امتحان کیلئے ہوگا لہٰذا اس کیلئے تیار رہنا اور اللہ کریم عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور اس کے ثواب پر نظر رکھ کر ان تمام امتحانات میں کامیاب ہوجانا کیونکہ ان امتحانات کے ذریعے ہی تو کھرے اور کھوٹے میں فرق کیا جاتا ہے، سچے اور جھوٹے میں امتیاز ظاہر ہوتا ہے۔ دینی معاملات میں مشرکوں، یہودیوں اور عیسائیوں سے تمہیں بہت تکالیف پہنچیں گی۔ ان معاملات میں اور زندگی کے دیگر تمام معاملات میں اگر تم صبر کرو، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے رہو اور پرہیزگاری اختیار کیے رہو تو یہ تمہارے لئے نہایت بہتر رہے گا کیونکہ یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ٘ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًاؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کردینا اور نہ چھپانا تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے ذلیل دام حاصل کیے تو کتنی بری خریداری ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور یاد کرو جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان کرنا اور اسے چھپانا نہیں تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کرلی تو یہ کتنی بری خریداری ہے۔

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ: اور جب اللہ نے عہد لیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے توریت و انجیل کے علماء پر واجب کیا تھا کہ ان دونوں

کتابوں میں سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر دلالت کرنے والے جو دلائل ہیں وہ لوگوں کو خوب اچھی طرح واضح کر کے سمجھا دیں اور ہرگز نہ چھپائیں لیکن انہوں نے رشوتیں لے کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اُن اوصاف کو چھپایا جو توریت و انجیل میں مذکور تھے۔

علمِ دین چھپانا گناہ ہے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علمِ دین کو چھپانا گناہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس شخص سے کچھ دریافت کیا گیا جس کو وہ جانتا ہے اور اس نے اس کو چھپایا روزِ قیامت اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

(ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی کتمان العلم، ۴/۲۹۵، الحدیث: ۲۶۵۸)

علماء پر واجب ہے کہ اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں اور حق ظاہر کریں اور کسی غرض فاسد کے لئے اس میں سے کچھ نہ چھپائیں۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہرگز گمان نہ کروان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے کئے ہی نہیں، انہیں ہرگز عذاب سے دور نہ سمجھو اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا : ہرگز گمان نہ کروان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔﴾ یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے اور نادان اور جاہل ہونے کے باوجود یہ پسند کرتے کہ انہیں عالم کہا جائے۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۸۸، ۱/۳۳۴)

خود پسندی اور حب جاہ کی مذمت

اس آیت میں خود پسندی کرنے والوں کے لئے وعید ہے اور ان کے لئے جو حبِ جاہ یعنی عزت، تعریف، شہرت

کے حصول کی تمنا میں مبتلا ہیں ۔ جب کسی شخص کے دل میں یہ آرزو پیدا ہونے لگے کہ لوگ اس کے شیدائی ہوں، ہر زبان اس کی تعریف میں تر ہو، سب میرے کمال کے مُعترف ہوں، مجھے ہر جگہ عزت سے نوازا جائے، عالم نہیں ہوں پھر بھی علامہ صاحب کہا جائے، ملک وقوم کی کوئی خدمت نہیں کی پھر بھی معمارِ قوم کہا جائے، نجات دَہندہ سمجھا جائے، مُحسنِ قوم قرار دیا جائے، میرا تعارف بہترین القابات کے ساتھ ہو، ملاقات پر تپاک انداز میں کی جائے، سلام جھک کر کیا جائے تو اسے چاہئے کہ اپنے دل پر غور کرلے کہ کہیں وہ حبِّ جاہ کا شکار تو نہیں ہو چکا، اگر ایسا ہو تو اس آیت سے سبق حاصل کرتے ہوئے فوراً سے پیشتر اُس سے چھٹکارے کی کوشش کرے۔ یاد رکھئے خود پسندی اور حب جاہ کے مرض میں مبتلا شخص اخروی انعامات سے محرومی کا شکار ہوتا ہے اور دل میں مُنافقت کی زیادتی، قلبی نورانیت سے محرومی، دین کی خرابی میں مبتلا ہو جاتا ہے نیز برائی سے منع کرنے اور نیکی کی دعوت دینے سے محرومی، ذلت و رسوائی کا سامنا، اخروی لذت سے محرومی، قلبی سکون کی بربادی اور دولت اخلاص سے محرومی جیسے نقصانات کا سامنا کر سکتا ہے، لہٰذا اسے چاہئے کہ دنیا کی بے ثباتی، تعریف پسندی کی مذمت، منصب و مرتبہ کے تعلق سے اخروی معاملات اور بزرگان دین کے حالات و اقوال کا بکثرت مطالعہ کرے تا کہ ان مذموم امراض سے نجات کی کوئی صورت ہو۔ ترغیب کے لئے ہم یہاں خود پسندی اور حب جاہ سے متعلق چند احادیث اور بزرگان دین کے احوال و اقوال ذکر کرتے ہیں، چنانچہ

حضرت جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو شہرت طلب کرے گا (قیامت کے دن) اس کے عیبوں کی تشہیر ہو گی اور جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کا بدلہ دے گا۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة، ۴/۲۴۷، الحدیث: ۶۴۹۹)

حضرت کعب بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا مال اور مرتبے کی حرص کرنے والا اپنے دین کے لئے نقصان دِہ ہے۔ (ترمذی، کتاب الزھد، ۴۳-باب، ۴/۱۶۶، الحدیث: ۲۳۸۳)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اگر خود پسندی انسانی شکل میں ہوتی تو وہ سب سے بدصورت انسان ہوتی۔

(الفردوس بماثور الخطاب، باب اللام، ۲/۱۹۳، الحدیث: ۵۰۶۴)

حضرت حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’خود پسندی 70 سال کے عمل کو برباد کر دیتی ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، حرف العین، ۲/۲۰۵، الجزء الثالث، الحدیث: ۷۶۶۶)

حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خود پسندی سے بہت زیادہ ڈرتے تھے اور جب لوگ آپ کی تعریف کرتے تو آپ دعا مانگتے: یا اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، مجھے اس سے بہتر بنادے جو کچھ یہ کہتے ہیں اور جو کچھ یہ نہیں جانتے میرا وہ عمل بخش دے۔

اسی طرح جب لوگ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تعریف کرتے تو وہ دعا مانگتے: یا اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، میں اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو کچھ یہ کہتے ہیں اور تجھ سے اس عمل کی بخشش چاہتا ہوں جس کا انہیں علم نہیں۔

(تنبیہ المغترین، الباب الرابع فی جملة اخری من الاخلاق، ومن اخلاقھم عدم العجب ... الخ، ص ۲۴۱-۲۴۲)

حضرت عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب منبر پر خطبہ دیتے تو خود پسندی سے ڈرتے ہوئے گفتگو چھوڑ کر اس عمل کی طرف منتقل ہو جاتے جس میں خود پسندی نہ ہو اور بعض اوقات ایسا ہوتا کہ خط لکھتے وقت خود پسندی کے خوف سے پھاڑ دیتے اور کہتے: یا اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، میں نفس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(تنبیہ المغترین، الباب الرابع فی جملة اخری من الاخلاق، ومن اخلاقھم عدم العجب ... الخ، ص ۲۳۹-۲۴۰)

حضرت بشر حافی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو شہرت کا طالب ہوا اور اس کا دین برباد نہ ہوا ہو اور اس کے حصے میں رسوائی نہ آئی ہو۔ (کیمیائے سعادت، رکن سوم، اصل ھفتم، اندر علاج دوستی جاہ وحشمت، ۶۵۹/۲)

حضرت محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنے زمانے کے عبادت گزاروں سے فرماتے تھے: تم پر افسوس ہے، تمہارے اعمال کم ہونے کے باوجود ان میں خود پسندی داخل ہو گئی اور تم سے پہلے لوگ اپنے اعمال کی کثرت کے باوجود ان پر تکبر نہیں کرتے تھے۔ اللّٰہ کی قسم! پہلے لوگوں کی عبادت کو دیکھا جائے تو (اس کے مقابلے میں) تم محض کھیلنے والے ہو۔

(تنبیہ المغترین، الباب الرابع فی جملة اخری من الاخلاق، ومن اخلاقھم عدم العجب ... الخ، ص ۲۴۲)

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۠ (۱۸۹)

ع ۱۹ / ۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللّٰہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللّٰہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اور اللّٰہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔﴾ اس آیت میں ان گستاخوں کا رد کیا گیا ہے جنہوں نے کہا تھا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ فقیر ہے۔ ان کے رد میں فرمایا گیا کہ جو زمین و آسمان کے دائرے میں آنے والی ہر چیز کا مالک ہے اس کی طرف فقر کی نسبت کس طرح کی جا سکتی ہے۔

(خازن، ال عمران، تحت الآیة: ۱۸۹، ۳۳۵/۱)

اللہ تعالیٰ کی شان

یہاں ہم اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان سے متعلق ایک حدیثِ قدسی ذکر کرتے ہیں جس سے ان گستاخوں کی جہالت اور اللہ تعالیٰ کی شان مزید ظاہر ہوتی ہے، چنانچہ

حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! جسے میں ہدایت دوں اس کے علاوہ تم سب گمراہ ہو، اس لئے تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! جسے میں کھلاؤں اس کے سوا تم سب بھوکے ہو، تو تم مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! جسے میں لباس پہناؤں اس کے علاوہ تم سب بے لباس ہو لہٰذا تم مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب رات دن گناہ کرتے ہو اور میں گناہ بخشتا ہوں، تم مجھ سے بخشش طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم کسی نقصان کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور تم کسی نفع کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! تمہارے پہلے اور آخری، تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے اور اگر تمہارے پہلے اور آخری، تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے اور اے میرے بندو! تمہارے پہلے اور آخری، تمہارے انسان اور جن کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کردوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں تمہارے لئے جمع کر رہا ہوں، پھر میں تمہیں ان کی پوری پوری جزاء دوں گا تو جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی چیز (جیسے آفت یا مصیبت) پہنچے وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔

(مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، ص۱۳۹۳، الحدیث: ۵۵(۲۵۷۷))

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم تبدیلی میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ: عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، میں حضرت میمونہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے گھر رات میں ٹھہرا اور اس دن سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی اُن کے ہاں آرام فرما تھے، جب رات کا تہائی حصہ گزرا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بیدار ہوئے پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کران آیاتِ مبارکہ کی تلاوت فرمائی۔ (بخاری، کتاب الادب، باب رفع البصر الی السماء، ۱۵۹/۴، الحدیث: ۶۲۱۵)

ایک روایت میں ہے کہ تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا: ''اس پر افسوس ہے جو یہ آیت پڑھے اور اس میں غور نہ کرے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب التوبة، ۸/۲، الحدیث: ۶۱۹)

سائنسی علوم حاصل کرنا کب باعثِ ثواب ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ علمِ جغرافیہ اور سائنس حاصل کرنا بھی ثواب ہے جبکہ اچھی نیت ہو جیسے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت یا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم حاصل کرنے کیلئے، لیکن یہ شرط ہے کہ اسلامی عقائد کے خلاف نہ ہو۔ اِس آیت مبارکہ میں آسمان و زمین کی تَخلیق میں قدرتِ الٰہی کی نشانیوں کا فرمایا گیا ہے لہٰذا اسی کے پیشِ نظر اِس تفکُّر کی ایک جھلک آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں: امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''قدرتِ الٰہی کی چھٹی نشانی آسمانوں، ستاروں کی مملکت اور ان کے عجائب میں ہے، کیونکہ جو کچھ زمین کے اندر اور روئے زمین پر ہے وہ سب کچھ اس کے مقابلے میں کم ہے۔ آسمان اور ستاروں کے عجائب میں تفکر کرنے کے لئے قرآنِ پاک میں تنبیہ فرمائی گئی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ (انبیاء: ۳۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور وہ لوگ اس کی نشانیوں سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ (مومن ۵۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

تو تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق میں غور وفکر کرو۔ آسمان کی نیلاہٹ اور ستاروں کی ٹمٹماہٹ کو دیکھ لینا غور نہیں کہ یہ تو جانور بھی کر لیتے ہیں بلکہ مقامِ افسوس تو یہ ہے کہ تو اپنے عجائب اور اپنی ذات کو جو تیرے پاس ہیں اور وہ

زمین و آسمان کے عجائب کی بہ نسبت ایک ذرہ بھی نہیں جس کو تو پہچان سکتا تو پھر زمین و آسمان کے عجائب کو کیسے پہچان سکے گا۔ تجھے بتدریج معرفت کے درجات پر ترقی کرنی چاہئے۔ تجھے پہلے اپنی ذات کو پہچاننا چاہئے، پھر زمین اور اس کی تمام اَشیاء کا عرفان حاصل کرنا چاہئے، پھر ہوا، بادل وغیرہ کے عجائب کی پہچان کرنی چاہئے، پھر آسمان اور ستاروں کی معرفت حاصل کرنی چاہئے، پھر کرسی اور عرش کو پہچاننا چاہئے، پھر عالَمِ اَجسام سے نکل کر عالَمِ ارواح کی سیر کرنی چاہئے، پھر فرشتوں، جنوں اور شیطانوں کو جاننا چاہئے، پھر فرشتوں کے درجات اور مقامات کا عرفان حاصل کرنا چاہئے، آسمان اور ستاروں کی گردش، ان کی حرکت اور ان کے مَشارق ومَغارب کو دیکھنا چاہئے کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔ ستاروں کی کثرت پر غور وفکر کرنا چاہئے۔ انہیں کوئی بھی شمار نہیں کرسکتا، ان میں ہر ستارے کا رنگ مختلف ہے، کچھ چھوٹے ہیں اور کچھ بڑے ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی شکل مختلف ہے مثلاً کچھ بیل کی شکل کے ہیں اور کچھ بچھو کی شکل کے۔ پھر انسان ان کی مختلف حرکات پر غور کرے، کئی ایک ماہ میں سارے آسمان کو طے کر جاتے ہیں۔ کچھ سال بھر لگاتے ہیں، کئی انہیں طے کرنے میں بارہ سال لگاتے ہیں، کئی ستارے تیس سالوں میں سارے آسمانوں کی گردش پوری کرتے ہیں، اکثر ستارے 30,000 سال میں سارے آسمانوں کی مساحت طے کرتے ہیں۔ جب تو نے زمین کے کچھ عجائبات کو جان لیا تو یہ بھی سمجھ لے کہ عجائبات کا فرق ہر ایک چیز کی شکل کے اختلاف کے مطابق ہوتا ہے، کیونکہ زمین اگرچہ اتنی وسیع ہے کہ کوئی اس کی حد کو نہیں چھو سکتا مگر سورج زمین سے بڑا ہے۔ اس سے معلوم ہو جانا چاہئے کہ آفتاب کتنا دور ہے جو اتنا چھوٹا نظر آتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ کتنی تیزی سے حرکت کرتا ہے کہ آدھی ساعت میں آفتاب کا تمام گھیرا زمین سے نکلتا ہے۔۔۔۔۔ یونہی آسمان پر ایک ستارہ ہے جو زمین سے سو گُنا بڑا ہے۔ وہ بلندی کی وجہ سے چھوٹا نظر آتا ہے، ایک ستارہ اگر اتنا بڑا ہے تو سارے آسمان کا اندازہ لگائیں کہ وہ کتنا بڑا ہوگا۔ ان سب کی عظمت و بزرگی کے باوجود تیری نگاہوں میں چھوٹا کر دیا گیا تاکہ تو اس سے مالکِ حقیقی کی عظمت وفضیلت سے آگاہی حاصل کر سکے۔ (کیمیائے سعادت، رکن چهارم، اصل هفتم، ۲/۹۱۷-۹۱۸)

الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًاۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تو نے یہ سب بیکار نہیں بنایا۔ تو پاک ہے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ: وہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں۔﴾ یہاں عقلمند لوگوں کا بیان ہے کہ وہ ہیں کون؟ اور ان کے چند اہم کام بیان فرمائے گئے ہیں۔

عقلمند لوگوں کے اہم کام

(1)...... عقلمند لوگ کھڑے، بیٹھے اور بستروں پر لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ مولیٰ کریم کی یاد ہر وقت ان کے دلوں پر چھائی رہتی ہے۔

(2)...... عقلمند لوگ کائنات میں غور و فکر کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور کائنات کے دیگر عجائبات میں غور کرتے ہیں اور ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کا زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنا ہے۔

(3)...... کائنات میں غور و فکر کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت ان پر آشکار ہوتی ہے اور ان کے دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت کے سامنے جھک جاتے ہیں اور ان کی زبانیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت کے ترانے پڑھتی ہیں۔

(4)...... اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمام چیزیں کاملُ الایمان لوگوں کے اوصاف ہیں، ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمارے اَسلاف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد میں بہت رَغبت رکھتے تھے، چنانچہ حضرت سری سقطی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے حضرت جرجانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے پاس ستو دیکھے جس سے وہ بھوک مٹا لیتے تھے۔ میں نے کہا: آپ کھانا اور دوسری اشیاء کیوں نہیں کھاتے؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: میں نے چبانے اور یہ ستو کھا کر گزارہ کرنے میں نوے تسبیحات کا فرق پایا ہے، لہٰذا چالیس سال سے میں نے روٹی نہیں چبائی تاکہ ان تسبیحات کا وقت ضائع نہ ہو۔

حضرت جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا معمول یہ تھا کہ آپ بازار جاتے اور اپنی دکان کھول کر اس کے آگے

پردہ ڈال دیتے اور چار سو رکعت نفل ادا کر کے دکان بند کر کے گھر واپس آجاتے۔

(مکاشفة القلوب، الباب الحادی عشر فی طاعة اللّٰہ ومحبة رسوله صلی اللّٰہ علیه وسلم، ص۳۸)

کائنات میں تفکُّر کی ضرورت

جس طرح کسی کی عظمت، قدرت، حکمت اور علم کی معرفت حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ اس کی بنائی ہوئی چیز ہوتی ہے کہ اس میں غور وفکر کرنے سے یہ سب چیزیں آشکار ہو جاتی ہیں اسی طرح اللّٰہ تعالٰی کی عظمت، قدرت، حکمت، وحدانیت اور اس کے علم کی پہچان حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ اس کی پیدا کی ہوئی یہ کائنات ہے، اس میں موجود تمام چیزیں اپنے خالق کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی اور اس کے جلال و کبریائی کی مظہر ہیں اور ان میں تفکُّر اور تدبُّر کرنے سے خالقِ کائنات کی معرفت حاصل ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بکثرت مقامات پر اس کائنات میں موجود مختلف چیزوں جیسے انسانوں کی تخلیق، زمین و آسمان کی بناوٹ، زمین کی پیداوار، ہوا اور بارش، سمندر میں کشتیوں کی روانی، زبانوں اور رنگوں کا اختلاف وغیرہ بے شمار اَشیاء میں غور وفکر کرنے کی دعوت اور ترغیب دی گئی تاکہ انسان ان میں غور وفکر کے ذریعے اپنے حقیقی رب عَزَّوَجَلَّ کو پہچانے، صرف اسی کی عبادت بجالائے اور اس کے تمام احکام پر عمل کرے۔

امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں ''آسمان اپنے ستاروں، سورج، چاند، ان کی حرکت اور طلوع وغروب میں ان کی گردش کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ زمین کا مشاہدہ اس کے پہاڑوں، نہروں، دریاؤں، حیوانات، نَباتات اور ان چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے اور جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں جیسے بادل، بارش، برف، گرج چمک، ٹوٹنے والے ستارے اور تیز ہوائیں۔ یہ وہ اَجناس ہیں جو آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان دیکھی جاتی ہیں، پھر ان میں سے ہر جنس کی کئی اَنواع ہیں، ہر نَوع کی کئی اقسام ہیں، ہر قسم کی کئی شاخیں ہیں اور صفات، ہَیئت اور ظاہری و باطنی معانی کے اختلاف کی وجہ سے اس کی تقسیم کا سلسلہ کہیں رکتا نہیں۔ زمین و آسمان کے جمادات، نباتات، حیوانات، فلک اور ستاروں میں سے ایک ذرہ بھی اللّٰہ تعالٰی کے حرکت دیئے بغیر حرکت نہیں کر سکتا اور ان کی حرکت میں ایک حکمت ہو یا دو، دس ہوں یا ہزار، یہ سب اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہیں اور اس کے جلال و کبریائی پر دلالت کرتی ہیں اور یہی اللّٰہ تعالٰی کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں اور علامات ہیں۔ (احیاء العلوم، کتاب التفکر، بیان کیفیة التفکر فی خلق اللّٰہ تعالی، ۵/۱۷۵)

فی زمانہ مسلمان اللّٰہ تعالٰی کی بنائی ہوئی اس کائنات میں غور وفکر کرنے اور اس کے ذریعے اپنے رب تعالٰی کے

کمال و جمال اور جلال کی معرفت حاصل کرنے اور اس کے احکام کی بجا آوری کرنے سے انتہائی غفلت کا شکار ہیں اور ان کے علم کی حد صرف یہ رہ گئی ہے جب بھوک لگی تو کھانا کھالیا، جب پیاس لگی تو پانی پی لیا، جب کام کاج سے تھک گئے تو سو کر آرام کرلیا، جب شہوت نے بے تاب کیا تو حلال یا حرام ذریعے سے اس کی بے تابی کو دور کرلیا اور جب کسی پر غصہ آیا تو اس سے جھگڑا کر کے غصے کو ٹھنڈا کرلیا الغرض ہر کوئی اپنے تن کی آسانی میں مست نظر آرہا ہے۔

امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اندھا وہ ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی تمام صَنعتوں کو دیکھے لیکن انہیں پیدا کرنے والے خالق کی عظمت سے مدہوش نہ ہو اور اس کے جلال و جمال پر عاشق نہ ہو۔ ایسا بے عقل انسان حیوانوں کی طرح ہے جو فطرت کے عجائبات اور اپنے جسم میں غور وفکر نہ کرے، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عقل جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے اسے ضائع کردے اور اس سے زیادہ علم نہ رکھے کہ جب بھوک لگے تو کھانا کھالیا، کسی پر غصہ آئے تو جھگڑا کرلیا۔

(کیمیائے سعادت، رکن چہارم، اصل ہفتم، پیدا کردن تفکر در عجایب خلق خدای تعالی، ۲/۹۱۰)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ(۱۹۲) رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ﳓ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِۚ(۱۹۳) رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ(۱۹۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے بیشک جسے تو دوزخ میں لے جائے اسے ضرور تو نے رسوائی دی اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں محو فرمادے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر بیشک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ہمارے رب! بیشک جسے تو دوزخ میں داخل کرے گا اسے تو نے ضرور رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک ندا دینے والے کو ایمان کی ندا (یوں) دیتے ہوئے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے پس اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں مٹادے اور ہمیں نیک لوگوں کے گروہ میں موت عطا فرما۔ اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

﴿رَبَّنَا: اے ہمارے رب۔﴾ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سے لے کر اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ تک بہت پیاری دعا ہے۔ اسے اپنے معمولات میں شامل کر لینا چاہیے۔

﴿رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا: اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک ندا دینے والے کو سنا ﴾ اس منادی سے مراد سید الانبیاء، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں جن کی شان میں ''دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ'' وارد ہوا ہے یا اس سے قرآنِ کریم مراد ہے۔

﴿وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ: اور ہمیں نیک لوگوں کے گروہ میں موت عطا فرما۔﴾ یہاں اللہ تعالٰی نے سکھایا ہے کہ دعا کرو کہ موت بھی نیک لوگوں کے ساتھ ہو یعنی ان کی فرمانبرداری کرتے ہوئے موت آئے اور ان کی مَعِیَّت نصیب ہو جائے۔

نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب

یاد رہے کہ نیک لوگوں کی صحبت بہت عظیم چیز ہے۔ ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا:

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ (توبہ: ۱۱۹) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو صحبت نے ہی عظیم ترین مرتبے پر فائز کیا۔ زندگی میں نیک لوگوں کا ساتھ تو نعمت ہے ہی، مرنے کے بعد بھی نیکوں کا ساتھ اللہ تعالٰی کی بہت بڑی نعمت ہے چنانچہ پسندیدہ بندے کو موت کے وقت فرمایا جاتا ہے:

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾ (سورہ فجر ۲۷ تا ۳۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف اس حال میں واپس آ کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

دیکھیں، فوت ہونے والی روح سے کہا جاتا ہے کہ میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے

کہ وہ اپنی زندگی میں نیک لوگوں کے ساتھ رہے اور انہی کے گروہ میں موت ملنے کی دعا کرے تاکہ ان کے صدقے جنت کی اعلیٰ ترین نعمتوں سے فیضیاب ہو اور موت کے بعد نیک لوگوں کے قرب میں دفن ہونے کی وصیت کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اپنے مردوں کو نیک لوگوں کے درمیان دفن کرو کیونکہ میت برے پڑوسی سے اسی طرح اَذِیَّت پاتی ہے جس طرح زندہ انسان برے پڑوسی سے اذیت پاتا ہے۔ (کنز العمال، کتاب الموت، قسم الاقوال، الفصل السادس، ۸/۲۵۴، الجزء الخامس عشر،الحدیث: ۴۲۳۶۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’میں نے حضرت میاں صاحب قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کو فرماتے سنا: ایک جگہ کوئی قبر کھل گئی اور مردہ نظر آنے لگا۔ دیکھا کہ گلاب کی دو شاخیں اس کے بدن سے لپٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اس کے نتھنوں پر رکھے ہیں۔ اس کے عزیزوں نے اِس خیال سے کہ یہاں قبر پانی کے صدمہ سے کھل گئی، دوسری جگہ قبر کھود کر اس میں رکھیں، اب جو دیکھیں تو دو اژدہے اس کے بدن سے لپٹے اپنے پھَنوں سے اس کا منہ بھَموڑ رہے ہیں، حیران ہوئے۔ کسی صاحبِ دل سے یہ واقعہ بیان کیا، انہوں نے فرمایا: وہاں بھی یہ اژدہا ہی تھے مگر ایک ولیُّ اللّٰہ کے مزار کا قرب تھا اس کی برکت سے وہ عذاب رحمت ہو گیا تھا، وہ اژدھے درختِ گُل کی شکل ہو گئے تھے اور ان کے پھَن گلاب کے پھول۔ اِس کی خیریت چاہو تو وہیں لے جا کر دفن کرو۔ وہیں لے جا کر رکھا پھر وہی درختِ گل تھے اور وہی گلاب کے پھول۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، ص۲۷۰)

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰىۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ(۱۹۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں کام والے کی محنت اَکارت نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے میں ضرور ان کے سب گناہ اتار دوں گا اور ضرور انہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں اللہ کے پاس کا ثواب اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی کہ میں تم میں سے عمل کرنے والوں کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا وہ مرد ہو یا عورت۔ تم آپس میں ایک ہی ہو، پس جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں انہیں ستایا گیا اور انہوں نے جہاد کیا اور قتل کر دیے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹادوں گا اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (یہ) اللہ کی بارگاہ سے اجر ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

﴿ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ : تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور انہیں وہ عطا کر دیا جو انہوں نے مانگا اور ان سے فرمایا کہ اے ایمان والو! میں تم میں سے کسی مرد یا عورت کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا بلکہ اس عمل کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۵، ۱/۳۳۸)

دعا قبول ہونے کے لئے ایک عمل

یہاں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ اس کے بارے میں علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہاں دعا میں پانچ بار ''رَبَّنَا'' آیا ہے اور اس کے بعد دعا کی قبولیت کی بات ہو رہی ہے، تو اگر دعا میں پانچ مرتبہ ''یَا رَبَّنَا'' کہہ دیا جائے تو قبولیتِ دعا کی امید ہے۔

﴿ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ : تم آپس میں ایک ہی ہو۔ ﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ تم سب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی اولاد ہی ہو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اطاعت پر ثواب ملنے اور نافرمانی پر سزا ملنے میں تم سب ایک ہی ہو۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۵، ۱/۳۳۸)

﴿ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا : پس جنہوں نے ہجرت کی۔ ﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت کے لئے اپنے وطنوں سے ہجرت کی اور وہ مشرکوں کی طرف سے پہنچنے والی اَذِیَّتوں کے سبب اپنے

ان گھروں سے نکلنے پر مجبور ہو گئے جہاں وہ پلے بڑھے تھے اور مجھ پر ایمان لانے اور میری وحدانیت کا اقرار کرنے کی وجہ سے انہیں مشرکوں کی طرف سے ستایا گیا اور انہوں نے میری راہ میں کافروں کے ساتھ جہاد کیا اور شہید کردیے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹادوں گا اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ان کے لئے اجر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

(روح البیان، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۵، ۲/۱۵۱)

ہجرت اور جہاد سے متعلق احادیث

اس آیت میں ہجرت اور جہاد کے ثواب کا بیان ہوا اس مناسبت سے ہم یہاں ہجرت اور جہاد سے متعلق 3 احادیث ذکر کرتے ہیں، چنانچہ

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، تو جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف ہی ہے اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو تو اسی چیز کی طرف ہے جس کی جانب اس نے ہجرت کی۔ (بخاری، کتاب الایمان، باب ما جاء انّ الاعمال بالنیۃ والحِسبۃ... الخ، ۱/۳۴، الحدیث: ۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' جسے راہِ خدا میں کوئی زخم آئے تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے زخم سے سرخ رنگ کا خون بہہ رہا ہو گا اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہو گی۔ (بخاری، کتاب الذبائح والصید... الخ، باب المسک، ۳/۵۶۶، الحدیث: ۵۵۳۳)

حضرت شداد بن ہاد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک اعرابی حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لایا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا، پھر عرض کی: میں ہجرت کر کے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (اسے ہجرت کی اجازت عطا فرمائی اور) اپنے بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو اس (کے رہن سہن وغیرہ کا انتظام کرنے) کے بارے میں کچھ حکم فرمایا۔ جب ایک غزوہ میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو چند قیدی بطور غنیمت

حاصل ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان قیدیوں کو تقسیم فرما دیا اور اس اعرابی کا حصہ نکال کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے سپرد کر دیا۔ وہ اعرابی صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کے پیچھے پہرہ دیا کرتے تھے (تاکہ دشمن اچانک حملہ نہ کر دے)۔ جب وہ (پہرے کی جگہ سے) آیا تو صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے اس کا حصہ اسے دیا۔ اس نے عرض کی: یہ کیا ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے فرمایا ''یہ تمہارا حصہ ہے، جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عطا فرمایا ہے۔ وہ اعرابی اپنے حصے کو لے کر رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''یا رسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ کیا ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں نے یہ تمہارا حصہ نکالا ہے۔ اس نے عرض کی ''یا رسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نے مال کے حصول کے لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی نہیں کی بلکہ میں نے تو اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کی ہے تاکہ مجھے یہاں گلے پر تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اگر تم (اپنی بات میں مخلص اور) سچے ہو تو اللّٰہ تعالٰی تمہاری یہ خواہش ضرور پوری فرمائے گا۔ اس کے بعد لوگ کچھ دیر کے لئے ٹھہرے رہے، پھر دشمن کے ساتھ جہاد کے لئے اٹھے تو (جہاد کے دوران) کچھ آدمی اُس اعرابی کو اِس حال میں سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں لائے کہ اسے وہیں تیر لگا ہوا تھا جہاں تیر لگنے کا اس نے اشارہ کیا تھا۔ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''کیا یہ وہی شخص ہے؟ عرض کیا گیا: جی ہاں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''یہ اپنی بات میں مخلص تھا تو اللّٰہ تعالٰی نے اس کی خواہش پوری فرما دی۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (برکت کے لئے) اسے اپنے جبہ مبارکہ میں کفن دیا، پھر اسے اپنے سامنے رکھا اور اس کا جنازہ پڑھایا۔ اس کی نماز جنازہ میں جو دعا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمائی وہ یہ تھی

''اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَبْدُکَ خَرَجَ مُھَاجِرًا فِیْ سَبِیْلِکَ فَقُتِلَ شَھِیْدًا اَنَا شَھِیْدٌ عَلٰی ذٰلِکَ''

اے اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، یہ تیرا وہی بندہ ہے جس نے تیری راہ میں ہجرت کی اور شہید ہو گیا اور میں اس چیز کا گواہ ہوں۔

(نسائی، کتاب الجنائز، الصلاۃ علی الشھداء، ص ۳۳۰، الحدیث: ۱۹۵۰)

لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے سننے والے کافروں کا شہروں میں اہلے گہلے پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے۔ تھوڑا برتنا ہے پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی برا بچھونا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے مخاطب! کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے۔ (یہ تو زندگی گزارنے کا تھوڑا سا سامان ہے پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿لَا یَغُرَّنَّكَ: تجھے ہرگز دھوکہ نہ دے۔﴾ شانِ نزول: مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا کہ کفار و مشرکین اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمن ہیں لیکن یہ تو عیش و آرام میں ہیں اور ہم تنگی اور مشقت میں مبتلا ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی

(بیضاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۶، ۲/۱۳۵)

اور انہیں بتایا گیا کفار کا یہ عیش و آرام دنیوی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے جبکہ ان کا انجام بہت برا ہے۔ اس کو یوں سمجھیں کہ کسی کو کہا جائے بھائی آپ دس منٹ دھوپ میں کھڑے ہو جائیں، اس کے بعد اُسے ہمیشہ کیلئے ایئر کنڈیشنڈ بنگلہ دیدیا جائے اور دوسرے شخص کو دس منٹ سائے دار درخت کے نیچے بٹھانے کے بعد ہمیشہ کیلئے تپتے ہوئے صحرا میں رکھا جائے تو دونوں میں فائدے میں کون رہا؟ یقیناً پہلے والا۔ مسلمان کی حالت پہلے شخص کی طرح بلکہ اس سے بھی بہتر ہے اور کافروں کی حالت دوسرے شخص سے بھی بدتر ہے۔

لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: لیکن وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کی طرف کی مہمانی اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے لئے سب سے بھلا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے (یہ) اللہ کی طرف سے مہمان نوازی کا سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے لئے بہترین چیز ہے۔

﴿ لَهُمْ جَنّٰتٌ: ان کیلئے جنتیں ہیں۔﴾ کافروں کی دنیاوی، عارضی اور فانی راحت و آرام کے ذکر کے بعد مسلمانوں کے آخرت کے دائمی، اَبدی راحت و آرام یعنی جنت کا بیان ہو رہا ہے۔

دنیا کی راحتیں اور جنت کی ابدی نعمتیں کس کے لئے ہیں؟

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درِ رحمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ سلطانِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک بوریئے پر آرام فرما رہے ہیں، سرِ اقدس کے نیچے چمڑے کا تکیہ ہے جس میں ناریل کے ریشے بھرے ہوئے ہیں اور جسم مبارک پر بوریئے کے نشانات نقش ہوگئے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر سیدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رو پڑے۔ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو عرض کیا کہ ’’یارسول اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قیصر و کسریٰ تو عیش و آرام میں ہوں اور آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہو کر اس حالت میں۔ نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، کیا تمہیں پسند نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب تبتغی مرضاۃ ازواجك... الخ، ۳/۳۵۹، الحدیث: ۴۹۱۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ایک دن سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت فاطمۃُ الزہراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے گھر تشریف لے گئے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا اونٹ کے بالوں سے بنا موٹا لباس پہنے چکی میں آٹا پیس رہی تھیں، جب نبیوں کے سلطان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ان پر نظر پڑی تو آنکھوں سے سَیلِ اشک رواں ہوگیا، رحمت عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’دنیا کی تنگی و سختی کا گھونٹ پی لو تاکہ جنت کی ابدی نعمتیں حاصل ہوں۔ (احیاء العلوم، کتاب الفقر والزھد، بیان تفضیل الزھد فیما ھو من ضروریات الحیاۃ، ۴/۲۸۷)

حضرت ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ پانی طلب فرمایا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شہد کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس پیالے کو اپنے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا ’’اگر میں اسے پی لوں تو اس کی مٹھاس چلی جائے گی لیکن اس کا حساب (میرے ذمے) باقی رہے گا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی، پھر وہ پیالہ ایک شخص کو دے دیا اور اس نے وہ شہد پی لیا۔

(اسد الغابہ، باب العین والمیم، عمر بن الخطاب، ۴/۱۶۷)

حضرت ابن ابی ملیکہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے سامنے

کھانا رکھا ہوا تھا، اس دوران ایک غلام نے آکر عرض کی: حضرت عتبہ بن ابی فرقد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دروازے پر کھڑے ہیں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ جب حضرت عتبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے تو حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کھانے میں سے کچھ انہیں دیا۔ حضرت عتبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے کھایا تو وہ ایسا بدمزہ تھا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسے نگل نہ سکے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، کیا آپ کو حواری نامی کھانے میں رغبت ہے (تاکہ آپ کی بارگاہ میں وہ کھانا پیش کیا جائے)۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''کیا وہ کھانا ہر مسلمان کو مُیَسَّر ہے؟ حضرت عتبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: خدا کی قسم! نہیں۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''اے عتبہ! تم پر افسوس ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں دُنیوی زندگی میں مزیدار کھانا کھاؤں اور آسودگی کے ساتھ زندگی گزاروں۔ (اسد الغابہ، باب العین والمیم، عمر بن الخطاب، ۱۶۸/۴)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا۔

(بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وانّھا مخلوقۃ، ۳۹۱/۲، الحدیث: ۳۲۴۴)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جنت کی اتنی جگہ جس میں کوڑا رکھ سکیں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے۔

(بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وانّھا مخلوقۃ، ۳۹۲/۲، الحدیث: ۳۲۵۰)

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک کچھ کتابی ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل دام نہیں لیتے یہ وہ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک کچھ اہلِ کتاب ایسے ہیں جو اللہ پر اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اُس پر اور جو اُن کی طرف نازل کیا گیا اُس پر اِس حال میں ایمان لاتے ہیں کہ ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں وہ اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہیں لیتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

﴿وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ :اور بیشک کچھ اہلِ کتاب۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ یہ آیت حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے بارے میں نازل ہوئی، اُن کی وفات کے دن سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے فرمایا، چلو اور اپنے بھائی کی نمازِ جنازہ پڑھو جس نے دوسرے ملک میں وفات پائی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بقیع شریف تشریف لے گئے اور حبشہ کی سرزمین آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے کی گئی اور حضرت نجاشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا جنازہ سامنے ہو گیا۔ اس پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے چار تکبیروں کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھی اور اس کے لئے اِستغفار فرمایا۔ (سُبْحَانَ اللہ، کیا نظر ہے اور کیا شان ہے کہ سرزمینِ حبشہ مدینہ منورہ میں سامنے پیش کر دی جاتی ہے۔) منافقین نے اِس پر اعتراض کیا اور کہا کہ دیکھو، حبشہ کے نصرانی پر نماز پڑھتے ہیں جس کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی دیکھا بھی نہیں اور وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دین پر بھی نہ تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۹۹، ۱/۳۳۹)

اور اُن کی شان میں فرمایا گیا کہ منافق جن کو عیسائی کہہ رہے ہیں حقیقت میں وہ مسلمان ہیں کیونکہ کچھ اہلِ کتاب ایسے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اور پچھلی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ حضور سیدالمرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اور آپ پر نازل ہونے والے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے دل عاجزی و اِنکساری اور تواضُع و اخلاص کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور یہودی سرداروں کی طرح وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیتیں بیچ کر ذلیل قیمت نہیں لیتے بلکہ سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ تو ان لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اجر و ثواب کا خزانہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور اسلامی سرحد کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

﴿اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا : صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو۔﴾ صبر کا معنیٰ ہے نفس کو اس چیز سے روکنا جو شریعت اور عقل کے تقاضوں کے مطابق نہ ہو۔ اور مُصَابَرہ کا معنیٰ ہے دوسروں کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنا۔ صبر کے تحت اس کی تمام اقسام داخل ہیں جیسے توحید، عدل، نبوت اور حشر و نشر کی معرفت حاصل کرنے میں نظر و استدلال کی مشقت برداشت کرنے پر صبر کرنا۔ واجبات اور مُستَحَبات کی ادائیگی کی مشقت پر صبر کرنا۔ ممنوعات سے بچنے کی مشقت پر صبر کرنا۔ دنیا کی مصیبتوں اور آفتوں جیسے بیماری، محتاجی، قحط اور خوف وغیرہ پر صبر کرنا اور مُصَابرہ میں گھر والوں، پڑوسیوں اور رشتہ داروں کی بداخلاقی برداشت کرنا اور برا سلوک کرنے والوں سے بدلہ نہ لینا داخل ہے، اسی طرح نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا اور کفار کے ساتھ جہاد کرنا بھی مُصَابرہ میں داخل ہے۔

(خازن، ال عمران، تحت الآیۃ: ۲۰۰، ۱/۳۴۰، تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآیۃ: ۲۰۰، ۳/۴۷۳، ملتقطاً)

﴿وَرَابِطُوْا: اور اسلامی سرحد کی نگہبانی کرو۔﴾ اس کے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں (1) سرحد پر اپنے جسموں اور گھوڑوں کو کفار سے جہاد کے لئے تیار رکھو۔ (2) اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کمربستہ رہو۔ (بیضاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۲۰۰، ۲/۱۳۷)

اسلامی سرحد کی نگہبانی کرنے کے فضائل

اسلامی ملک کی سرحد کی حفاظت کے لئے وہاں رکنے کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''راہِ خدا میں ایک دن سرحد کی نگہبانی کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

(بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب فضل رباط یوم فی سبیل اللّٰه، ۲/۲۷۹، الحدیث: ۲۸۹۲)

حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ایک دن اور ایک رات سرحد کی حفاظت کرنا ایک مہینے کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے، حفاظت کرنے والا اگر مر گیا تو اس کے اِس عمل کا اجر جاری رہے گا اور وہ فتنۂ قبر سے محفوظ رہے گا۔

(مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الرباط فی سبیل اللّٰه عزوجل، ص ۱۰۵۹، الحدیث: ۱۶۳(۱۹۱۳))

سُوْرَةُ النِّسَآءِ

سورۂ نساء کا تعارف

سورۂ نساء مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ (خازن، النساء، ۱/ ۳٤٠)

اس میں **24** رکوع، **176** آیتیں، **3045** کلمے اور **16030** حروف ہیں۔ (خازن، النساء، ۱/ ۳٤٠)

”نساء“ نام رکھے جانے کی وجہ

عربی میں عورتوں کو ”نساء“ کہتے ہیں اور اس سورت میں بہ کثرت وہ احکام بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق عورتوں کے ساتھ ہے اس لئے اسے ”سورۂ نساء“ کہتے ہیں۔

سورۂ نساء کے فضائل

(1)......سورۂ نساء کی ایک آیتِ مبارکہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ”مجھے قرآنِ مجید پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کی: یارسول اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ یہ تو آپ پر نازل فرمایا گیا ہے! ارشاد فرمایا ”ہاں (تم پڑھ کر سناؤ)۔ چنانچہ میں نے سورۂ نساء پڑھی حتّٰی کہ جب میں اس آیت پر پہنچا

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ (نساء: ٤١)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”بس کرو، اب تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ میں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف مُتَوجِّہ ہوا تو دیکھا کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔

(بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب قول المقریء للقاریء: حسبك، ۴۱۶/۳، الحدیث: ۵۰۵۰)

(2)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ”سورۂ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ، سورۂ حج اور سورۂ نور سیکھو کیونکہ ان سورتوں میں فرض علوم بیان کئے گئے ہیں۔ (مستدرك، کتاب التفسیر، تفسیر سورة النور، ۱۵۸/۳، الحدیث: ۳۵۴۵)

(3)......حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ”جس نے سورۂ نساء پڑھی تو وہ جان لے گا کہ وراثت میں کون کس سے محروم ہوتا ہے اور کون کس سے محروم نہیں ہوتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفرائض، ما قالوا فی تعلیم الفرائض، ۳۲۴/۷، الحدیث: ۵)

(4)......حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ”جس نے سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران اور سورۂ نساء پڑھی تو وہ اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں حکمت والے لوگوں میں سے لکھا جائے گا۔

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان، فصل فی فضائل السور والآیات، ۴۶۸/۲، الحدیث: ۲۴۲۴)

سورۂ نساء کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں یتیم بچوں اور عورتوں کے حقوق اور ان سے متعلق احکام بیان کئے گئے ہیں جیسے یتیم بچوں کے مال کو اپنے مال میں ملا کر کھا جانے کو بڑا گناہ قرار دیا گیا۔ ناسمجھ یتیم بچوں کا مال ان کے حوالے کرنے سے منع کیا گیا اور جب وہ شادی کے قابل اور سمجھدار ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دینے کا حکم دیا گیا۔ یتیموں کے مال ناحق کھا جانے پر وعید بیان کی گئی۔ اسی طرح عورتوں کا مہر انہیں دینے کا حکم دیا گیا اور مہر سے متعلق چند اور مسائل بیان کئے گئے۔ میراث کے مال میں عورتوں کے باقاعدہ حصے مقرر کئے گئے۔ ان عورتوں کا ذکر کیا گیا جن سے نسب، رَضاعت اور مُصاہَرت کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے اور جن عورتوں سے کسی سبب کی وجہ سے عارضی طور پر نکاح حرام ہے۔ ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کے احکام بیان کئے گئے اور نافرمان عورت کی اصلاح کا طریقہ ذکر کیا گیا۔ اس کے علاوہ سورۂ نساء میں یہ مَضامین بیان ہوئے ہیں۔

(1)......والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی اور دور کے پڑوسیوں، مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک اور بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا۔

(2)......میراث کے احکام تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے۔

(3)......کن لوگوں کی توبہ مقبول ہے اور کن کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

(4)......شوہر، بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق اور ازدواجی زندگی کے رہنما اصول بیان کئے ہیں۔

(5)......مال اور خون میں مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کے احکام بیان کئے گئے۔

(6)......کبیرہ گناہوں سے بچنے کی فضیلت بیان کی گئی، حسد سے بچنے کا حکم دیا گیا نیز تکبر، بخل اور ریاکاری کی مذمت بھی بیان کی گئی۔

(7)...... جہاد کے بارے میں احکامات بیان کئے گئے۔

(8)......قاتل کے بارے میں احکام، ہجرت کے بارے میں احکام اور نمازِ خوف کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

(9)......نیک اعمال کرنے اور گناہوں سے توبہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے

(10)......اخلاقی اور ملکی معاملات کے اصول اور جنگ کے بعض احکام بیان کئے گئے ہیں۔

(11)......منافقوں، عیسائیوں اور بطورِ خاص یہودیوں کے خطرات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا ہے۔

(12)......اس سورت کے آخر میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں عیسائیوں کی گمراہیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورۂ آلِ عمران کے ساتھ مناسبت

سورۂ نساء کی اپنے سے ماقبل سورت ''آلِ عمران'' کے ساتھ کئی طرح سے مناسبت ہے، جیسے سورۂ آلِ عمران کے آخر میں مسلمانوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور سورۂ نساء کے ابتداء میں تمام لوگوں کو اس چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ آلِ عمران میں غزوۂ اُحد کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا تھا اور اس سورت کی آیت نمبر 88 میں بھی غزوۂ احد کا ذکر ہے۔ سورۂ آلِ عمران میں غزوۂ احد کے بعد ہونے والے غزوہ، حمراءُ الاسد کا ذکر ہے اور اس سورت کی آیت نمبر 104 میں بھی اس غزوے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ دونوں سورتوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں باطل نظریات کا رد کیا گیا ہے۔ (تناسق الدرر، سورة النساء، ص۷٦-۷۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءًۚ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتوں (کو توڑنے سے بچو۔) بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ: اے لوگو۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں تمام بنی آدم کو خطاب کیا گیا ہے اور سب کو تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ کافروں کیلئے تقویٰ یہ ہے کہ وہ ایمان لائیں اور اعمالِ صالحہ کریں اور مسلمانوں کیلئے تقویٰ یہ ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اعمالِ صالحہ بجالائیں۔ ہر ایک کو اس کے مطابق تقویٰ کا حکم ہوگا۔ اس کے بعد یہاں چند چیزیں بیان فرمائیں:

(1)...... اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک جان یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے پیدا کیا۔

(2)...... حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وجود سے ان کا جوڑا یعنی حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کو پیدا کیا۔

(3)...... انہی دونوں حضرات سے زمین میں نسل در نسل کثرت سے مرد وعورت کا سلسلہ جاری ہوا۔

(4)...... چونکہ نسلِ انسانی کے پھیلنے سے باہم ظلم اور حق تلفی کا سلسلہ بھی شروع ہوا لہٰذا خوفِ خدا کا حکم دیا گیا تا کہ ظلم سے بچیں اور چونکہ ظلم کی ایک صورت اور بدتر صورت رشتے داروں سے قطع تعلّقی ہے لہٰذا اس سے بچنے کا حکم دیا۔

انسانوں کی ابتداء کس سے ہوئی؟

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انسانوں کی ابتداء حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ہوئی اور اسی لئے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ابوالبشر یعنی انسانوں کا باپ کہا جاتا ہے۔ اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے انسانیت کی ابتداء ہونا بڑی قوی دلیل سے ثابت ہے مثلاً دنیا کی مردم شماری سے پتہ چلتا ہے کہ آج سے سو سال پہلے دنیا میں انسانوں کی تعداد آج سے بہت کم تھی اور اس سے سو برس پہلے اور بھی کم تو اس طرح ماضی کی طرف چلتے چلتے اس کمی کی انتہاء ایک ذات قرار پائے گی اور وہ ذات حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں یا یوں کہیے کہ قبیلوں کی کثیر تعداد ایک شخص پر جا کر ختم ہو جاتی ہیں مثلاً سیّد دنیا میں کروڑوں پائے جائیں گے مگر اُن کی انتہا رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک ذات پر ہوگی، یونہی بنی اسرائیل کتنے بھی کثیر ہوں مگر اس تمام کثرت کا اختتام حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ایک ذات پر ہوگا۔ اب اسی طرح اور اوپر کو چلنا شروع کریں تو انسان کے تمام کنبوں، قبیلوں کی انتہا ایک ذات پر ہوگی جس کا نام تمام آسمانی کتابوں میں آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے اور یہ تو ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک شخص پیدائش کے موجود طریقے سے پیدا ہوا ہو یعنی ماں باپ سے پیدا ہوا ہو کیونکہ اگر اس کے لئے باپ فرض بھی کیا جائے تو ماں کہاں سے آئے اور پھر جسے باپ مانا وہ خود کہاں سے آیا؟ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہو اور جب بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تو بالیقین وہ اِس طریقے سے ہٹ کر پیدا ہوا اور وہ طریقہ قرآن نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مٹی سے پیدا کیا جو انسان کی رہائش یعنی دنیا کا بنیادی جز ہے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ جب ایک انسان یوں وجود میں آگیا تو دوسرا ایسا وجود چاہیے جس سے نسلِ انسانی چل سکے تو دوسرے کو بھی پیدا کیا گیا لیکن دوسرے کو پہلے کی طرح مٹی سے بغیر ماں باپ کے پیدا کرنے کی بجائے

جوایک شخص انسانی موجود تھا اسی کے وجود سے پیدا فرما دیا کیونکہ ایک شخص کے پیدا ہونے سے نوع موجود ہو چکی تھی چنانچہ دوسرا وجود پہلے وجود سے کچھ کم تر اور عام انسانی وجود سے بلند تر طریقے سے پیدا کیا گیا یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ایک بائیں پسلی ان کے آرام کے دوران نکالی اور اُن سے اُن کی بیوی حضرت حوّا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو پیدا کیا گیا۔ چونکہ حضرت حوّا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا مرد وعورت والے باہمی ملاپ سے پیدا نہیں ہوئیں اس لئے وہ اولاد نہیں ہو سکتیں۔ خواب سے بیدار ہو کر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے پاس حضرت حوّا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو دیکھا تو ہم جنس کی محبت دل میں پیدا ہوئی۔ مخاطب کر کے حضرت حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا: عورت۔ فرمایا: کس لئے پیدا کی گئی ہو؟ عرض کیا: آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تسکین کی خاطر، چنانچہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اُن سے مانوس ہو گئے۔ (خازن، النساء، تحت الآية: ١، ١/٣٤٠)

یہ وہ معقول اور سمجھ میں آنے والا طریقہ ہے جس سے نسلِ انسانی کی ابتداء کا پتہ چلتا ہے۔ بقیہ وہ جو کچھ لوگوں نے بندروں والا طریقہ نکالا ہے کہ انسان بندر سے بنا ہے تو یہ پرلے درجے کی نامعقول بات ہے۔ یہاں ہم سنجیدگی کے ساتھ چند سوالات سامنے رکھتے ہیں۔ آپ پر ان پر غور کر لیں، حقیقت آپ کے سامنے آجائے گی۔ سوال یہ ہے کہ اگر انسان بندر ہی سے بنا ہے تو کئی ہزار سالوں سے کوئی جدید بندر انسان کیوں نہ بن سکا اور آج ساری دنیا پوری کوشش کر کے کسی بندر کو انسان کیوں نہ بنا سکی؟ نیز بندروں سے انسان بننے کا سلسلہ کب شروع ہوا تھا؟ کس نے یہ بنتے دیکھا تھا؟ کون اس کا راوی ہے؟ کس پرانی کتاب سے یہ بات مطالعہ میں آئی ہے؟ نیز یہ سلسلہ شروع کب ہوا اور کب سے بندروں پر پابندی لگ گئی کہ جناب! آئندہ آپ میں کوئی انسان بننے کی جرأت نہ کرے۔ نیز بندر سے انسان بنا تو دُم کا کیا بنا تھا؟ کیا انسان بنتے ہی دُم جھڑ گئی تھی یا کچھ عرصے بعد کاٹی گئی یا گھسٹ گھسٹ کر ختم ہو گئی اور بہر حال جو کچھ بھی ہوا، کیا اس بات کا ثبوت ہے کہ دُم والے انسان پائے جاتے تھے۔ الغرض بندروں والی بات بندر ہی کر سکتا ہے۔ حیرت ہے کہ دنیا بھر میں جس بات کا شور مچایا ہوا ہے اس کی کوئی کَل سیدھی نہیں، اس کی کوئی کڑی سلامت نہیں، اس کی کوئی تاریخ نہیں۔ بس خیالی مفروضے قائم کر کے اچھے بھلے انسان کو بندر سے جا ملایا۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ: اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔﴾

ارشاد فرمایا کہ اس اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مانگتے ہو یعنی کہتے ہو کہ اللہ کے واسطے مجھے یہ دو، وہ دو۔ نیز رشتے داری توڑنے کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو۔

رشتے داری توڑنے کی مذمت

قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں رشتہ داری توڑنے کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَ یَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِۙ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ (رعد: ۲۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللہ کا عہد اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کیلئے لعنت ہی ہے اور اُن کیلئے برا گھر ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس قوم میں رشتہ داری توڑنے والا ہوتا ہے اس پر رحمت نہیں اترتی۔

(شعب الایمان، السادس والخمسون من شعب الایمان، ۲۲۳/۶، الحدیث: ۷۹۶۲)

اور حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس گناہ کی سزا دنیا میں بھی جلد ہی دیدی جائے اور اس کے لئے آخرت میں بھی عذاب رہے وہ بغاوت اور قَطعِ رَحمی سے بڑھ کر نہیں۔ (ترمذی، کتاب صفة القیامة، ۵۷-باب، ۲۲۹/۴، الحدیث: ۲۵۱۹)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ رشتے داری توڑنے سے بچے اور رشتہ داروں سے تعلقات جوڑ کر رکھنے کی بھرپور کوشش کرے۔

وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یتیموں کو ان کے مال دو اور ستھرے کے بدلے گندا نہ لو اور ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یتیموں کو ان کے مال دیدو اور پاکیزہ مال کے بدلے گندا مال نہ لو اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

﴿وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ: اور یتیموں کو ان کا مال دو۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک شخص کی نگرانی میں اُس کے یتیم بھتیجے کا بہت زیادہ مال تھا، جب وہ یتیم بالغ ہوا اور اس نے اپنا مال طلب کیا تو چچا نے دینے سے انکار کر دیا اِس پر یہ آیت نازل ہوئی جسے سن کر اُس شخص نے یتیم کا مال اُس کے حوالے کر دیا اور کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرتے ہیں۔ (بیضاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۲، ۱۴۱/۲)

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب یتیم اپنا مال طلب کریں تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو جب کہ دیگر شرعی تقاضوں کو پورا کر لیا ہے اور اپنے حلال مال کے بدلے یتیم کا مال نہ لو جو تمہارے لئے حرام ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اپنا گھٹیا مال یتیم کو دے کر اس کا عمدہ مال لے لو۔ یہ تمہارا گھٹیا مال تمہارے لئے عمدہ ہے کیونکہ یہ تمہارے لئے حلال ہے اور یتیم کا عمدہ مال تمہارے لئے گھٹیا اور خبیث ہے کیونکہ وہ تمہارے لئے حرام ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب یتیم کا مال اپنے مال سے ملا کر کھانا حرام ہوا یعنی گھٹیا معاوضہ دے کر کھانا بھی حرام ہے تو بغیر معاوضہ کے کھا لینا تو بطریقِ اَولیٰ حرام ہوا۔ ہاں شریعت نے جہاں ان کا مال ملا کر استعمال کی اجازت دی وہ جدا ہے جس کا بیان سورۂ بقرہ آیت **220** میں ہے۔

یتیموں سے متعلق چند اہم مسائل

یتیم اس نابالغ لڑکے یا لڑکی کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے۔ آیتِ مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے یہاں یتیموں سے متعلق چند اہم مسائل بیان کئے جاتے ہیں:

(1)......یتیم کو تحفہ دے سکتے ہیں مگر اس کا تحفہ لے نہیں سکتے۔

(2)......کوئی شخص فوت ہوا اور اس کے ورثاء میں یتیم بچے بھی ہوں تو اس ترکے سے تیجہ، چالیسواں، نیاز، فاتحہ اور خیرات کرنا سب حرام ہے اور لوگوں کا یتیموں کے مال والی اُس نیاز، فاتحہ کے کھانے کو کھانا بھی حرام ہے۔ یہ مسئلہ بہت زیادہ پیش آنے والا ہے لیکن افسوس کہ لوگ بے دھڑک یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں۔

(3)......ایسے موقع پر جائز نیاز کا طریقہ یہ ہے کہ بالغ ورثاء خاص اپنے مال سے نیاز دلائیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہاں وہ دعوت مراد نہیں ہے جو تدفین کے بعد یا سوئم کے دن کی پکائی جاتی ہے کیونکہ وہ دعوت تو بہر صورت ناجائز ہے خواہ اپنے مال سے کریں۔ مسئلہ: تیجہ، فاتحہ کا ایصالِ ثواب جائز ہے لیکن رشتے داروں اور اہلِ محلہ کی جو دعوت کی جاتی ہے یہ ناجائز ہے، وہ کھانا صرف فقراء کو کھلانے کی اجازت ہے۔ اس کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 9ویں جلد سے ان دو رسائل کا مطالعہ فرمائیں (1) اَلْحُجَّةُ الْفَائِحة لِطِيْبِ التَّعْيِيْنِ وَالْفَاتِحَة۔ (دن متعین کرنے اور مروجہ فاتحہ، سوئم وغیرہ کا ثبوت) (2) جَلِيُّ الصَّوْتِ لِنَهْيِ الدَّعْوَةِ اَمَامَ مَوْتٍ۔ (کسی کی موت پر دعوت کرنے کی ممانعت کا واضح بیان)

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۗ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ تم انصاف نہیں کرسکو گے تو صرف ایک (سے نکاح

کرو) یا لونڈیوں (پر گزارا کرو) جن کے تم مالک ہو۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ: اور اگر تمہیں ڈر ہو۔﴾ اِس آیت کے معنی میں چند اقوال ہیں۔

(1)...... امام حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ پہلے زمانہ میں مدینہ کے لوگ اپنی زیرِ سرپرستی یتیم لڑکیوں سے اُن کے مال کی وجہ سے نکاح کر لیتے حالانکہ اُن کی طرف انہیں کوئی رغبت نہ ہوتی تھی، پھر اُن یتیم لڑکیوں کے حقوق پورے نہ کرتے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرتے اور اُن کے مال کے وارث بننے کے لئے اُن کی موت کے منتظر رہتے، اِس آیت میں اُنہیں اِس حرکت سے روکا گیا۔ (صاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۳، ۲/۳۵۹)

(2)...... دوسرا قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی سرپرستی کرنے سے تو ناانصافی ہو جانے کے ڈر سے گھبراتے تھے لیکن زنا کی پرواہ نہ کرتے تھے، اِنہیں بتایا گیا کہ اگر تم ناانصافی کے اندیشہ سے یتیموں کی سرپرستی سے گریز کرتے ہو تو زنا سے بھی خوف کرو اور اُس سے بچنے کے لئے جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں اُن سے نکاح کرو اور حرام کے قریب مت جاؤ۔
(تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۳، ۳/۴۸۵)

(3)...... تیسرا قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی سرپرستی میں تو ناانصافی کرنے سے ڈرتے تھے لیکن بہت سے نکاح کرنے میں کچھ خطرہ محسوس نہیں کرتے تھے، اُنہیں بتایا گیا کہ جب زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو اُن کے حق میں ناانصافی سے بھی ڈرو جیسے یتیموں کے حق میں ناانصافی کرنے سے ڈرتے ہو اور اُتنی ہی عورتوں سے نکاح کرو جن کے حقوق ادا کر سکو۔
(مدارک، النساء، تحت الآیۃ: ۳، ص۲۰۹)

(4)...... حضرت عکرمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت کیا کہ قریش دس دس بلکہ اس سے زیادہ عورتیں کرتے تھے اور جب اُن کا بوجھ نہ اٹھا سکتے تو جو یتیم لڑکیاں اُن کی سرپرستی میں ہوتیں اُن کے مال خرچ کر ڈالتے۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۳، ۱/۳۴۰)

اِس آیت میں فرمایا گیا کہ اپنی مالی پوزیشن دیکھ لو اور چار سے زیادہ نہ کرو تا کہ تمہیں یتیموں کا مال خرچ کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔

نکاح سے متعلق 2 شرعی مسائل

(1)...... اِس آیت سے معلوم ہوا کہ آزاد مرد کے لئے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے۔

(2)...... تمام اُمت کا اِجماع ہے کہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا کسی کے لئے جائز نہیں سوائے رسولِ

کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اور یہ بات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیات میں سے ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اسلام قبول کیا، اس کی آٹھ بیویاں تھیں، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اِن میں سے صرف چار رکھنا۔ (ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب فی من اسلم وعنده نساء... الخ، ۲/۳۹۶، الحدیث: ۲۲۴۱)

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا: پھر اگر تمہیں عدل نہ کر سکنے کا ڈر ہو۔﴾ آیت میں چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی صورت میں سب کے درمیان عدل نہیں کرسکو گے تو صرف ایک سے شادی کرو۔ اسی سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی چار میں عدل نہیں کرسکتا لیکن تین میں کرسکتا ہے تو تین شادیاں کرسکتا ہے اور تین میں عدل نہیں کرسکتا لیکن دو میں کرسکتا ہے تو دو کی اجازت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بیویوں کے درمیان عدل کرنا فرض ہے، اس میں نئی، پرانی، کنواری یا دوسرے کی مُطَلَّقہ، بیوہ سب برابر ہیں۔ یہ عدل لباس میں، کھانے پینے میں، رہنے کی جگہ میں اور رات کو ساتھ رہنے میں لازم ہے۔ ان امور میں سب کے ساتھ یکساں سلوک ہو۔

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةًؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا(۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ خوش دلی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے پاکیزہ، خوشگوار (سمجھ کر) کھاؤ۔

﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کریں پھر اگر ان کی بیویاں خوش دلی سے اپنے مہر میں سے انہیں کچھ تحفے کے طور پر دے دیں تو وہ اسے پاکیزہ اور خوشگوار سمجھ کر کھائیں، اس میں ان کا کوئی دُنیوی یا اُخروی نقصان نہیں ہے۔
(خازن، النساء، تحت الآیة: ۴، ۱/۳۴۴، جلالین مع صاوی، النساء، تحت الآیة: ۴، ۲/۳۶۰، ملتقطاً)

مہر سے متعلق چند مسائل

اس آیت سے کئی چیزیں معلوم ہوئیں:

(1)......مہر کی مستحق عورتیں ہیں نہ کہ ان کے سرپرست، لہٰذا اگر سرپرستوں نے مہر وصول کرلیا ہو تو انہیں لازم ہے کہ وہ مہر اس کی مستحق عورت کو پہنچادیں۔

(2)......مہر بوجھ سمجھ کر نہیں دینا چاہیے بلکہ عورت کا شرعی حق سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی نیت سے خوشی خوشی دینا چاہیے۔

(3)......مہر دینے کے بعد زبردستی یا انہیں تنگ کرکے واپس لینے کی اجازت نہیں۔

(4)......اگر عورتیں خوشی سے پورا یا کچھ مہر تمہیں دیدیں تو وہ حلال ہے اسے لے سکتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں لوگ عورتوں کو مہر واپس دینے یا معاف کرنے پر باقاعدہ تو مجبور نہیں کرتے لیکن کچھ اپنی چرب زبانی سے اور کچھ اپنے رویّے کو بگاڑ کر اور موڈ آف کرکے اور میل برتاؤ میں انداز تبدیل کرکے مہر کی معافی یا واپسی پر عورت کو مجبور کرتے ہیں۔ یہ سب صورتیں ممنوع ہیں بلکہ بعض اعتبار سے اس میں زیادہ خباثت اور کمینگی ہے۔ ایسے لوگ مہر معاف بھی کروالیتے ہیں اور اپنے نفس کو بھی راضی رکھتے ہیں کہ ہم نے کون سا مجبور کیا ہے؟ اِنہیں اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دے۔

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے اور انہیں اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کم عقلوں کو ان کے وہ مال نہ دو جسے اللہ نے تمہارے لئے گزر بسر کا ذریعہ بنایا ہے اور انہیں اس مال میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ: اور کم عقلوں کو ان کے مال نہ دو۔﴾ اس آیت میں چند احکام بیان فرمائے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جن بچوں کی پرورش تمہارے ذمہ ہے اور ان کا مال تمہارے پاس ہے اور وہ بچے اتنی سمجھ نہیں رکھتے کہ مال کا مَصرَف پہچانیں بلکہ وہ اسے بے محل خرچ کرتے ہیں اور اگر ان کا مال اُن پر چھوڑ دیا جائے تو وہ جلد ضائع کر دیں گے حالانکہ مال کی بہت اہمیت ہے کہ اسی کے ساتھ زندگی کی بقا ہے لہٰذا جب تک مال کی اچھی طرح سمجھ بوجھ انہیں حاصل نہ ہو جائے تب تک ان کے مال ان کے حوالے نہ کرو بلکہ ان کی ضروریات جیسے کھانے پینے اور پہننے کے اخراجات وغیرہ اِن کے مال سے پورے کرتے رہو۔ البتہ ان سے اچھی بات کہتے رہو جس سے اِن کے دل کو تسلی رہے اور وہ پریشان نہ ہوں مثلاً ان سے کہو کہ بھائی! مال تمہارا ہی ہے اور جب تم ہوشیار، سمجھدار ہو جاؤ گے تو یہ تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔

(مدارك، النساء، تحت الآية: ٥، ص ٢١٠)

اچھی بات کہنے کا معنیٰ یہاں مفسرین نے وہ لیا ہے جو اوپر بیان ہوا البتہ مطلقاً اچھی بات میں بہت سی چیزیں داخل ہیں، یہ بھی اس میں داخل ہے کہ ان کو آدابِ زندگی سکھاؤ، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، بات چیت کرنے سب کاموں میں ان کی تربیت کرو۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶

ترجمۂ کنزالایمان: اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انہیں سپرد کر دو اور انہیں نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس جلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھائے پھر جب تم ان کے مال انہیں سپرد کرو تو ان پر گواہ کر لو اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یتیموں (کی سمجھداری) کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھداری دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کردو اور ان کے مال فضول خرچی سے اور (اس ڈر سے) جلدی جلدی نہ کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اور جسے حاجت نہ ہو تو وہ بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدرِ مناسب کھا سکتا ہے پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ کرلو اور حساب لینے کے لئے اللہ کافی ہے۔

﴿وَ ابْتَلُوا الْیَتٰمٰى: اور یتیموں کو آزماتے رہو۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں یتیموں کے حوالے سے بہت واضح احکام دیئے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ جن یتیموں کا مال تمہارے پاس ہو ان کی سمجھداری کو آزماتے رہو جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کا مال دے کر وقتاً فوقتاً انہیں دیکھتے رہو کہ کیسے خرچ کرتے ہیں۔ یوں انہیں آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں یعنی بالغ ہو جائیں تو اگر تم ان میں سمجھداری کے آثار دیکھو کہ وہ مالی معاملات اچھے طریقے سے کرلیتے ہیں تو ان کے مال ان کے حوالے کردو۔ یہاں تک ان کے بارے میں حکم دینے کے بعد اب سرپرستوں کو بطورِ خاص چند ہدایات دی ہیں چنانچہ فرمایا کہ یتیموں کے مال کو فضول خرچی سے استعمال نہ کرو اور ان کا مال جلدی جلدی نہ کھاؤ اس ڈر سے کہ جب وہ بڑے ہو جائیں گے تو چونکہ تمہیں اُن کے مال واپس کرنا پڑیں گے لہٰذا جتنا زیادہ ہو سکے ان کا مال کھا جاؤ، یہ حرام ہے۔ مزید ہدایت یہ ہے کہ یتیم کا سرپرست اگر خود مالدار ہو یعنی اسے یتیم کا مال استعمال کرنے کی حاجت نہیں تو وہ اُس کا مال استعمال کرنے سے بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدرِ مناسب کھا سکتا ہے یعنی جتنی معمولی سی ضرورت ہو۔ اس میں کوشش یہ ہونی چاہیے کہ کم سے کم کھائے۔ (جمل، النساء، تحت الآیۃ: ۶، ۲/۱۳)

آیت کے آخر میں مزید پہلے والے حکم کے بارے میں فرمایا کہ جب تم یتیموں کے مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو اِس بات پر گواہ بنالو تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔ یہ حکم مستحب ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ۪ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَؕ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: مردوں کے لئے اس (مال) میں سے (وراثت کا) حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے، مال وراثت تھوڑا ہو یا زیادہ۔ (اللہ نے یہ مقرر حصہ (بنایا ہے۔)

﴿ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ :اور عورتوں کا بھی وراثت میں حصہ ہے۔﴾ زمانہ جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو وراثت سے حصہ نہ دیتے تھے، اِس آیت میں اُس رسم کو باطل کیا گیا۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیٹے کو میراث دینا اور بیٹی کو نہ دینا صریح ظلم اور قرآن کے خلاف ہے دونوں میراث کے حقدار ہیں اور اس سے اسلام میں عورتوں کے حقوق کی اہمیت کا بھی پتہ چلا۔

وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بانٹتے وقت اگر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔

ترجمۂ کنزالعِرفان: اور جب تقسیم کرتے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو اس مال میں سے انہیں بھی کچھ دیدو اور ان سے اچھی بات کہو۔

﴿ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى : اور جب تقسیم کرتے وقت رشتہ دار آجائیں۔﴾ جن افراد کا وراثت میں حصہ ہے ان کا بیان تو تفصیل کے ساتھ بعد کی آیتوں میں مذکور ہے ان کے علاوہ دیگر رشتے داروں اور محتاج افراد کے بارے میں فرمایا کہ انہیں بھی وراثت تقسیم کرنے سے پہلے مال میں سے کچھ دیدیا کرو اور ان سے اچھی بات کہو جیسے یہ کہ یہ مال تو درحقیقت وارثوں کا حصہ ہے لیکن تمہیں ویسے ہی تھوڑا سا دیا گیا ہے، یونہی ان کیلئے دعا کردی جائے۔

وراثت تقسیم کرنے سے پہلے غیر وارثوں کو دینا

اس آیت میں غیر وارثوں کو وراثت کے مال میں سے کچھ دینے کا جو حکم دیا گیا ہے، یہ دینا مستحب ہے۔ امام محمد بن سیرین رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے مروی ہے حضرت عبیدہ سلمانی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے میراث تقسیم کی تو اسی آیت پر عمل کرتے ہوئے ایک بکری ذبح کروا کر کھانا پکوایا پھر یتیموں میں تقسیم کر دیا اور کہا اگر یہ آیت نہ ہوتی تو میں یہ سب خرچہ اپنے مال سے کرتا۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۸، ۱/۳۴۸)

تفسیر قرطبی میں یوں ہے کہ ’’یہ عمل عبیدہ سلمانی اور امام محمد بن سیرین رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِما دونوں نے کیا۔

(قرطبی، النساء، تحت الآیۃ: ۸، ۳/۳۶، الجزء الخامس)

درمنثور میں ایک روایت یہ ہے کہ ’’حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے جب اپنے والد کی میراث تقسیم کی تو اُسی مال سے ایک بکری ذبح کروا کر کھانا پکوایا، جب یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی بارگاہ میں عرض کی گئی تو انہوں نے فرمایا: عبدالرحمٰن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے قرآن پر عمل کیا۔ (در منثور، النساء، تحت الآیۃ: ۸، ۲/۴۴۰)

اس مستحب حکم پر یوں بھی عمل ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات کوئی بیٹا یتیم بچے چھوڑ کر فوت ہوجاتا ہے اور اس کے بعد باپ کا انتقال ہوتا ہے تو وہ یتیم بچے چونکہ پوتے بنتے ہیں اور چچا یعنی فوت ہونے والے کا دوسرا بیٹا موجود ہونے کی وجہ سے یہ پوتے دادا کی میراث سے محروم ہوتے ہیں تو دادا کو چاہیے کہ ایسے پوتوں کو وصیت کرکے مال کا مستحق بنادے اور اگر دادا نے ایسا نہ کیا ہو تو وارثوں کو چاہیے کہ اوپر والے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے حصہ میں سے اسے کچھ دے دیں۔ اس حکم پر عمل کرنے میں مسلمانوں میں بہت سستی پائی جاتی ہے بلکہ اس حکم کا علم ہی نہیں ہوتا۔ البتہ یہ یاد رہے کہ نابالغ اور غیر موجود وارث کے حصہ میں سے دینے کی اجازت نہیں۔

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۖ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ڈریں وہ لوگ اگر اپنے بعد ناتوان اولاد چھوڑتے تو ان کا کیسا انہیں خطرہ ہوتا تو چاہئے کہ اللہ

سے ڈریں اور سیدھی بات کریں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ ڈریں جو اگر اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑتے تو ان کے بارے میں کیسے اندیشوں کا شکار ہوتے۔ تو انہیں چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں۔

﴿وَلْیَخْشَ: اور چاہیے کہ ڈریں۔﴾ یتیموں کے سرپرستوں کو فرمایا جارہا ہے کہ وہ یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اُن کی یہ سمجھ کر پرورش کریں کہ اگر ہمارے بچے یتیم رہ جائیں اور کوئی دوسرا ان کی پرورش کرے تو وہ کیسی پرورش چاہتے ہیں، تو ایسی ہی پرورش وہ دوسرے کے یتیموں کی کریں۔ یہ آیتِ کریمہ اخلاق کی بہترین تعلیم ہے۔ ہمیشہ دوسرے کے ساتھ وہ معاملہ کرنا چاہیے جو اپنے ساتھ پسند ہے اور جو اپنے لئے پسند نہ ہو وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہیں ہونا چاہیے۔ حدیثِ مبارک میں بھی فرمایا گیا کہ تم میں کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔(بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحبّ لاخیه... الخ، ۱/۱٦، الحدیث: ۱۳)

لہٰذا یتیموں کے سرپرستوں کو چاہیے کہ وہ یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان سے اچھی اور صحیح بات کہیں مثلاً یہ کہ تم فکر نہ کرو ہم بھی تمہارے باپ جیسے ہیں، تمہیں پریشانی نہیں آنے دیں گے۔

(خازن، النساء، تحت الآیة: ۹، ۱/۳٤۹، مدارک، النساء، تحت الآیة: ۹، ص ۲۱۲، ملتقطاً)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۠(۱۰)

ع ۱۰ / ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے (آتش کدے) میں جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا: بیشک وہ لوگ جوظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیات میں یتیموں کا مال ناحق کھانے سے منع کیا گیا اور اس آیت میں یتیموں کا مال ناحق کھانے پر سخت وعید بیان کی گئی ہے اور یہ سب یتیموں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کیونکہ وہ انتہائی کمزور اور عاجز ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے مزید لطف وکرم کے حقدار تھے۔ اس آیت میں جو یہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ یتیموں کا مال ناحق کھانا گویا آگ کھانا ہے کیونکہ یہ مال کھانا جہنم کی آگ کے عذاب کا سبب ہے۔
(تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰، ۳/۵۰۶)

یتیموں کا مال ناحق کھانے کی وعیدیں

احادیثِ مبارکہ میں بھی یتیموں کا مال ناحق کھانے پر کثیر وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 3 وعیدیں درج ذیل ہیں۔

(1)...... حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن ایک قوم اپنی قبروں سے اس طرح اٹھائی جائے گی کہ ان کے مونہوں سے آگ نکل رہی ہوگی۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کون لوگ ہوں گے؟ ارشاد فرمایا'' کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نہیں دیکھا'' اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا '' بیشک وہ لوگ جوظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔ (کنز العمال، کتاب البیوع، قسم الاقوال، ۹/۲، الجزء الرابع، الحدیث: ۹۲۷۹)

(2)...... حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے معراج کی رات ایسی قوم دیکھی جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان پر ایسے لوگ مقرر تھے جو ان کے ہونٹوں کو پکڑتے پھر ان کے مونہوں میں آگ کے پتھر ڈالتے جو ان کے پیچھے سے نکل جاتے۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل! عَلَیْہِ السَّلَام، یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی: ''یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے تھے۔ (تھذیب الآثار، مسند عبد اللہ بن عباس، السفر الاول، ذکر من روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ رأی، ۲/ ۴۲۷، الحدیث: ۷۲۵)

(3)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''چار

شخص ایسے ہیں جنہیں جنت میں داخل نہ کرنا اوراس کی نعمتیں نہ چکھانا اللہ تعالیٰ پر حق ہے۔(1)شراب کا عادی۔(2) سود کھانے والا۔(3)ناحق یتیم کا مال کھانے والا۔(4)والدین کا نافرمان۔

(مستدرك، كتاب البيوع، انّ اربى الربا عرض الرجل المسلم، ۳۳۸/۲، الحديث: ۲۳۰۷)

یتیم کا مال کھانے سے کیا مراد ہے؟

یتیم کا مال ناحق کھانا کبیرہ گناہ اور سخت حرام ہے۔قرآنِ پاک میں نہایت شدت کے ساتھ اس کے حرام ہونے کا بیان کیا گیا ہے۔افسوس کہ لوگ اس میں بھی پرواہ نہیں کرتے۔عموماً یتیم بچے اپنے تایا، چچا وغیرہ کے ظلم وستم کا شکار ہوتے ہیں،انہیں اِس حوالے سے غور کرنا چاہیے۔یہاں ایک اور اہم مسئلے کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ یتیم کا مال کھانے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی باقاعدہ کسی بری نیت سے کھائے تو ہی حرام ہے بلکہ کئی صورتیں ایسی ہیں کہ آدمی کو حرام کا علم بھی نہیں ہوتا اور وہ یتیموں کا مال کھانے کے حرام فعل میں مُلَوَّث ہوجاتا ہے جیسے جب میت کے ورثاء میں کوئی یتیم ہے تو اس کے مال سے یا اس کے مال سمیت مشترک مال سے فاتحہ تیجہ وغیرہ کا کھانا حرام ہے کہ اس میں یتیم کا حق شامل ہے،لہٰذا یہ کھانے صرف فقراء کیلئے بنائے جائیں اور صرف بالغ موجود ورثاء کے مال سے تیار کئے جائیں ورنہ جو بھی جانتے ہوئے یتیم کا مال کھائے گا وہ دوزخ کی آگ کھائے گا اور قیامت میں اس کے منہ سے دھواں نکلے گا۔

یتیم کی اچھی پرورش کے فضائل

جس کے زیرِ سایہ کوئی یتیم ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس یتیم کی اچھی پرورش کرے،اَحادیث میں یتیم کی اچھی پرورش کرنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں،ان میں سے 4 فضائل درجِ ذیل ہیں۔

(1)......حضرت سہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔پھر اپنی شہادت والی اور درمیان والی انگلی سے اشارہ فرمایا اور انہیں کشادہ کیا۔

(بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان، ۴۹۷/۳، الحدیث: ۵۳۰۴)

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے،امامُ الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:''جس نے مسلمانوں کے کسی یتیم بچے کے کھانے پینے کی ذمہ داری لی، اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے جنت میں داخل فرمائے گا مگر یہ کہ وہ ایسا گناہ کرے جس کی معافی نہ ہو۔

(ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الیتیم وكفالته، ۳۶۸/۳، الحدیث: ۱۹۲۴)

(3)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مسلمانوں کے گھروں میں سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں یتیم سے اچھا سلوک کیا جائے اور مسلمانوں کے گھروں میں سے برا گھر وہ ہے جس میں یتیم سے برا سلوک کیا جائے۔ (ابن ماجه، كتاب الادب، باب حق اليتيم، ١٩٣/٤، الحديث: ٣٦٧٩)

(4)...... حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے یتیم کے سر پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کیلئے ہاتھ رکھا تو اس کے لئے ہر بال کے بدلے جن پر اس کا ہاتھ گزرا نیکیاں ہیں۔ (مسند امام احمد، مسند الانصار، حديث ابى امامة الباهلى، ٣٠٠/٨، الحديث: ٢٢٣٤٧)

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَۚ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُؕ وَ لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍؕ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًاؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا(۱۱) وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍؕ وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ

فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍؕ-وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ یُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُۚ-فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍۙ-غَیْرَ مُضَآرٍّۚ-وَصِیَّةً مِّنَ اللّٰهِؕ-وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌؕ(۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد ہو پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دَین کے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللّٰہ کی طرف سے بیشک اللّٰہ علم والا حکمت والا ہے۔ اور تمہاری بیبیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دَین نکال کر اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دین نکال کر اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللّٰہ کا ارشاد ہے اور اللّٰہ علم والا حلم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کے لئے ترکے کا دو تہائی حصہ ہوگا اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا حصہ ہے اور اگر میت کی اولاد ہو تو میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے ترکے سے چھٹا حصہ ہوگا پھر اگر میت کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کے لئے تہائی حصہ ہے پھر اگر اس (میت) کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا، (یہ سب احکام) اس وصیت (کو پورا کرنے) کے بعد (ہوں گے) جو وہ (فوت ہونے والا) کرگیا اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے۔) تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ ان میں کون تمہیں زیادہ نفع دے گا، (یہ) اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ہے۔ بیشک اللہ بڑے علم والا، حکمت والا ہے۔ اور تمہاری بیویاں جو (مال) چھوڑ جائیں اگر ان کی اولاد نہ ہو تو اس میں سے تمہارے لئے آدھا حصہ ہے، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے۔ (یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو انہوں نے کی ہو اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے) اور اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے عورتوں کے لئے چوتھائی حصہ ہے، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے (یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے۔) اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کیا جانا ہو جس نے ماں باپ اور اولاد (میں سے) کوئی نہ چھوڑا اور (صرف) ماں کی طرف سے اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہوگا پھر اگر وہ (ماں کی طرف والے) بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہوں گے (یہ دونوں صورتیں بھی) میت کی اس وصیت اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد ہوں گی جس (وصیت) میں اس نے (ورثاء کو) نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ بڑے علم والا، بڑے حلم والا ہے۔

﴿ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ: اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے۔﴾ وراثت کے احکام میں کافی تفصیل ہے، انہیں جب تک باقاعدہ کسی کے پاس بیٹھ کر مشق کے ذریعے حل نہ کیا جائے تب تک سمجھنا مشکل ہے اس لئے انہیں سمجھنے کیلئے باقاعدہ کسی علمِ میراث کے عالم کے پاس بیٹھ کر سمجھیں۔ یہاں آیات مبارکہ کی تفسیر کے پیشِ نظر آیات میں مذکور ورثاء کی مکمل صورتیں تحریر کردی ہیں۔ انہیں دیکھ لیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ یہاں بیان کردہ حصوں کے ساتھ بہت سے اصول

وقواعد کو ملا کر میراث کا مسئلہ حل کیا جاتا ہے لہٰذا مزید تفصیلات کیلئے میراث کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ نیز یہاں تفسیر میں تمام ورثاء کے حالات بیان نہیں کئے گئے بلکہ صرف ان کے بیان کئے ہیں جن کی صورت یہاں آیات میں مذکور ہے۔

ورثا میں وراثت کا مال تقسیم کرنے کی صورتیں

(1)...... باپ کی تین صورتیں ہیں: (۱) اگر میت کا باپ ہو اور ساتھ میں بیٹا بھی ہو تو باپ کو 1/6 ایک بٹا چھ ملے گا۔ (۲) اگر میت کا باپ ہو اور ساتھ میں بیٹا نہ ہو بلکہ صرف بیٹی ہو تو باپ کو 1/6 ایک بٹا چھ ملے گا اور بقیہ ورثاء کو دینے کے بعد اگر کچھ بچ جائے تو وہ باپ کو بطورِ عَصبہ کے ملے گا۔ (۳) اگر میت کا باپ ہو اور ساتھ میں نہ کوئی بیٹا ہو اور نہ کوئی بیٹی ہو تو باپ کو بطور عصبہ کے ملے گا۔

(2)...... ماں شریک بھائی کی تین صورتیں ہیں: (۱) اَخیافی بھائی اگر ایک ہو تو اخیافی بھائی کو 1/6 ایک بٹا چھ ملے گا۔ (۲) اخیافی بھائی اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں خواہ بھائی ہو یا بہنیں یا دونوں مل کر تو انہیں 1/3 ایک بٹا تین ملے گا۔ (۳) باپ، دادا، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی کے ہوتے ہوئے اخیافی بھائی محروم ہو جائے گا۔ اسی طرح اخیافی بہن کے بھی یہی تین احوال ہیں۔

(3)......شوہر کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر فوت ہونے والی کی اولاد ہے تو شوہر کو 1/4 ایک بٹا چار ملے گا۔ (۲) اگر فوت ہونے والی کی اولاد نہیں تو شوہر کو 1/2 ایک بٹا دو ملے گا۔

(4)...... بیوی کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر فوت ہونے والے کی اولاد ہے تو بیوی کو 1/8 ایک بٹا آٹھ ملے گا۔ (۲) اگر فوت ہونے والے کی اولاد نہیں ہے تو بیوی کو 1/4 ایک بٹا چار ملے گا۔

(5)...... بیٹی کی تین صورتیں ہیں: (۱) اگر بیٹی ایک ہو تو 1/2 ایک بٹا دو یعنی آدھا مال ملے گا۔ (۲) اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو ان کو 2/3 دو بٹا تین ملے گا۔ (۳) اگر بیٹیوں کے ساتھ بیٹا بھی ہو تو بیٹیاں عصبہ بن جائیں گی اور لڑکے کو لڑکی سے دوگنا دیا جائے گا۔

(6)...... ماں کی تین صورتیں ہیں: (۱) اگر میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی یا کسی بھی قسم کے دو بہن بھائی ہوں تو ماں کو کل مال کا 1/6 ایک بٹا چھ ملے گا۔ (۲) اگر میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی کوئی نہ ہو اور بہن بھائیوں میں سے دو افراد نہ ہوں خواہ ایک ہو تو ماں کو کل مال کا 1/3 ایک بٹا تین ملے گا۔ (۳) اگر میت نے (بیوی اور ماں باپ) یا (شوہر اور ماں باپ)

چھوڑے ہوں تو بیوی یا شوہر کو اس کا حصہ دینے کے بعد جو مال باقی بچے اس کا 1/3 ایک بٹا تین ماں کو دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ دو اہم اصول

(1)...... بیٹے کو بیٹی سے دگنا ملتا ہے اور جہاں بھائی عصبہ بنتے ہوں وہاں انہیں بہنوں سے دگنا ملتا ہے اور کئی جگہ بہنیں بھی عصبہ بن جاتی ہیں اور اصحابِ فرائض کو دینے کے بعد بقیہ سارا مال لے لیتی ہیں۔

(2)......ایک اور اہم قاعدہ ہے کہ قریبی کے ہوتے ہوئے دور والا محروم ہوجاتا ہے جیسے بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا، باپ کے ہوتے ہوئے دادا، بھائی کے ہوتے ہوئے بھائی کی اولاد وغیرہ۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۳﴾ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا ۪ وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۱۴﴾

ع ۲ | ۱۳

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے تو اللہ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی (تمام) حدوں سے گزر جائے تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں (وہ) ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کُن عذاب ہے۔

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ : یہ اللہ کی حدیں ہیں۔﴾ وراثت کے مسائل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حدود قرار دیا اور ان کے توڑنے کو اللہ کی حدیں توڑنا قرار دیا۔اس سے معلوم ہوا کہ میراث کی تقسیم میں ظلم کرنا عذابِ الٰہی کا باعث ہے۔اس سے ان مسلمانوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو لڑکیوں یا دوسرے وارثوں کو وراثت سے محروم کرتے ہیں۔حدیث مبارکہ ہے ''جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت میں اس کے حصے سے محروم کردے گا۔

(ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب الحيف في الوصية، ۳/۳۰۴، الحديث: ۲۷۰۳)

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ : اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے تو اللہ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا۔﴾ اس آیت میں سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت پر جنت کا وعدہ ہے اور اگلی آیت میں حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی پر جہنم کی وعید ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ سرکارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت فرض ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی حرام ہے۔نیز کسی بھی حدِ شرعی کو توڑنا حرام ہے لیکن تمام حدود کو توڑنے والا کافر ہی ہے یعنی جو ایمان کی حد بھی توڑ دیتا ہے اور اگلی آیتوں میں یہی مراد ہے کیونکہ وہاں نافرمان کیلئے ہمیشہ جہنم میں داخلے کی وعید ہے اور جہنم میں ہمیشہ کافر ہی رہے گا مسلمان نہیں۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنے میں کے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اٹھالے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کرلیں ان پر اپنوں میں سے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر

وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند کردو یہاں تک کہ موت ان (کی زندگی) کو پورا کردے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ بنادے۔

﴿فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ: ان پر اپنوں میں سے چار مردوں کی گواہی لو۔﴾ مسلمانوں میں سے جو عورتیں زنا کا اِرتِکاب کریں ان کے بارے حکم دیا گیا کہ ان پر زنا کے ثبوت کیلئے چار مسلمان مردوں کا گواہ ہونا ضروری ہے جو عورتوں کے زنا پر گواہی دیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں حکام سے خطاب ہے یعنی وہ چار مردوں سے گواہی سنیں۔
(خازن، النساء، تحت الآية: ۱۵، ۱/۳۵۷)

زنا کے ثبوت کے لئے گواہی کی شرائط

زنا کا ثبوت گواہی سے ہو تو ضروری ہے کہ زنا کے گواہ چار عاقل، بالغ، مسلمان مرد ہوں کوئی عورت نہ ہو، چاروں نیک اور متقی ہوں، اورانہوں نے ایک وقتِ مُعَیَّن میں زنا کا یوں مشاہدہ کیا ہو جیسے سرمہ دانی میں سلائی نیز یہ چاروں گواہ حلفِ شرعی کے ساتھ گواہی دیں۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہوئی تو زنا ثابت نہ ہوگا اور گواہی دینے والے شرعاً اسی اسی کوڑوں کے مستحق ہوں گے۔ (فتاوی رضویہ، ۱۳/۶۲۳، ملخصا)

﴿فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ: ان عورتوں کو گھر میں بند کردو۔﴾ زانیہ عورتوں کو موت آنے تک گھروں میں قید رکھنے کا حکم زنا سے متعلق کوڑوں اور رَجم کی سزا مقرر ہونے سے پہلے تھا جب زنا کی حد کے بارے میں احکام نازل ہوئے تو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ (تفسيرات احمديه، النساء، تحت الآية: ۱۵، ص ۲۴۰)

زنا اور قذف کی سزا کا بیان سورۂ نور آیت نمبر 2 اور 4 میں بیان ہوا ہے۔

زنا کی مذمت

اس آیت میں زنا کرنے والوں کی سزا سے متعلق بعض احکام بیان ہوئے، اس مناسبت سے ہم یہاں زنا کی مذمت پر 4 اَحادیث ذکر کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں پر زنا کی قَباحت و برائی مزید واضح ہو اور وہ اس برے فعل سے بچنے کی کوشش کریں، چنانچہ

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

''جو عورت کسی قوم میں اس کو داخل کردے جو اس قوم سے نہ ہو (یعنی زنا کرایا اور اُس سے اولاد ہوئی) تو اُسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا حصہ نہیں ملے گا اور اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل نہ فرمائے گا۔

(ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب التغليظ فى الانتفاء، ۴۰۶/۲، الحديث: ۲۲۶۳)

(2)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس بستی میں زنا اور سود ظاہر ہوجائے تو انہوں نے اپنے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کو حلال کرلیا۔

(مستدرك، كتاب البيوع، اذا ظهر الزنا والربا فى قرية... الخ، ۳۳۹/۲، الحديث: ۲۳۰۸)

(3)......حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس قوم میں زنا ظاہر ہوگا، وہ قحط میں گرفتار ہوگی اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہوگا، وہ رُعب میں گرفتار ہوگی۔

(مشكوة المصابيح، كتاب الحدود، الفصل الثالث، ۶۵۶/۱، الحديث: ۳۵۸۲)

(4)......حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور زانیوں کی شرمگاہ کی بدبو جہنم والوں کو ایذا دے گی۔

(مجمع الزوائد، كتاب الحدود والديات، باب ذم الزنا، ۳۸۹/۶، الحديث: ۱۰۵۴۱)

وَ الَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَاۚ فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَاؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کریں ان کو ایذا دو پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نیک ہوجائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کریں ان کو تکلیف پہنچاؤ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔

﴿فَاٰذُوْهُمَا: ان دونوں کو تکلیف پہنچاؤ۔﴾ بے حیائی کا اِرتکاب کرنے والوں کے متعلق سزا کا بیان کرتے ہوئے فرمایا

کہ انہیں ایذاء دو جیسے جھڑک کر، برا بھلا کہہ کر، شرم دلا کر، جوتیاں وغیرہ مار کر زبانی اور بدنی دونوں طرح سے ایذا دو۔ زنا کی سزا پہلے ایذا دینا مقرر کی گئی، پھر قید کرنا، پھر کوڑے مارنا یا سنگسار کرنا۔ (مدارك، النساء، تحت الآية: ١٦، ص٢١٧)

یہ آیت بھی حدِ زنا کی آیت سے منسوخ ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ پچھلی آیت میں فاحشہ سے مراد خود عورت کا عورت سے بے حیائی کا کام کرنا ہے اور ''وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا'' سے مرد کا مرد سے لواطت کرنا مراد ہے۔ اس صورت میں یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ مُحکم ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لواطت اور مُساحقت (عورتوں کی عورتوں سے بے حیائی) میں حد مقرر نہیں بلکہ تعزیر ہے۔ یعنی قاضی کی صوابدید پر ہے وہ جو چاہے سزا دے۔ یہ ہی امامِ اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے۔
(تفسير كبير، النساء، تحت الآية: ١٦، ٥٢٨/٣، تفسيرات احمديه، النساء، تحت الآية: ١٦، ص٢٤٢، ملتقطاً)

یہی وجہ ہے کہ لواطت کے مُرتکِب کو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُم نے مختلف سزائیں دیں اگر لواطت میں حد ہوتی تو ایک ہی سزا دی جاتی اس میں اختلاف نہ ہوتا۔ ''حد'' مخصوص ہوتی ہے جیسے سو کوڑے، اسی کوڑے وغیرہ۔ جبکہ تعزیر وہاں ہوتی ہے جہاں شرعی حد مقرر نہ ہو بلکہ قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے، چاہے تو دس کوڑے مارنے کا فیصلہ کردے اور چاہے تو بیس کا اور چاہے تو کوئی اور سزا دیدے۔

﴿فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا: پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں۔﴾ فرمایا گیا کہ بے حیائی کا ارتکاب کرنے والے اگر پچھلے گناہوں پر نادم ہو جائیں اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کرلیں تو انہیں چھوڑ دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعزیر کا مستحق مجرم اگر تعزیر سے پہلے صحیح معنی میں توبہ کرلے تو اس پر خواہ مخواہ تعزیر لگانا ضروری نہیں۔

توبہ کے معنی

توبہ کے معنی ہوتے ہیں رجوع کرنا، لوٹنا۔ اگر یہ بندے کی صفت ہو تو معنی ہوں گے گناہ یا ارادۂ گناہ سے رجوع کرنا اور اگر رب تعالیٰ کی صفت ہو تو معنی ہوں گے بندے کی توبہ قبول فرمانا یا اپنی رحمت کو بندے کی طرف متوجہ کرنا۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓىٕكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی ہی دیر میں توبہ کرلیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں توبہ کرلیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

﴿ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ: پھر تھوڑی دیر میں توبہ کرلیں۔﴾ اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ہے کہ گناہ کے بعد توبہ کرنے پر معاف فرمادیتا ہے اور موت کے وقت تک توبہ قبول فرماتا ہے۔ یہاں فرمایا گیا کہ جو گناہ کر کے تھوڑی دیر میں توبہ کرلیں تو یہاں تھوڑی دیر سے مراد ایک آدھ گھنٹا یا دو چار سال نہیں بلکہ موت سے پہلے جب بھی توبہ کرلی وہ قریب ہی شمار ہوگی۔ ہاں جب موت کا عالَم طاری ہوجائے اور غیب کا معاملہ ظاہر ہوجائے تو اس وقت توبہ مقبول نہیں۔

﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا: اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔﴾ اسلام میں توبہ کا قانون بنانا عین حکمت و علم پر مبنی ہے۔ جن دینوں میں توبہ نہیں ان کے ماننے والے گناہ پر زیادہ دلیر ہوتے ہیں کیونکہ مایوسی جرم پر دلیر کردیتی ہے اور معافی کی امید توبہ پر ابھارتی ہے۔ جس شخص کو پھانسی کی سزا سنادی گئی ہو اسے سب سے جدا قید میں رکھا جاتا ہے تاکہ کسی اور کو قتل نہ کردے کیونکہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہوچکا ہے اور جسے ایک مقررہ مدت تک سزا کے بعد رہائی کا حکم ہو اسے دیگر مجرموں کے ساتھ قید میں رکھا جاتا ہے، اس سے یہ خطرہ نہیں ہوتا کیونکہ اسے رہائی کی امید ہے۔ [1]

وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۸﴾

1 ……توبہ کی ترغیب اور فضائل واحکام وغیرہ جاننے کے لئے کتاب ”توبہ کی روایات و حکایات“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کیجئے۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان کی جو کافر مریں ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی (کوئی توبہ ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ: اور توبہ قبول نہیں۔ ﴾ اوپر والی آیت میں توبہ کی قبولیت کا جو وعدہ گزرا اس کی وضاحت کردی گئی، اب ان افراد کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ جن کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ آیت میں ''سَيِّئَات'' سے مراد گناہوں تو معنی یہ ہوگا کہ جو لوگ کفر کے علاوہ دیگر گناہوں میں مُلَوَّث رہے جب موت کے آثار ظاہر ہوئے، عذاباتِ الٰہی کا مشاہدہ کرلیا اور روح حلق تک آپہنچی، اب توبہ کریں تو مقبول نہیں لیکن یہ وقت آنے سے ایک لمحہ پہلے بھی اگر توبہ کرلی تو قبول ہے اور اگر ان مسلمانوں کی توبہ مقبول نہ بھی ہو تب بھی وہ افراد ہمیشہ جہنم میں نہ رہیں گے اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں بخش دے، چاہے تو سزا دے لیکن سزا پوری ہونے کے بعد جنت میں جائیں گے البتہ وہ لوگ جو کافر مرے قیامت کے دن ان کی توبہ قبول نہیں یعنی کسی صورت نجات نہ پائیں گے، ہمیشہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ آیت میں ''سَيِّئَات'' سے مراد کفر ہے، اس صورت معنی یہ ہوگا کہ وہ کفار جو موت کے آثار دیکھ کر یعنی غیب کا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے کفر سے توبہ کریں اور اپنے ایمان کا اقرار کریں تو ان کی یہ توبہ اور اقرار ایمان قابل قبول نہیں، ایسی توبہ تو فرعون نے بھی کی تھی یونہی وہ لوگ جو حالت کفر میں مر گئے یعنی بوقت موت بھی توبہ نہ کی تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی سزا پائیں گے۔

(تفسیر قرطبی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۸، ۳/٦٦، الجزء الخامس، تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۱۸، ٤/۸، ملتقطاً)

کافر کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا شرعی حکم

جو کسی کافر کے لئے اس کے مرنے کے بعد اس کے کفر کا علم ہونے کی صورت میں دعائے مغفرت کرے یا کسی مردہ مرتد کو مرحوم یا مغفور کہے یا کسی مرے ہوئے ہندو کو بیکنٹھ باشی (یعنی جنتی) کہے وہ خود کافر ہے۔

(بہارِ شریعت، حصہ اول، ایمان وکفر کا بیان، ۱/۱۸۵)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ (توبہ: ۱۱۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نبی اور ایمان والوں کے لائق نہیں کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ ان کے لئے واضح ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت سے کہ جو مہر ان کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور عورتوں کو اس نیت سے روکو نہیں کہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو پھر اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

﴿لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا: تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔﴾ اسلام سے پہلے اہلِ عرب کا یہ دستور تھا کہ لوگ مال کی طرح اپنے رشتہ داروں کی بیویوں کے بھی وارث بن جاتے تھے پھر اگر چاہتے تو مہر کے بغیر انہیں اپنی زوجیت میں رکھتے یا کسی اور کے ساتھ شادی کر دیتے اور ان کا مہر خود لے لیتے یا انہیں آگے

شادی نہ کرنے دیتے بلکہ اپنے پاس ہی رکھتے تاکہ انہیں جو مال وراثت میں ملا ہے وہ اِن لوگوں کو دیدیں اور تب یہ ان کی جان چھوڑیں یا عورتوں کو اس لئے روک رکھتے کہ یہ مرجائیں گی تو یہ روکنے والے لوگ ان کے وارث بن جائیں۔ الغرض وہ عورتیں ان کے ہاتھ میں بالکل مجبور ہوتیں اور اپنے اختیار سے کچھ بھی نہ کرسکتی تھیں اس رسم کو مٹانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی گئی۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب لا یحلّ لکم ان ترثوا النساء کرهاً، ۲۰۳/۳، الحدیث: ۴۵۷۹، تفسیر قرطبی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۹، ۶۷/۳، الجزء الخامس، ملتقطاً)

﴿ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ: تاکہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو۔﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا یہ آیت اُس شخص کے متعلق ہے جو اپنی بیوی سے نفرت رکھتا ہو اور اُس کے ساتھ بدسلوکی اس لئے کرتا ہو کہ وہ پریشان ہوکر مہر واپس کردے یا مہر معاف کردے، اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگ عورت کو طلاق دیتے پھر رجوع کرلیتے پھر طلاق دیتے اس طرح عورت کو مُعلّق (لٹکا ہوا) رکھتے تھے، وہ نہ ان کے پاس آرام پاسکتی نہ دوسری جگہ شادی کرکے گھر بساسکتی، اس کو منع فرمایا گیا۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۹، ۳۶۰/۱)

بیویوں پر ظلم وستم کرنے والے غور کریں

یہاں جو حالات زمانۂ جاہلیت کے بیان کئے جارہے ہیں ان پر غور کریں کہ کیا انہی حالات پر اِس وقت ہمارا معاشرہ نہیں چل رہا۔ بیویوں کو تنگ کرنا، جبری طور پر مہر معاف کروانا، ان کے حقوق ادا نہ کرنا، ذہنی اَذِیّتیں دینا، کبھی عورت کو اس کے ماں باپ کے گھر بٹھادینا اور کبھی اپنے گھر میں رکھ کر بات چیت بند کردینا، دوسروں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ کرنا، لتاڑنا، جھاڑنا وغیرہ۔ عورت بیچاری شوہر کے پیچھے پیچھے پھر رہی ہوتی ہے اور شوہر صاحب فرعون بنے آگے آگے جارہے ہوتے ہیں، عورت کے گھر والوں سے صراحتاً یا بیوی کے ذریعے نت نئے مطالبے کئے جاتے ہیں، کبھی کچھ دلانے اور کبھی کچھ دلانے کا۔ الغرض ظلم وستم کی وہ کون سی صورت ہے جو ہمارے گھروں میں نہیں پائی جارہی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کرے کہ قرآن کی یہ آیتیں ان لوگوں کو سمجھ آجائیں اور وہ اپنی اس بری رَوِش سے باز آجائیں۔ نیز ان آیات کی روشنی میں وہ لوگ بھی کچھ غور کریں جو اسلام سے شرمندہ شرمندہ سے رہتے ہیں اور ڈھکے چھپے الفاظ میں کہتے ہیں کہ اسلام میں عورتوں پر بہت سختیاں ہیں۔ وہ دیکھیں کہ اسلام میں عورتوں پر سختیاں کی گئی ہیں یا انہیں سختیوں سے نجات دلائی گئی ہے؟

﴿ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا : تو ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو۔﴾ گھروں کو امن کا گہوارا بنانے کیلئے ایک بہت عمدہ نفسیاتی طریقہ بیان کیا جارہا ہے۔ بیوی کے حوالے سے فرمایا کہ اگر بد خُلقی یا صورت اچھی نہ ہونے کی وجہ سے عورت تمہیں پسند نہ ہوتو صبر کرو اور بیوی کو طلاق دینے میں جلدی نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالٰی اسی بیوی سے تمہیں ایسی اولاد دے جو نیک اور فرماں بردار ہو، بڑھاپے کی بیکسی میں تمہارا سہارا بنے۔

مثبت ذہنی سوچ کے فوائد

یہ طریقہ صرف میاں بیوی کے تعلقات میں نہیں بلکہ زندگی کے ہزاروں معاملات میں کام آتا ہے۔اس طریقے کو ’’مثبت ذہنی سوچ‘‘ کہتے ہیں یعنی اگر کسی کام یا چیز میں خرابی کی کوئی صورت پائی جارہی ہے تو اس کے اچھے پہلوؤں پر بھی غور کرلو۔ ہوسکتا ہے کہ اچھے پہلو زیادہ ہوں یا اچھا پہلو زیادہ فائدے مند ہو مثلاً کسی کی بھی بیوی بدصورت ہے لیکن اسی سے آدمی کو نیک اولاد حاصل ہے، یہاں اگر بدصورتی کو گوارا کرلے تو اس کی زندگی امن سے گزرے گی لیکن اگر طلاق دیدے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ بیوی تو چھوٹ ہی جائے گی لیکن اس کے ساتھ بچے بھی چھوٹ جائیں گے اور ساری زندگی ایسی تلخیوں، ذہنی اذیتوں، اولاد کے حصول کی جنگ اور حقوق کی لڑائی میں گزرے گی کہ چودہ طبق روشن ہوجائیں گے۔ یونہی کسی آدمی کو ادارے میں رکھا ہوا ہے جو کسی وجہ سے ناپسند ہے لیکن اسی کی وجہ سے نظام بہت عمدہ چل رہا ہے، اب اُس آدمی کو رکھنا اگرچہ پسند نہیں لیکن صرف ناپسندیدگی کی وجہ سے اُسے نکال دینا پورے نظام کو تباہ کردے گا تو ایسی جگہ فوائد پر نظر رکھتے ہوئے اُسے برداشت کرلینا ہی بہتر ہے۔ یہ دو مثالیں عرض کی ہیں، اِن کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی کے بہت سے معاملات کو حل کیا جاسکتا ہے۔صرف ’’مثبت ذہنی سوچ‘‘ پیدا کرنے کی ضرورت ہے، ہماری زندگی کی بہت سی تلخیاں خود بخود ختم ہوجائیں گی۔ اِسی ’’مثبت ذہنی سوچ‘‘ کا ایک پہلو یہ ہوتا ہے کہ آدمی پریشانیوں کی بجائے نعمتوں کو سامنے رکھے یعنی آدمی اگر ایک تکلیف میں ہے تو اُسی وقت میں وہ لاکھوں نعمتوں اور سینکڑوں کامیابیوں میں بھی ہوتا ہے تو کیا ضرورت ہے کہ پریشانی اور ناکامی کی یاد تو اپنا وظیفہ بنالے اور خوشی اور کامیابی کو بھولے سے بھی نہ سوچے۔ اِس نسخے پر عمل کرکے دیکھیں اِنْ شَآءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں بھر جائیں گی۔

وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍۙ-وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا

فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْــٴًـاؕ-اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا(۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا اسے واپس لو گے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم کوئی جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ کے مرتکب ہو کر وہ لو گے۔

﴿وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا: اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو۔﴾ چونکہ عورتوں کے حقوق کا بیان چل رہا ہے۔ یہاں مزید ان کے حقوق بیان فرمائے گئے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارا ارادہ بیوی کو چھوڑنے کا ہو تو مہر کی صورت میں جو مال تم اسے دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ اہلِ عرب میں یہ بھی طریقہ تھا کہ اپنی بیوی کے علاوہ کوئی دوسری عورت انہیں پسند آ جاتی تو اپنی بیوی پر جھوٹی تہمت لگاتے تا کہ وہ اس سے پریشان ہو کر جو کچھ لے چکی ہے واپس کر دے اور طلاق حاصل کر لے۔ (بیضاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۲۰، ۲/۱۶۳)

اسی کو فرمایا کہ کیا تم بہتان اور گناہ کے ذریعے ان سے مال لینا چاہتے ہو، یہ حرام ہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 229 کی تفسیر میں وضاحت سے ہم خُلع اور دیگر صورتوں میں مال لینے اور نہ لینے کی صورتیں بیان کر چکے ہیں۔ اس کا مطالعہ بھی یہاں کر لینا چاہیے۔

زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے

اس آیت میں ڈھیروں مال دینے کا تذکرہ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے اگرچہ بہتر کم مہر ہے یا اتنا مہر کہ جس کی ادائیگی آسان ہو۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ بر سر منبر فرمایا: عورت کے مہر زیادہ مقرر نہ کرو۔ ایک عورت نے یہی آیت پڑھ کر کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ ہمیں دیتا ہے اور تم منع کرتے ہو۔ اس پر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا اے عمر! تم سے ہر شخص زیادہ سمجھ دار ہے، (اے لوگو!) تم جو چاہو مہر مقرر کرو۔

(مدارک، النساء، تحت الآیۃ: ۲۰، ص۲۱۹)

سُبْحٰنَ اللّٰه! حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شانِ انصاف اور طہارتِ نفس کس قدر اعلیٰ تھی، اللّٰہ تعالیٰ ہمیں ان کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کیونکر اسے واپس لوگے حالانکہ تم میں ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہولیا اور وہ تم سے گاڑھا عہد لے چکیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور تم وہ (مال) کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم (تنہائی میں) ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور وہ تم سے مضبوط عہد (بھی) لے چکی ہیں۔

﴿ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ: اور تم وہ (مال) کیسے واپس لے سکتے ہو۔﴾ مہر کی واپسی کا بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا تم وہ مال عورتوں سے کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم تنہائی میں ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور وہ تم سے مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں۔ وہ عہد اللّٰہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

"فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ" (سورہ بقرہ: ۲۲۹)

ترجمۂ کنزالعرفان: کہ اچھے طریقے سے انہیں رکھو گے اور اگر چھوڑو گے تو اچھے طریقے سے چھوڑو گے۔

خَلْوَتِ صحیحہ کی تعریف اور اس کا حکم

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلوتِ صحیحہ ہو جانے سے پورا مہر دینا پڑتا ہے۔ خلوتِ صحیحہ یہ ہے کہ میاں بیوی کسی ایسی جگہ جمع ہو جائیں جہاں ہم بستری کرنے سے کوئی چیز رکاوٹ نہ ہو۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لئے بہارِ شریعت حصہ 7 کا مطالعہ کیجئے۔

وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًاؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا۠(۲۲)

ع ۸/۱۴

ترجمۂ کنزالایمان: اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو ہو گزرا وہ بیشک بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بری راہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو البتہ جو پہلے ہو چکا (وہ معاف ہے۔) بیشک یہ بے حیائی اور غضب کا سبب ہے، اور یہ بہت برا راستہ ہے۔

﴿ وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ : اور اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔﴾ زمانۂ جاہلیت میں رواج تھا کہ باپ کے انتقال کے بعد بیٹا اپنی سگی ماں کو چھوڑ کر باپ کی دوسری بیوی سے شادی کر لیتا تھا، اس آیت میں ایسا کرنے سے منع کیا گیا۔ (تفسیر قرطبی، النساء، تحت الآیۃ: ۲۲، ۳/۷۳، الجزء الخامس)

یہاں اگر نکاح سے مراد عَقدِ نکاح ہے تو معلوم ہوا کہ سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے اگرچہ باپ نے خلوت سے پہلے اسے طلاق دے دی ہو اور اگر نکاح سے مراد صحبت ہے تو معلوم ہوا کہ جس عورت سے اپنا باپ صحبت کرے خواہ نکاح کر کے یا زنا کی صورت میں یا لونڈی بنا کر بہر صورت وہ عورت بیٹے پر حرام ہے کیونکہ یہ بیٹے کی ماں کی طرح ہے۔

﴿ مَا قَدْ سَلَفَ : جو ہو گزرا۔﴾ یعنی جاہلیت کے زمانہ میں تم نے جو ایسے نکاح کر لئے اور اب وہ عورتیں مر بھی چکیں تم پر اس کا گناہ نہیں کیونکہ وہ گناہ قانون بننے سے پہلے تھے۔ یہاں ایک مسئلہ یاد رکھیں کہ اگر مجوسی اسلام لائے اور اس کے نکاح میں اپنی ماں یا بہن ہے تو اسے چھوڑ دینا فرض ہے لیکن اس نے زمانہ کفر میں جو نکاح کیے ہوں، ان سے جو اولاد ہو چکی ہو وہ اولاد حلالی ہو گی، کیونکہ کفار پر اس طرح کے شرعی احکام جاری نہیں۔

حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ

الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ وَرَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ٘ وَحَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاۙ(۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیبیوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیبیاں اور دو بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہو گزرا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم پر حرام کردی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور دودھ (کے رشتے) سے تمہاری بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں (جو اُن بیویوں سے ہوں) جن سے تم ہم بستری کر چکے ہو پھر اگر تم نے ان (بیویوں) سے ہم بستری نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا (حرام ہے۔) البتہ جو پہلے گزر گیا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ: تم پر حرام کردی گئیں تمہاری مائیں۔﴾ نسب کی وجہ سے سات عورتیں حرام ہیں وہ یہ ہیں

(1) ماں، اسی طرح وہ عورت جس کی طرف باپ یا ماں کے ذریعے سے نسب بنتا ہو یعنی دادیاں و نانیاں خواہ قریب کی ہوں یا دور کی سب مائیں ہیں اور اپنی والدہ کے حکم میں داخل ہیں۔ سوتیلی ماؤں کی حرمت کا ذکر پہلے ہو چکا۔ (2) بیٹی، پوتیاں اور نواسیاں کسی درجہ کی ہوں بیٹیوں میں داخل ہیں۔ (3) بہن (4) پھوپھی (5) خالہ (6) بھتیجی (7) بھانجی، اس میں بھانجیاں، بھتیجیاں اور ان کی اولاد بھی داخل ہے خلاصہ یہ ہے کہ اپنی اولاد اور اپنے اصول حرام ہیں۔ اس کی تصریح خود اسی آیت میں آگے آ رہی ہے۔

﴿وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ : تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا۔﴾ رضاعی رشتے دودھ کے رشتوں کو کہتے ہیں۔ رضاعی ماؤں اور رضاعی بہن بھائیوں سے بھی نکاح حرام ہے بلکہ رضاعی بھتیجے، بھانجے، خالہ، ماموں وغیرہ سب سے نکاح حرام ہے۔ حدیثِ مبارک میں فرمایا گیا کہ جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

(بخاری، کتاب الشهادات، باب الشهادة علی الانساب... الخ، ۱۹۱/۲، الحدیث: ۲٦٤٥)

﴿وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ : اور تمہاری بیویوں کی مائیں۔﴾ چار طرح کی عورتیں مُصاہَرت کی وجہ سے حرام ہیں اور وہ یہ ہیں (1) وہ بیوی جس سے صحبت کی گئی ہو اس کی لڑکیاں۔ (2) بیوی کی ماں، دادیاں، نانیاں۔ (3) باپ دادا وغیرہ اصول کی بیویاں۔ (4) بیٹے پوتے وغیرہ فُروع کی بیٹیاں۔

﴿وَ رَبَآىٕبُكُمُ: اور تمہاری سوتیلی بیٹیاں۔﴾ جن بیویوں سے صحبت کر لی ہو ان کی دوسرے شوہر سے جو بیٹی ہو اس سے نکاح حرام ہے اگرچہ وہ شوہر کی پرورش میں نہ ہو کیونکہ پرورش کی قید اتفاقی ہے مگر یہ سوتیلی لڑکی صرف شوہر کیلئے حرام ہے، شوہر کی اولاد کے لئے حلال اور شوہر کیلئے بھی جب حرام ہے جبکہ بیوی سے صحبت کر لی ہو اور اگر بغیر صحبت طلاق دی یا وہ فوت ہو گئی تو اس کی بیٹی حلال ہے۔

﴿وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ: تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں۔﴾ اس سے معلوم ہوا کہ منہ بولے بیٹوں کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے اور رضاعی بیٹے کی بیوی بھی حرام ہے کیونکہ وہ نسبی بیٹے کے حکم میں ہے اور پوتے پر پوتے بھی بیٹوں میں داخل ہیں۔

﴿وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ: اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا۔﴾ یعنی ایک بہن نکاح میں موجود ہے اور دوسری سے نکاح کر لینا، یہ حرام ہے اور حدیث شریف میں پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا بھی حرام فرمایا گیا ہے۔

(بخاری، کتاب النکاح، باب لا تنکح المرأة علی عمّتها، ۴۳۵/۳، الحدیث: ۵۱۰۹)

نوٹ: تفصیلی معلومات کے لئے فتاوی رضویہ جلد نمبر 11 سے اور بہار شریعت حصہ 7 سے "محرمات کا بیان" پڑھئے۔

پانچواں پارہ
(وَالْمُحْصَنٰتُ)

پارہ نمبر...... 5

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْۚ-كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْۚ-وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَؕ-فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةًؕ-وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا(۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آجائیں یہ اللہ کا نوشتہ ہے تم پر اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو قید لاتے نہ پانی گراتے تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو ان کے بندھے ہوئے مہر انہیں دو اور قرار داد کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضا مندی ہو جائے تو اس میں گناہ نہیں بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور شوہر والی عورتیں تم پر حرام ہیں سوائے کافروں کی عورتوں کے جو تمہاری ملک میں آجائیں۔ یہ تم پر اللہ کا لکھا ہوا ہے اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے نکاح کرنے کو تلاش کرو نہ کہ زنا کرنے کے لئے تو ان میں سے جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو ان کے مقررہ مہر انہیں دیدو اور مقررہ مہر کے بعد اگر تم آپس میں (کسی مقدار پر) راضی ہو جاؤ تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بیشک اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ: اور شوہر والی عورتیں۔﴾ ان عورتوں کا بیان جاری ہے جن سے نکاح حرام ہے، یہاں بتایا جا رہا ہے کہ وہ عورت جس کا شوہر ہو وہ دوسرے مرد پر اس وقت تک حرام ہے جب تک پہلے کے نکاح یا اس کی عدّت میں ہو البتہ کافروں کی وہ عورتیں جن کے مسلمان مالک بن جائیں وہ ان کے لئے حلال ہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ میدانِ جنگ سے کفار کی عورتیں گرفتار ہوں اور ان کے شوہر دارُ الحَرب میں ہوں تو بادشاہِ اسلام یا لشکر کا مجاز امیران

عورتوں کو مجاہدین میں تقسیم کردے اور جو قیدی عورت جس مجاہد کے حصے میں آئے وہ اس کے لئے حلال ہے کہ ملک مختلف ہونے کی وجہ سے ان کا سابقہ نکاح ختم ہوگیا، وہ عورت اگر حاملہ ہے تو وضعِ حمل کے بعد ورنہ ایک ماہواری آجانے کے بعد اس سے ہم بستری کرسکتا ہے۔

جنگی قیدیوں سے متعلق اسلام کی تعلیمات

فی زمانہ جنگی قیدیوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا جاتا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، ان پر جو ظلم وستم ڈھائے جاتے ہیں ان کا تَصَوُّر تک لرزا دینے والا ہوتا ہے۔ اسلام نے جنگی قیدیوں کے مسئلے میں ایسا بہترین حل پیش کیا کہ جس کی مثال کہیں نہیں ملتی، وہ یہ کہ جنگ میں قید ہونے والے مردوں کو غلام بنالیا جائے اور عورتوں کو لونڈیاں، پھر انہیں بھوکا پیاسا رکھنے، طرح طرح کی اذیتیں دینے یا دن رات ان سے جبری مزدوری لینے کی بجائے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہدایت کی، بلکہ فِدیہ لئے بغیر یا فدیہ لے کر ہی سہی انہیں چھوڑ دینے کی ترغیب بھی دی، آزاد کرنے پر ثواب کی بے شمار بشارتیں سنائیں، جنگی قیدیوں کو لونڈی غلام بنانا لازمی قرار نہیں دیا بلکہ مُکافاتِ عمل کے طور پر صرف اجازت دی کیونکہ اس دور میں جنگی قیدیوں کو لونڈی غلام بنانے کا رواج تھا جس کو اوپر بیان کردہ طریقوں کے مطابق تدریجاً ختم کیا گیا۔

﴿وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ: ان کے علاوہ سب تمہارے لئے حلال ہیں۔﴾ یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کے علاوہ تمام عورتوں سے نکاح حلال ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ مزید کچھ عورتیں ایسی ہیں کہ جن کا ذکر مذکورہ بالا آیات میں اگرچہ نہیں مگر ان سے نکاح حرام ہے جیسے چار عورتوں کے نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح، مُشرِکہ عورت سے نکاح، تین طلاقیں دینے کے بعد حلالہ سے پہلے اسی عورت سے دوبارہ نکاح، اسی طرح پھوپھی بھتیجی، خالہ بھانجی کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا یونہی طلاق یا وفات کی عدت میں نکاح کرنا حرام ہے البتہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام نہیں، نکاح میں جو رکاوٹ ہے وہ ختم ہونے کے بعد ان سے نکاح ہوسکتا ہے۔

﴿اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ: تم اپنے مالوں کے ذریعے تلاش کرو۔﴾ عورت سے نکاح مہر کے بدلے کیا جائے اور اس نکاح سے مقصود مَحض لذتِ نفس اور شہوت پورا کرنا نہ ہو بلکہ اولاد کا حصول، نسل کی بقا اور اپنے نفس کو حرام سے بچانا مقصود ہو۔ یہاں زانی کو تنبیہ کی جارہی ہے کیونکہ اس کے پیشِ نظر یہ باتیں نہیں ہوتیں بلکہ اس کا مقصود صرف نفسانی خواہش کی تکمیل ہوتا ہے اور یوں وہ اپنے نطفہ اور مال کو ضائع کرکے دین ودنیا کے خسارے میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

مہر کے چند ضروری مسائل

اس آیت میں مہر کا ذکر ہوا اس مناسبت سے یہاں مہر سے متعلق چند ضروری مسائل ذکر کئے جاتے ہیں:

(1)......مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے، چاندی میں اس کا وزن دو تولے ساڑھے سات ماشے ہے، اس کی جو قیمت بنتی ہو وہ مہر کی کم از کم مقدار ہے، زیادہ کی کوئی حد نہیں باہمی رضامندی سے جتنا چاہے مقرر کیا جاسکتا ہے لیکن یہ خیال رکھیں کہ مہر اتنا مقرر کریں جتنا دے سکتے ہوں۔

(2)......مہر کا مال ہونا ضروری ہے اور جو چیز مال نہیں وہ مہر نہیں بن سکتی، مثلاً مہر یہ ٹھہرا کہ شوہر عورت کو قرآنِ مجید یا علمِ دین پڑھادے گا تو اس صورت میں مہرِ مثل واجب ہوگا۔

(3)......نکاح میں مہر کا ذکر ہی نہ ہوا یا مہر کی نفی کردی کہ مہر کے بغیر نکاح کیا تو نکاح ہوجائے گا اور اگر خلوتِ صحیحہ ہوگئی یا دونوں میں سے کوئی مرگیا اور نکاح کے بعد میاں بیوی میں کوئی مہر طے نہیں پایا تھا تو مہرِ مثل واجب ہے ورنہ جو طے پایا تھا وہ واجب ہے۔ مہر سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے بہارِ شریعت حصہ 7 کا مطالعہ کیجئے۔

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ: تو ان میں سے جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو۔﴾ یعنی جن عورتوں سے تم شرعی نکاح کرکے جماع وغیرہ کا فائدہ حاصل کرنا چاہو تو انہیں ان کے مقرر کردہ مہر ادا کرو۔

عورت سے نفع اٹھانے کی جائز صورتیں

یاد رہے کہ اسلام میں عورت سے نفع اٹھانے کی صرف دو صورتیں جائز ہیں جو قرآنِ پاک میں بیان کی گئی ہیں:

(1) شرعی نکاح کے ذریعے۔ (2) عورت جس صورت میں لونڈی بن جائے۔ لہٰذا اس کے علاوہ ہر صورت حرام ہے۔ شروعِ اسلام میں کچھ وقت کیلئے نکاح سے کچھ ملتا جلتا معاہدہ کرکے فائدہ اٹھانے کی اجازت تھی لیکن بعد میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام فرمادیا۔ جیسا کہ حضرت سَبْرَہ جُہَنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے (متعہ کی صورت میں) نفع اٹھانے کی اجازت دی تھی اور اب اللّٰہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کردیا ہے تو جس کے پاس کوئی ایسی عورت ہو وہ اسے چھوڑ دے اور جو انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ نہ لو۔

(مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ وبیان انّہ ابیح ثمّ نسخ... الخ، ص۷۲۹، الحدیث: ۲۱(۱۴۰۶))

اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے متعہ سے منع فرما دیا۔(ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی نکاح المتعة، ۲/۳۶۵، الحدیث: ۱۱۲۴)

وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَیٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِكُمْؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْكُمْؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَیْرٌ لَّكُمْؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۵﴾

ع ۱

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں بے مقدوری کے باعث جن کے نکاح میں آزاد عورتیں ایمان والیاں نہ ہوں تو ان سے نکاح کرے جو تمہارے ہاتھ کی مِلک ہیں ایمان والی کنیزیں اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم میں ایک دوسرے سے ہے تو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور حسبِ دستور ان کے مہر انہیں دو قید میں آتیاں نہ مستی نکالتی اور نہ یار بناتی جب وہ قید میں آجائیں پھر برا کام کریں تو ان پر اس سزا کی آدھی ہے جو آزاد عورتوں پر ہے یہ اس کے لئے جسے تم میں سے زنا کا اندیشہ ہے اور صبر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں سے جو کوئی اتنی قدرت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرسکے تو ان مسلمان کنیزوں سے نکاح کرلے جو تمہاری مِلک ہیں اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ تم سب آپس میں ایک جیسے ہو تو ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرلو اور اچھے طریقے سے انہیں ان کے مہر دیدو اس حال میں کہ وہ نکاح

کرنے والی ہوں، نہ زنا کرنے والی اور نہ پوشیدہ آشنا بنانے والی۔ پھر جب ان کا نکاح ہو جائے تو اگر وہ کسی بے حیائی کا اِرتِکاب کریں تو ان پر آزاد عورتوں کی نسبت آدھی سزا ہے۔ یہ تم میں سے اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے بدکاری (میں پڑ جانے) کا اندیشہ ہے اور تمہارا صبر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا : اور تم میں سے جو کوئی قدرت نہ رکھتا ہو۔﴾ جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت اور وسعت نہ رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ کسی مسلمان کی مومنہ کنیز سے اس کے مالک کی اجازت کے ساتھ نکاح کرلے۔ اپنی کنیز سے نکاح نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ مالک کے لئے نکاح کے بغیر ہی حلال ہے۔(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۲۵، ۱/۳۶۷)

باندی سے نکاح کرنے کے متعلق 2 شرعی مسائل

(1)...... جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو اسے بھی مسلمان کنیز سے نکاح کرنا جائز ہے البتہ اگر آزاد عورت نکاح میں ہو تو اب باندی سے نکاح نہیں کرسکتا۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۲۵، ۱/۳۶۸)

(2)...... احناف کے نزدیک کِتابِیہ لونڈی سے نکاح بھی کرسکتا ہے جبکہ مومنہ کنیز کے ساتھ مستحب ہے۔
(مدارك، النساء، تحت الآیۃ: ۲۵، ص ۲۲۲)

﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِكُمْ :اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔﴾ اہلِ عرب اپنے نسب پر فخر کرتے اور لونڈیوں سے نکاح کو باعثِ عار سمجھتے تھے، ان کے اس خیال کی تردید کی گئی کہ نسب میں تم سب برابر ہو کہ سبھی حضرت آدم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی اولاد ہو لہٰذا لونڈیوں سے نکاح کرنا باعثِ شرم نہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ تم سب ایمان میں مُشتَرَک ہو کہ تمہارا دین اسلام ہے اور ایمان والا ہونا بڑی فضیلت کا حامل ہے بلکہ فضیلت کا دارومدار تو ایمان اور تقویٰ پر ہے اس لئے جب لونڈیوں سے نکاح کی حاجت ہو تو شرماؤ نہیں، ان کا ایمان والا ہونا کافی ہے۔
(تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۲۵، ۴/۴۹، جمل، النساء، تحت الآیۃ: ۲۵، ۲/۳۹، ملتقطاً)

﴿فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ: تو اگر وہ کسی بے حیائی کا اِرْتِکاب کریں۔﴾ نکاح کے بعد اگر لونڈی زنا کرے تو آزاد عورت کے مقابلے میں اس کی سزا آدھی ہے یعنی آزاد کنواری عورت زنا میں مُلَوَّث ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہے اور لونڈی کی سزا اس سے آدھی یعنی پچاس کوڑے ہے۔ لونڈی چاہے کنواری ہو یا شادی شدہ اس کی سزا پچاس کوڑے ہی ہے، شادی شدہ لونڈی کو آزاد عورت کی طرح رَجم نہیں کیا جائے گا کیونکہ رجم میں تَنصِیف یعنی اس سزا کو آدھا کرنا ممکن نہیں۔
(قرطبی، النساء، تحت الآیۃ: ۲۵، ۳/۱۰۲، الجزء الخامس)

﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ : یہ اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے زنا کا اندیشہ ہے۔﴾ یعنی آزاد عورت کی بجائے باندی سے نکاح کرنا اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے غلبۂ شہوت کی وجہ سے زنا میں پڑ جانے کا ڈر ہو اور اگر وہ اس خوف کے باوجود صبر کرے اور پرہیز گار رہے تو یہ بہتر ہے اور جہاں تک ممکن ہو لونڈی سے نکاح نہ کرے کیونکہ کنیز سے نکاح کرنے کی صورت میں جو اولاد ہوگی وہ اس کے مالک کی غلام بنے گی اور لونڈی اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شوہر کی خدمت کے لئے بھی نہ آسکے گی۔ (بیضاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۲۵، ۲/۱۷۴)

پھر اگر صبر نہیں کر سکتا تو لونڈی سے نکاح کر لے۔ یاد رہے کہ فی زمانہ بین الاقوامی طور پر مرد کو غلام اور عورت کو لونڈی بنانے کا قانون ختم ہو چکا ہے۔

نکاح کا شرعی حکم

مرد کے لئے نکاح کا شرعی حکم یہ ہے کہ اعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا زیادہ غلبہ ہو اور وہ نامرد بھی نہ ہو، نیز مہر اور نان نفقہ دینے پر قدرت رکھتا ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ لیکن اگر اسے زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہے اور وہ زوجیت کے حقوق پورے کرنے پر قادر ہے تو اس کے لئے نکاح کرنا واجب ہے اور اگر اسے زنا میں پڑنے کا یقین ہو تو اس پر نکاح کرنا فرض ہے۔ اگر اسے زوجیت کے حقوق پورے نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو اس کا نکاح کرنا مکروہ اور حقوق پورے نہ کر سکنے کا یقین ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا حرام ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ ہفتم، ۲/۴-۵، ملخصاً)

عورت کے لئے نکاح کا شرعی حکم یہ ہے کہ جس عورت کو اپنے نفس سے اس بات کا خوف ہو کہ غالباً وہ شوہر کی اطاعت نہ کر سکے گی اور شوہر کے واجب حقوق اس سے ادا نہ ہو سکیں گے تو اسے نکاح کرنا ممنوع و ناجائز ہے، اگر کرے گی تو گناہگار ہو گی۔ اگر اسے ان چیزوں کا خوف یقینی ہو تو اسے نکاح کرنا حرام قطعی ہے۔ جس عورت کو اپنے نفس سے ایسا خوف نہ ہو اسے اگر نکاح کی شدید حاجت ہے کہ نکاح کے بغیر مَعَاذَ اللّٰہ گناہ میں مبتلاء ہو جانے کا ظنِّ غالب ہے تو ایسی عورت کو نکاح کرنا واجب ہے اور اگر نکاح کے بغیر گناہ میں پڑنے کا یقین کلی ہو تو اس پر نکاح کرنا فرض ہے۔ اگر حاجت کی حالت اعتدال پر ہو یعنی نہ نکاح سے بالکل بے پروائی ہو، نہ اس شدت کا شوق ہو کہ نکاح کے بغیر گناہ میں پڑنے کا ظنِّ غالب ہو تو ایسی حالت میں اس کے لئے نکاح کرنا سنت ہے جبکہ وہ اپنے آپ پر اس بات کا کافی اطمینان رکھتی ہو کہ اس سے شوہر کی اطاعت ترک نہ ہو گی اور وہ شوہر کے حقوق اصلاً ضائع نہ کرے گی۔ (فتاوی رضویہ، ۱۲/۲۹۱-۲۹۳، ملخصاً)

يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۲۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے صاف بیان کردے اور تمہیں اگلوں کی روشیں بتادے اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کردے اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتادے اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

﴿وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ: اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتادے۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ ماقبل آیات میں تمہارے لئے جو عورتیں حرام یا حلال ہیں بیان ہوئیں یہی عورتیں پچھلی شریعتوں میں بھی اسی طرح حرام و حلال تھیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے لئے جس کام میں بہتری ہے اللّٰہ تعالیٰ وہ بیان کردے جیسا کہ پہلے لوگوں سے بیان کیا تھا۔(جمل، النساء، تحت الآية: ۲۶، ۲/۴۱، خازن، النساء، تحت الآية: ۲۶، ۱/۳۶۹، ملتقطاً)

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ گزشتہ انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے جو شرعی احکام قرآن یا حدیث میں تردید کے بغیر منقول ہوئے وہ ہمارے لئے بھی لائقِ عمل ہیں اور جو ممانعت کے ساتھ نقل ہوئے ان پر ہمیں عمل جائز نہیں۔

وَاللّٰهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوٰتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے اور جو اپنے مزوں کے پیچھے پڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت الگ ہوجاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے اور جو لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کررہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت دور ہوجاؤ۔

﴿وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ: اور جو لوگ نفسانی خواہشات کی پیروی کررہے ہیں۔﴾ شانِ نزول: یہود ونصاریٰ اور مجوسی بھائی اور بہن کی بیٹیوں سے نکاح حلال سمجھتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان سے نکاح کرنے کو حرام فرمایا تو وہ مسلمانوں سے کہنے لگے کہ جس طرح آپ خالہ اور پھوپھی کی بیٹی سے نکاح جائز سمجھتے ہو جبکہ خالہ اور پھوپھی تم پر حرام ہے اسی طرح تم بھائی اور بہن کی بیٹیوں سے بھی نکاح کرو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح زنا میں پڑ جاؤ۔ (مدارك، النساء، تحت الآية: ٢٧، ص٢٢٣، تفسير كبير، النساء، تحت الآية: ٢٧، ٤/٥٤-٥٥، جلالين، النساء، تحت الآية: ٢٧، ص٧٥، ملتقطاً)

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿٢٨﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ چاہتا ہے کہ تم پر آسانی کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا ہے۔

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ: اللہ چاہتا ہے کہ تم پر آسانی کرے۔﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں پر آسانی چاہتا ہے اسی لئے انہیں نرم احکام عطا فرماتا ہے اور کئی جگہ رخصتیں عطا فرماتا ہے، لوگوں کی طاقت کے مطابق ہی انہیں حکم دیتا ہے اور ان کے فطری تقاضوں کی رعایت فرماتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان فطری طور پر کمزور پیدا کیا گیا ہے اور اسی فطری کمزوری کا یہ نتیجہ ہے کہ مرد عورت کی طرف بڑی جلدی مائل ہوجاتا ہے، اس کے لئے عورت اور شہوت سے صبر دشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم فرماتے ہوئے مردوں کے لئے عورتوں سے شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے نفع اٹھانے کی اجازت دی اور صرف ان عورتوں سے منع کیا جن سے نفع اٹھانے میں فسادِ عظیم اور بڑے نقصان کا خدشہ تھا۔ اسی لئے مُتّقی، پرہیز گار اور گناہوں کا تقاضا اور موقع موجود ہونے کے باوجود گناہوں سے بچ رہنے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بڑے محبوب ہیں کہ انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کیلئے اپنی کمزوری کا مقابلہ کیا اور اپنی خواہشات کو پسِ پشت ڈالا۔ ترغیب کیلئے ایک ایسے ہی متقی بزرگ کا واقعہ پیشِ خدمت ہے۔

مشک کی خوشبو میں بسے ہوئے بزرگ

بصرہ میں ایک بزرگ مِسکی یعنی ”مشک کی خوشبو میں بسا ہوا“ کے نام سے مشہور تھے، کسی نے بَا اِصرار اس خوشبو سے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا ”میں کوئی خوشبو نہیں لگاتا، میرا قصہ بڑا عجیب ہے، میں بغدادِ معلّٰی کا رہنے والا ہوں، جوانی میں بہت حسین وجمیل تھا اور صاحبِ شرم وحیاء بھی۔ ایک کپڑے والے کی دوکان پر میں نے ملازمت اختیار کی، ایک روز ایک بڑھیا آئی اور اس نے کچھ قیمتی کپڑے نکلوائے اور دوکاندار سے کہا: میں ان کپڑوں کو گھر لے جانا چاہتی ہوں، اس نوجوان کو میرے ساتھ بھیج دیں، جو کپڑے پسند آئیں گے وہ رکھ لیں گے پھر ان کی قیمت اور بقیہ کپڑے اس نوجوان کے ہاتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ مالکِ دکان کے کہنے پر میں بڑھیا کے ساتھ ہولیا۔ وہ مجھے ایک عالیشان کوٹھی پر لے آئی اور مجھے ایک کمرے میں بٹھا دیا۔ کچھ دیر بعد ایک نوجوان عورت کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا، پھر میرے قریب بیٹھ گئی، میں گھبرا کر نگاہیں نیچی کیے فوراً وہاں سے ہٹ گیا مگر اس پر شہوت سوار تھی وہ میرے پیچھے پڑ گئی، میں نے بہت کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر، وہ ہمیں دیکھ رہا ہے لیکن وہ میرے ساتھ منہ کالا کرنے پر مُصِر تھی۔ میرے ذہن میں اس گناہ سے بچنے کی ایک تجویز آئی تو میں نے اس سے کہا: مجھے بیتُ الْخَلاء جانے دو، اس نے اجازت دے دی۔ میں نے بیت الخلاء میں جا کر دل مضبوط کر کے وہاں کی نجاست اپنے ہاتھ منہ اور کپڑوں پر مل لی، اب جوں ہی باہر آیا تو میری عاشقہ گھبرا کر بھاگی اور کوٹھی میں ”پاگل، پاگل“ کا شور اٹھا۔ میں نے وہاں سے بھاگ کر ایک باغ میں پناہ لی، غسل کیا اور کپڑے پاک کر کے وہاں سے چل دیا۔ رات جب میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ کوئی آیا ہے اور میرے چہرے اور لباس پر اپنا ہاتھ پھیر رہا ہے اور کہہ رہا ہے: مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟ سنو! میں جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام ہوں۔ جب میری آنکھ کھلی تو میرے سارے بدن اور لباس میں خوشبو آ رہی تھی جو آج تک قائم ہے اور یہ سب حضرت سیدنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کے ہاتھ کی برکت ہے۔ (روض الریاحین، الحکایۃ السابعۃ عشرۃ بعد الاربع مائۃ، ص۳۳۴-۳۳۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی

رضامندی کا ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ (ہو) کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

﴿لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ: باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔﴾ نکاح کے ذریعے نفس میں تَصَرُّف کی وضاحت کے بعد اب مال میں تصرف کا شرعی طریقہ بیان کیا جارہا ہے، اس آیت میں باطل طریقے سے مراد وہ طریقہ ہے جس سے مال حاصل کرنا شریعت نے حرام قرار دیا ہے جیسے سود، چوری، اور جوئے کے ذریعے مال حاصل کرنا، جھوٹی قسم، جھوٹی وکالت، خیانت اور غصب کے ذریعے مال حاصل کرنا اور گانے بجانے کی اجرت یہ سب باطل طریقے میں داخل اور حرام ہے۔ یونہی اپنا مال باطل طریقے سے کھانا یعنی گناہ و نافرمانی میں خرچ کرنا بھی اس میں داخل ہے۔

(خازن، النساء، تحت الآیة: ۲۹، ۱/۳۷۰)

اسی طرح رشوت کا لین دین کرنا، ڈنڈی مار کر سودا بیچنا، ملاوٹ والا مال فروخت کرنا، قرض دبا لینا، ڈاکہ زنی، بھتہ خوری اور پرچیاں بھیج کر ہراساں کر کے مال وصول کرنا بھی اس میں شامل ہے۔

حرام مال کمانے کی مذمت

حرام کمانا اور کھانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سخت ناپسندیدہ ہے اور احادیث میں اس کی بڑی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 4 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)...... حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو بندہ مالِ حرام حاصل کرتا ہے، اگر اُس کو صدقہ کرے تو مقبول نہیں اور خرچ کرے تو اُس کے لیے اُس میں برکت نہیں اور اپنے بعد چھوڑ کر مرے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا، ہاں نیکی سے برائی کو مٹا دیتا ہے۔ بے شک خبیث کو خبیث نہیں مٹاتا۔

(مسند امام احمد، مسند عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالی عنہ، ۲/۳۳، الحدیث: ۳۶۷۲)

(2)...... حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اُس جسم پر جنت حرام فرما دی ہے جو حرام غذا سے پلا بڑھا ہو۔

(کنز العمال، کتاب البیوع، قسم الاقوال، ۲/۸، الجزء الرابع، الحدیث: ۹۲۵۷)

(3)......تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ارشاد فرمایا: ’’اے سعد! اپنی غذا پاک کرلو! مُسْتَجَابُ الدَّعْوات ہو جاؤ گے، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی جان ہے! بندہ حرام کا لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس کے 40 دن کے عمل قبول نہیں ہوتے اور جس بندے کا گوشت حرام سے پلا بڑھا ہو اس کے لئے آگ زیادہ بہتر ہے۔ (معجم الاوسط، من اسمہ محمد، ۵/۳۴، الحدیث: ٦٤٩٥)

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال پَراگندہ اور بدن غبار آلود ہے اور وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر یارب! یارب! پکار رہا ہے حالانکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، اور غذا حرام ہو پھر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی۔

(مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتہا، ص٥٠٦، الحدیث: ٦٥(١٠١٥))

﴿اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ: مگر یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔﴾ یعنی باہمی رضامندی سے جو تجارت کرو وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ باہمی رضامندی کی قید سے معلوم ہوا کہ خرید و فروخت کی وہ تمام صورتیں جن میں فریقین کی رضامندی نہ ہو درست نہیں جیسے اکثر ضبط شدہ چیزوں کی نیلامی خریدنا کہ اس میں مالک راضی نہیں ہوتا یونہی کسی کی دکان، مکان زمین یا جائیداد پر جبری قبضہ کرلینا حرام ہے۔ یاد رہے کہ مال کا مالک بننے کے تجارت کے علاوہ اور بھی بہت سے جائز اَسباب ہیں جیسے تحفے کی صورت میں، وصیت یا وراثت میں مال حاصل ہو تو یہ بھی جائز مال ہے۔ تجارت کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہ مالک بننے کی اختیاری صورت ہے۔

تجارت کے فضائل

احادیث میں تجارت کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 4 احادیث درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’سچا اور امانت دار تاجر انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی التجار وتسمیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاہم، ۳/۵، الحدیث: ۱۲۱۲)

(2)......حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’پاکیزہ کمائی ان تاجروں کی ہے جو گفتگو کے وقت جھوٹ نہیں بولتے، وعدہ کریں تو خلاف ورزی نہیں کرتے، جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہیں کرتے، جب کوئی چیز خریدیں تو اس کی برائی بیان نہیں کرتے اور جب کچھ

بیچیں تو اس کی تعریف نہیں کرتے، جب ان پر کسی کا آتا ہو تو دینے میں پس و پیش نہیں کرتے اور جب انہوں نے کسی سے لینا ہو تو اس پر تنگی نہیں کرتے۔ (در منثور، النساء، تحت الآیۃ: ۲۹، ۲/۴۹۵)

(3)......حضرت رفاعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن تاجر فاسق اٹھائے جائیں گے سوائے اس تاجر کے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے، بھلائی کرے اور سچ بولے۔

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی التجار و تسمیۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایاھم، ۳/۵، الحدیث: ۱۲۱۴)

(4)......حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جس کے پاس اس کی روح قبض کرنے فرشتہ آیا تو اس سے کہا گیا: کیا تو نے کوئی نیکی کی ہے؟ وہ بولا: میں نہیں جانتا۔ اس سے کہا گیا: غور تو کر۔ کہنے لگا: اس کے سوا کچھ اور نہیں جانتا کہ میں دنیا میں لوگوں سے تجارت کرتا تھا اور ان سے (اپنی رقم کا) تقاضا کرتا تو امیر کو مہلت دیتا تھا اور غریب کو معاف کر دیتا تھا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اے فرشتو! اس سے درگزر کرو۔ (مسند امام احمد، حدیث حذیفۃ بن الیمان، ۹/۹۸، الحدیث: ۲۳۴۱۳، مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب فضل انظار المعسر، ص۸۴۳، الحدیث: ۲۶(۱۵۶۰))

تجارت کے آداب

اس سے پہلے تجارت کے فضائل بیان کئے گئے اور ذیلی سطور میں تجارت کے 14 آداب بیان کئے گئے ہیں جن میں سے اکثر آداب ایسے ہیں جن پر عمل کرنا ہر تاجر کے لئے شرعاً لازم ہے۔

(1)......تاجر کو چاہئے کہ وہ روزانہ صبح کے وقت اچھے ارادے یعنی نیتیں دل میں تازہ کرے کہ بازار اس لئے جاتا ہوں تاکہ حلال کمائی سے اپنے اہل و عیال کی شکم پروری کروں اور وہ مخلوق سے بے نیاز ہو جائیں اور مجھے اتنی فراغت مل جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا رہوں اور راہِ آخرت پر گامزن رہوں۔ نیز یہ بھی نیت کرے کہ میں مخلوق کے ساتھ شفقت، خلوص اور امانت داری کروں گا، نیکی کا حکم دوں گا، برائی سے منع کروں گا اور خیانت کرنے والے سے بازپُرس کروں گا۔

(2)......تجارت کرنے والا جعلی اور اصلی نوٹوں کو پہچاننے کا طریقہ سیکھے اور نہ خود جعلی نوٹ لے نہ کسی اور کو دے تاکہ مسلمانوں کا حق ضائع نہ ہو۔

(3)......اگر کوئی جعلی نوٹ دے جائے (اور دینے والے کا پتہ نہ چلے) تو وہ کسی اور کو نہیں دینا چاہئے (اور اگر دینے والے کا پتا چل جائے تو اسے بھی وہ جعلی نوٹ واپس نہیں دینا چاہئے) بلکہ پھاڑ کے پھینک دے تاکہ وہ کسی اور کو دھوکہ نہ دے سکے۔

(4)......اپنے مال کی حد سے زیادہ تعریف نہ کرے کہ یہ جھوٹ اور فریب ہے اور اگر خریدار اس مال کی صفات سے پہلے ہی آگاہ ہو تو اس کی جائز اور صحیح تعریف بھی نہ کرے کہ یہ فضول ہے۔

(5)......عیب دار مال ہی نہ خریدے اگر خریدے تو دل میں یہ عہد کرے کہ میں خریدار کو تمام عیب بتا دوں گا اور اگر کسی نے مجھے دھوکہ دیا تو اس نقصان کو اپنی ذات تک محدود رکھوں گا دوسروں پر نہ ڈالوں گا کیونکہ جب یہ خود دھوکہ باز پر لعنت کر رہا ہے تو اپنی ذات کو دوسروں کی لعنت میں شامل نہیں کرنا چاہئے۔

(6)......اگر اپنے پاس موجود صحیح مال میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اسے گاہک سے نہ چھپائے ورنہ ظالم اور گناہگار ہو گا۔

(7)......وزن کرنے اور ناپنے میں فریب نہ کرے بلکہ پورا تولے اور پورا ناپے۔

(8)......اصل قیمت کو چھپا کر کسی آدمی کو قیمت میں دھوکہ نہیں دینا چاہئے۔

(9)......بہت زیادہ نفع نہ لے اگرچہ خریدار کسی مجبوری کی وجہ سے اس زیادتی پر راضی ہو۔

(10)......محتاجوں کا مال زیادہ قیمت سے خریدے تاکہ انہیں بھی مسرت نصیب ہو جیسے بیوہ کا سُوت اور وہ پھل جو فقراء کے ہاتھ سے واپس آیا ہو کیونکہ اس طرح کی چشم پوشی صدقہ سے بھی زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

(11)......قرض خواہ کے تقاضے سے پہلے اس کا قرض ادا کر دے اور اسے اپنے پاس بلا کر دینے کی بجائے اس کے پاس جا کر دے۔

(12)......جس شخص سے معاملہ کرے، اگر وہ معاملہ کے بعد پریشان ہو تو اس سے معاملہ فسخ کر دے۔

(13)......دنیا کا بازار اسے آخرت کے بازار سے نہ روکے اور آخرت کا بازار مساجد ہیں۔

(14)......بازار میں زیادہ دیر رہنے کی کوشش نہ کرے مثلاً سب سے پہلے جائے اور سب کے بعد آئے۔

(کیمیائے سعادت، رکن دوم در معاملات، اصل سوم آداب کسب، ۳۲۶/۱-۳۴۰، ملتقطاً)

﴿وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ: اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔﴾ یعنی ایسے کام کرکے جو دنیا و آخرت میں ہلاکت کا باعث ہوں اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۲۹، ۱/۳۷۰)

خود کو ہلاک کرنے کی صورتیں

خود کو ہلاک کرنے کی مختلف صورتیں ہیں، اور ان میں سے 4 صورتیں درج ذیل ہیں:

(1)......مسلمانوں کا ایک دوسرے کو قتل کرنا خود کو ہلاک کرنا ہے کیونکہ احادیث میں مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند فرمایا گیا

ہے، جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تم مسلمانوں کو دیکھو گے کہ وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے، دوستی رکھنے اور شفقت کا مظاہرہ کرنے میں ایک جسم کی مانند ہوں گے چنانچہ جسم کے جب کسی بھی حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم جاگنے اور بخار وغیرہ میں اس کا شریک ہوتا ہے۔

(بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبهائم، ۴/۱۰۳، الحدیث: ۶۰۱۱)

حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مسلمان (باہم) ایک شخص کی طرح ہیں، اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔

(مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم وتعاضدهم، ص۱۳۹۶، الحدیث: ۶۷(۲۵۸۶))

جب مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں تو ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا ایسا ہی جیسے اس نے خود کو قتل کیا۔

(2)......ایسا کام کرنا جس کی سزا میں اسے قتل کر دیا جائے جیسے کسی مسلمان کو قتل کرنا، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنا یا مُرتَد ہونا بھی خود کو ہلاک کرنے کی صورتیں ہیں۔ یاد رہے کہ زنا کرنا اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے، زنا کے بارے میں اللّٰہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾ (بنی اسرائیل: ۳۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ﴿۹۳﴾ (النساء: ۹۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللّٰہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور مُرتَد ہونے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ (بقرہ: ۲۱۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر کافر ہی مر جائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(3)......خود کو ہلاک کرنے کی تیسری صورت خودکشی کرنا ہے۔ خودکشی بھی حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنا گلا گھونٹا تو وہ جہنم کی آگ میں اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جس نے خود کو نیزہ مارا وہ جہنم کی آگ میں خود کو نیزہ مارتا رہے گا۔

(بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قاتل النفس، ۱/۴۶۰، الحدیث: ۱۳۶۵)

ان ہی سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو پہاڑ سے گر کر خودکشی کرے گا وہ نارِ دوزخ میں ہمیشہ گرتا رہے گا اور جو شخص زہر کھا کر خودکشی کرے گا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا۔ جس نے لوہے کے ہتھیار سے خودکشی کی تو دوزخ کی آگ میں وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس سے اپنے آپ کو ہمیشہ زخمی کرتا رہے گا۔ (بخاری، کتاب الطب، باب شرب السمّ والدواء بہ... الخ، ۴/۴۳، الحدیث: ۵۷۷۸)

(4)......ایسا کام کرنا جس کے نتیجے میں کام کرنے والا دنیا یا آخرت میں ہلاکت میں پڑ جائے جیسے بھوک ہڑتال کرنا یا باطل طریقے سے مال کھانا وغیرہ۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھے غزوۂ ذاتُ السلاسل کے وقت ایک سرد رات میں احتلام ہوگیا، مجھے غسل کرنے کی صورت میں (سردی سے) ہلاک ہونے کا خوف لاحق ہوا تو میں نے تیمّم کرلیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ لی۔ انہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس کا ذکر کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اے عمرو! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھ لی کہ تم جنبی تھے۔ میں نے غسل نہ کرنے کا عذر بیان کیا اور عرض کی: میں نے اللّٰہ تعالٰی کا یہ فرمان سنا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ﴿۲۹﴾ ترجمۂ کنزالعرفان: اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو، بیشک اللّٰہ تم پر مہربان ہے۔

یہ سن کر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسکرا دیئے اور کچھ نہ فرمایا۔

(ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، باب اذا خاف الجنب البرد... الخ، ۱/۱۵۳، الحدیث: ۳۳۴)

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۳۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو ظلم زیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا: اور جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا۔﴾ یہاں ظلم وزیادتی کی قید اس لئے لگائی کہ جن صورتوں میں مومن کا قتل جائز ہے اس صورت میں قتل کرنا جرم نہیں جیسے مُرتَد کو سزا میں یا قاتل کو قصاص میں یا شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے میں یا ڈاکو کو مقابلے یا سزا میں یا باغیوں کو لڑائی میں قتل کرنا یہ سب حکومت کیلئے جائز ہے بلکہ حکومت کو اس کا حکم ہے۔ قتل کے بارے میں مزید تفصیل سورہ مائدہ کی متعدد آیات کے تحت آئے گی۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِیْمًا ﴿۳۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے دوسرے گناہ بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىٕرَ: اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں بعض کبیرہ گناہ کرنے پر وعید بیان کی گئی اور اس آیت میں کبیرہ گناہوں سے بچنے پر (صغیرہ گناہ بخشنے اور عزت کی جگہ داخل کرنے کا) وعدہ ذکر کیا گیا ہے۔

(البحر المحيط، النساء، تحت الآية: ۳۰، ۲۴۳/۳)

کبیرہ گناہ کی تعریف اور تعداد

کبیرہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ گناہ جس کا مُرتکِب قرآن وسنت میں بیان کی گئی کسی خاص سخت وعید کا مستحق ہو۔

(الزواجر، مقدمة فی تعريف الكبيرة، ۱۲/۱)

کبیرہ گناہوں کی تعداد مختلف بیان کی گئی ہے چنانچہ 7، 10، 17، 40 اور 700 تک بیان کی گئی ہے۔

گناہوں سے متعلق 3 احادیث

(1)......حضرت ابو ثعلبہ خُشَنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں لہٰذا تم انہیں ہرگز ضائع نہ کرو، کچھ چیزیں حرام کی ہیں انہیں ہرگز ہلکا نہ جانو، کچھ حدیں قائم کی ہیں تم ہرگز ان سے تجاوز نہ کرو، اور اس نے تم پر رحمت فرماتے ہوئے جان بوجھ کر کچھ چیزوں کے متعلق کچھ نہیں فرمایا تو ان کی جستجو نہ کرو۔ (دار قطنی، کتاب الرضاع، ٤/٢١٧، الحدیث: ٤٣٥٠)

(2)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے، جب وہ اس گناہ سے باز آجاتا ہے اور توبہ و استغفار کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ پھر گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔
(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة ویل للمطففین، ٥/٢٢٠، الحدیث: ٣٣٤٥)

(3)......حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''اے گناہ گار! تُو گناہ کے انجام بد سے کیوں بے خوف ہے؟ حالانکہ گناہ کی طلب میں رہنا گناہ کرنے سے بھی بڑا گناہ ہے، تیرا دائیں، بائیں جانب کے فرشتوں سے حیا نہ کرنا اور گناہ پر قائم رہنا بھی بہت بڑا گناہ ہے یعنی توبہ کئے بغیر تیرا گناہ پر قائم رہنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے، تیرا گناہ کر لینے پر خوش ہونا اور قہقہہ لگانا اس سے بھی بڑا گناہ ہے حالانکہ تو نہیں جانتا کہ اللّٰہ تعالیٰ تیرے ساتھ کیا سلوک فرمانے والا ہے، اور تیرا گناہ میں ناکامی پر غمگین ہونا اس سے بھی بڑا گناہ ہے، گناہ کرتے ہوئے تیز ہوا سے دروازے کا پردہ اٹھ جائے تو تُو ڈر جاتا ہے مگر اللّٰہ تعالیٰ کی اس نظر سے نہیں ڈرتا جو وہ تجھ پر رکھتا ہے تیرا یہ عمل اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔
(الزواجر، مقدمة فی تعریف الکبیرة، ١/٢٧)

کبیرہ گناہوں کے بارے میں مشہور حدیث

بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کے بارے میں مشہور حدیث یہ ہے: حضرت عمرو بن حزم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمانِ عالیشان ہے: ''قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑے گناہ یہ ہوں گے: (1) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شرک کرنا۔ (2) مسلمان کو ناحق قتل کرنا۔ (3) جنگ کے دن راہِ خدا

عَزَّوَجَلَّ میں جہاد سے فرار ہونا۔(4) والدین کی نافرمانی کرنا۔(5) پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔(6) جادو سیکھنا۔(7) سود کھانا اور (8) یتیم کا مال کھانا۔ (سنن الکبری للبیہقی، کتاب الزکاۃ، باب کیف فرض الصدقۃ، ۱۴۹/٤، الحدیث: ۷۲۰۰)

چالیس گناہوں کی فہرست

یہاں مسلمانوں کے فائدے کیلئے ہم چالیس گناہوں کی ایک فہرست بیان کرتے ہیں جن میں اکثر کبیرہ ہیں تاکہ کم از کم یہ تو علم ہو کہ یہ گناہ ہیں اور ہمیں ان سے بچنا ہے۔(1) اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ٹھہرانا۔(2) ریاکاری۔(3) کینہ۔(4) حسد۔(5) تکبر۔(6) اور خود پسندی میں مبتلا ہونا۔(7) تکبر کی وجہ سے مخلوق کو حقیر جاننا۔(8) بدگمانی کرنا۔(9) دھوکہ دینا۔(10) لالچ۔(11) حرص۔(12) تنگدستی کی وجہ سے فقراء کا مذاق اڑانا۔(13) تقدیر پر ناراض ہونا۔(14) گناہ پر خوش ہونا۔(15) گناہ پر اصرار کرنا۔(16) نیکی کرنے پر تعریف کا طلبگار ہونا۔(17) حیض والی عورت سے صحبت کرنا۔(18) جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا۔(19) صف کو سیدھا نہ کرنا۔(20) نماز میں امام سے سبقت کرنا۔(21) زکوٰۃ ادا نہ کرنا۔(22) رمضان کا کوئی روزہ چھوڑ دینا۔(23) قدرت کے باوجود حج نہ کرنا۔(24) ریشمی لباس پہننا۔(25) مرد و عورت کا ایک دوسرے سے مشابہت اختیار کرنا۔(26) عورتوں کا باریک لباس پہننا۔(27) اترا کر چلنا۔(28) مصیبت کے وقت چہرہ نوچنا، تھپڑ مارنا یا گریبان چاک کرنا۔(29) مقروض کو بلا وجہ تنگ کرنا۔(30) سود لینا دینا۔(31) حرام ذرائع سے روزی کمانا۔(32) ذخیرہ اندوزی۔(33) شراب بنانا، پینا، بیچنا۔(34) ناپ تول میں کمی کرنا۔(35) یتیم کا مال کھانا۔(36) گناہ کے کام میں مال خرچ کرنا۔(37) مشترکہ کاروبار میں ایک شریک کا دوسرے سے خیانت کرنا۔(38) غیر کے مال پر ظلماً قابض ہو جانا۔(39) اجرت دینے میں تاخیر کرنا۔(40) اور امانت میں خیانت کرنا۔ یہ چند باطنی اور ظاہری گناہ ذکر کئے ہیں، ان سب گناہوں کی معلومات حاصل کرنا اور ان کے احکام سیکھنا ضروری ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو ان گناہوں کی تعریفیں تک یاد نہیں کہ یہ ہوتے کیا ہیں؟[1]

﴿ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ : ہم تم سے دوسرے گناہ مٹا دیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے اور اس کے ساتھ دیگر عبادات بجالاتے رہو گے تو ہم تمہارے دوسرے صغیرہ گناہوں کو اپنے فضل سے معاف فرما

[1] ......کبیرہ گناہوں سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’جہنم میں لے جانے والے اعمال‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہے۔

دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ یعنی جنت میں داخل کریں گے۔ یاد رہے کہ یہ معاملہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت اور مرضی پر ہے۔ یہ بیان صغیرہ گناہوں کے متعلق ہے، کبیرہ گناہ توبہ ہی سے معاف ہوتے ہیں، البتہ حج مقبول پر بھی یہ بشارت ہے۔ اس کی مزید تحقیق کیلئے فتاویٰ رضویہ شریف کی چوبیسویں جلد میں اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی نہایت تحقیقی کتاب "اَعْجَبُ الْاِمْدَاد فِیْ مُکَفِّرَاتِ حُقُوْقِ الْعِبَاد" (بندوں کے حقوق کے معاف کروانے کے طریقے) کا مطالعہ فرمائیں۔[1]

وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْاؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَؕ وَ سْــٴَـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے، اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ بیشک اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

﴿وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ: اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے بڑائی دی۔﴾ جب ایک انسان دوسرے کے پاس کوئی ایسی نعمت دیکھتا ہے جو اس کے پاس نہیں تو اس کا دل تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے ایسی صورت میں اس کی حالت دو طرح کی ہوتی ہے (1) وہ انسان یہ تمنا کرتا ہے کہ یہ نعمت دوسرے سے چھن جائے اور مجھے حاصل ہو جائے۔ یہ حسد ہے اور حسد مذموم اور حرام ہے۔ (2) دوسرے سے نعمت چھن جانے کی تمنا نہ ہو بلکہ یہ آرزو ہو کہ اس جیسی مجھے

1 ...... اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی یہ کتاب تسہیل و تخریج کے ساتھ بنام "حقوق العباد کیسے معاف ہوں؟" مکتبۃ المدینہ نے بھی شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، وہاں سے خرید کر اس کا مطالعہ فرمائیں۔

بھی مل جائے، اسے غبطہ کہتے ہیں یہ مذموم نہیں۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۳۲، ۶۵/۴)

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جس بندے کو دین یا دنیا کی جہت سے جو نعمت عطا کی اسے اس پر راضی رہنا چاہئے۔ **شانِ نزول:** جب آیتِ میراث میں ''لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ'' والا حصہ نازل ہوا اور میت کے ترکہ میں مرد کا حصہ عورت سے دگنا مقرر کیا گیا تو مردوں نے کہا کہ ہمیں اُمید ہے کہ آخرت میں نیکیوں کا ثواب بھی ہمیں عورتوں سے دگنا ملے گا اور عورتوں نے کہا کہ ہمیں اُمید ہے کہ گناہ کا عذاب ہمیں مردوں سے آدھا ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اِس میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو جو فضیلت دی وہ عین حکمت ہے بندے کو چاہئے کہ وہ اُس کی قضا پر راضی رہے۔
(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳۷۲/۱)

دل کے صبر و قرار کا نسخہ

دل کے صبر و قرار کا نسخہ ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہنا ہے ورنہ دنیا میں کوئی شخص کسی نعمت کی انتہاء کو نہیں پہنچا ہوا اور اگر بالفرض کوئی پہنچا بھی ہو تو کسی دوسری نعمت میں ضرور کم تر ہوگا تو اگر دل کو انہی آرزؤں اور تمناؤں کا مرکز بنا کر رکھا تو ہزاروں نعمتوں کا مالک ہو کر بھی دل کو قرار نہیں مل سکتا، جیسے ایک آدمی ایک ارب روپے کا مالک ہے لیکن خوبصورت نہیں تو اگر وہ خوبصورتی کی تمنا کرتا رہے گا تو جینا دوبھر ہو جائے گا اور اگر ایک آدمی خوبصورت ہے لیکن جیب میں پیسہ نہیں اور وہ پیسے کو روتا رہے گا تو بھی بے قرار رہے گا اور جس کے پاس پیسہ اور خوبصورتی کچھ نہ ہو لیکن وہ کہے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی ہوں اور پھر وہ صبر کرکے آخرت کے ثواب کو پیشِ نظر رکھے تو یقیناً ایسا آدمی دل کا سکون پالے گا۔
حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اگر ابنِ آدم کے پاس مال کی دو وادیاں بھی ہوں تو وہ یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس تیسری وادی بھی ہو اور اس کا پیٹ تو مٹی ہی بھر سکتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا جو توبہ کرے۔
(بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنۃ المال، ۲۲۸/۴، الحدیث: ۶۴۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور جو تم سے اوپر ہو اسے نہ دیکھو، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر نعمت کو حقیر جانو۔
(مسلم، کتاب الزہد والرقائق، ص۱۵۸۴، الحدیث: ۹(۲۹۶۳))

﴿لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا: مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے۔﴾ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو اس کے اپنے نیک اعمال کی جزا ملے گی، دونوں کا نیک اور پرہیزگار ہونا انہیں اعمال سے بے نیاز نہ کرے گا۔

شانِ نزول: اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے فرمایا کہ ہم بھی اگر مرد ہوتے تو جہاد کرتے اور مردوں کی طرح جان فدا کرنے کا ثوابِ عظیم پاتے۔ (جلالین، النساء، تحت الآیۃ: ۳۲، ص۲۷)

اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور انہیں تسکین دی گئی کہ مرد جہاد سے ثواب حاصل کر سکتے ہیں تو عورتیں شوہروں کی فرمانبرداری اور پاکدامنی سے ثواب حاصل کر سکتی ہیں۔

﴿وَ سْــٴَـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ: اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔﴾ سُبْحَانَ اللّٰہ، دلوں کے قرار کا کتنا پیارا بیان فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کا فضل مانگو کہ حقیقت میں سب سے بڑی چیز اللہ کریم کا فضل و کرم ہے۔ اعمال میں کسی کو دوسرے سے لاکھ گنا زیادہ بھی ثواب ملتا ہو لیکن اس کے باوجود وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل ہی کا محتاج ہے کیونکہ اس کا جنت میں داخلہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل ہی سے ہوگا۔ بغیر فضل کے اپنے عمل سے کوئی جنت میں نہیں جائے گا لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کا فضل مانگنا چاہیے۔

وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾

ع ۵ / ۸ / ۲

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنا دیے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا انہیں ان کا حصہ دو، بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ماں باپ اور رشتے دار جو کچھ مال چھوڑیں ہم نے سب کے لئے (اُس مال میں) مستحق بنا دیے ہیں اور جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے انہیں ان کا حصہ دو۔ بیشک اللہ ہر شے پر گواہ ہے۔

﴿وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ: اور جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے۔﴾ اس سے عَقْدِ مُوالات مراد ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایسا شخص جس کا نسب مجہول ہو وہ دوسرے سے یہ کہے کہ تو میرا مولیٰ ہے میں مر جاؤں تو تو میرا وارث ہوگا اور میں کوئی جرم کروں تو تجھے دِیَت دینی ہوگی۔ دوسرا کہے: میں نے قبول کیا۔ اِس صورت میں یہ عقد صحیح ہو جاتا ہے اور قبول کرنے والا وارث بن جاتا ہے اور دِیَت بھی اُس پر آ جاتی ہے اور دوسرا بھی اِسی کی طرح سے مجہولُ النَّسب ہو اور ایسا

ہی کہے اور یہ بھی قبول کرلے تو اُن میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث اور اُس کی دِیَت کا ذمہ دار ہوگا۔ یہ عقد ثابت ہے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اِس کے قائل ہیں۔ (مدارك، النساء، تحت الآية: ٣٣، ص ٢٢٥)

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُؕ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًاؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو بیشک اللہ بلند بڑا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں (شوہروں کی) اطاعت کرنے والی (اور) ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و توفیق سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (نہ سمجھنے کی صورت میں) ان سے اپنے بستر الگ کرلو اور (پھر نہ سمجھنے پر) انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں تو (اب) ان پر (زیادتی کرنے کا) راستہ تلاش نہ کرو۔ بیشک اللہ بہت بلند، بہت بڑا ہے۔

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں۔﴾ عورت کی ضروریات، اس کی حفاظت، اسے ادب

سکھانے اور دیگر کئی امور میں مرد کو عورت پر تَسَلُّط حاصل ہے گویا کہ عورت رعایا اور مرد بادشاہ، اس لئے عورت پر مرد کی اطاعت لازم ہے، اس سے ایک بات یہ واضح ہوئی کہ میاں بیوی کے حقوق ایک جیسے نہیں بلکہ مرد کے حقوق عورت سے زیادہ ہیں اور ایسا ہونا عورت کے ساتھ ناانصافی یا ظلم نہیں بلکہ عین انصاف اور حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے۔ **شانِ نزول:** حضرت سعد بن ربیع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی بیوی حبیبہ کو کسی خطا پر ایک طمانچہ مارا جس سے ان کے چہرے پر نشان پڑ گیا، یہ اپنے والد کے ساتھ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اپنے شوہر کی شکایت کرنے حاضر ہوئیں۔ سرورِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قصاص لینے کا حکم فرمایا، تب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے قصاص لینے سے منع فرما دیا۔ (بغوی، النساء، تحت الآیۃ: ۳۴، ۱/۳۳۵)

لیکن یہ یاد رہے کہ عورت کو ایسا مارنا ناجائز ہے۔

﴿ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ : اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ ﴾ مرد کو عورت پر جو حکمرانی عطا ہوئی اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت بخشی ہے۔

مرد کے عورت سے افضل ہونے کی وجوہات

مرد کے عورت سے افضل ہونے کی وجوہات کثیر ہیں، ان سب کا حاصل دو چیزیں ہیں علم اور قدرت۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرد عقل اور علم میں عورت سے فائق ہوتے ہیں، اگرچہ بعض جگہ عورتیں بڑھ جاتی ہیں لیکن مجموعی طور پر ابھی بھی پوری دنیا پر نگاہ ڈالیں تو عقل کے امور مردوں ہی کے سپرد ہوتے ہیں۔ یونہی مشکل ترین اعمال سرانجام دینے پر انہیں قدرت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ مرد عقل و دانائی اور قوت میں عورتوں سے فَوقِیَّت رکھتے ہیں۔ مزید یہ کہ جتنے بھی انبیاء، خُلفاء اور ائمہ ہوئے سب مرد ہی تھے۔ گھڑ سواری، تیر اندازی اور جہاد مرد کرتے ہیں۔ امامت کبریٰ یعنی حکومت وسلطنت اور امامتِ صُغریٰ یعنی نماز کی امامت یونہی اذان، خطبہ، حدود و قصاص میں گواہی بالاتفاق مردوں کے ذمہ ہے۔ نکاح، طلاق، رجوع اور بیک وقت ایک سے زائد شادیاں کرنے کا حق مرد کے پاس ہے اور نسب مردوں ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں، یہ سب قرائن مرد کے عورت سے افضل ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ مردوں کی عورتوں پر حکمرانی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد عورتوں پر مہر اور نان نفقہ کی صورت میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اس لئے ان پر حاکم ہیں۔ خیال رہے کہ مجموعی طور پر جنسِ مرد جنسِ عورت سے افضل ہے نہ کہ ہر مرد ہر عورت سے افضل۔ بعض عورتیں علم و دانائی میں کئی مردوں سے زیادہ ہیں جیسے اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا، ہم جیسے لاکھوں مرد اُن کے نعلین کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ یونہی صحابیہ عورتیں غیر صحابی بڑے بڑے بزرگوں سے افضل ہیں۔

﴿فَالصّٰلِحٰتُ : نیک عورتیں۔﴾ نیک اور پارسا عورتوں کے اوصاف بیان فرمائے جارہے ہیں کہ جب ان کے شوہر موجود ہوں تو ان کی اطاعت کرتی اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہتی اور شوہر کی نافرمانی سے بچتی ہیں اور جب موجود نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے مال اور عزت کی حفاظت کرتی ہیں۔

نیک بیوی کے اوصاف اور فضائل

کثیر احادیث میں نیک اور پارسا بیویوں کے اوصاف اور ان کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 2 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’تقویٰ کے بعد مومن کے لئے نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ اگر وہ اُسے حکم دے تو وہ اطاعت کرے اور اگر اسے دیکھے تو خوش کر دے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم سچی کر دے اور کہیں چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے۔

(ابن ماجه، كتاب النكاح، باب افضل النساء، ٢/٤١٤، الحديث: ١٨٥٧)

(2)......حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جسے چار چیزیں ملیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی ملی۔ (1) شکر گزار دل۔ (2) یادِ خدا کرنے والی زبان۔ (3) مصیبت پر صبر کرنے والا بدن (4) ایسی بیوی کہ اپنے نفس اور شوہر کے مال میں گناہ کی مُتلاشی (یعنی اس میں خیانت کرنے والی) نہ ہو۔

(معجم الكبير، طلق بن حبيب عن ابن عباس، ١١/١٠٩، الحديث: ١١٢٧٥)

نکاح کیسی عورت سے کرنا چاہئے؟

نکاح کے لئے عورت کے انتخاب کے وقت اس کی دینداری دیکھ لی جائے اور دین والی ہی کو ترجیح دی جائے۔ جو لوگ عورت کا صرف حسن یا مالداری یا عزت و منصب پیشِ نظر رکھتے ہیں وہ اس حدیث پر غور کرلیں، حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو کسی عورت سے اس کی عزت کے سبب نکاح کرے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی ذلت میں زیادتی کرے گا اور جو کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی محتاجی ہی بڑھائے گا اور جو اس کے حسب (خاندانی مرتبے) کے سبب نکاح کرے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے کمینہ پن میں زیادتی کرے گا۔

(معجم الاوسط، من اسمه ابراهيم، ٢/١٨، الحديث: ٢٣٤٢)

﴿وَالّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَهُنَّ: اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں ڈر ہو۔﴾ اس آیت میں نافرمان عورت کی اصلاح کا طریقہ بڑے احسن پیرائے میں بیان فرمایا گیا ہے۔

نافرمان بیوی کی اصلاح کا طریقہ

سب سے پہلے نافرمان بیوی کو اپنی اطاعت کے فوائد اور نافرمانی کے نقصانات بتاؤ نیز قرآن وحدیث میں اس تعلق سے منقول فضائل اور وعیدیں بتا کر سمجھاؤ، اگر اس کے بعد بھی نہ مانیں تو ان سے اپنے بستر الگ کر لو پھر بھی نہ مانیں تو مناسب انداز میں انہیں مارو۔ اس مار سے مراد ہے کہ ہاتھ یا مسواک جیسی چیز سے چہرے اور نازک اعضاء کے علاوہ دیگر بدن پر ایک دو ضربیں لگا دے۔ وہ مار مراد نہیں جو ہمارے ہاں جاہلوں میں رائج ہے کہ چہرے اور سارے بدن پر مارتے ہیں، مکّوں، گھونسوں اور لاتوں سے پیٹتے ہیں، ڈنڈا یا جو کچھ ہاتھ میں آئے اس سے مارتے اور لہولہان کر دیتے ہیں یہ سب حرام وناجائز، گناہِ کبیرہ اور پرلے درجے کی جہالت اور کمینگی ہے۔

شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں

عورت اور مرد دونوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں، اس سلسلے میں 5 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت عمرو بن احوص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں تمہیں عورتوں کے حق میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں، وہ تمہارے پاس مُقَیَّد ہیں، تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو البتہ یہ کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کی مُرتکِب ہوں، اگر وہ ایسا کریں تو انہیں بستروں میں علیحدہ چھوڑ دو، (اگر نہ مانیں تو) ہلکی مار مارو، پس اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ تمہارے عورتوں پر اور عورتوں کے تمہارے ذمہ کچھ حقوق ہیں۔ تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو تمہارے ناپسندیدہ لوگوں سے پامال نہ کرائیں اور ایسے لوگوں کو تمہارے گھروں میں نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو۔ تمہارے ذمے ان کا حق یہ ہے کہ ان سے بھلائی کرو، عمدہ لباس اور اچھی غذا دو۔ (ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حقّ المرأۃ علی زوجھا، ۲/۳۸۷، الحدیث: ۱۱۶۶)

(2)......حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا دیتی ہے تو حورِ عین کہتی ہیں: خدا عَزَّوَجَلَّ تجھے قتل کرے، اِسے ایذا نہ دے، یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔ (ترمذی، کتاب الرضاع، ۱۹-باب، ۲/۳۹۲، الحدیث: ۱۱۷۷)

(3)......اُمُّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو عورت اس حال میں مری کہ اس کا شوہر اس پر راضی تھا وہ جنت میں داخل ہوگئی۔

(ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حقّ الزوج علی المرأۃ، ۲/۳۸۶، الحدیث: ۱۱۶۴)

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میں تمہیں عورتوں کے بارے میں بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں تم میری اس وصیت کو قبول کرو۔ وہ پسلی سے پیدا کی گئیں اور پسلیوں میں سے زیادہ ٹیڑھی اوپر والی ہے۔ اگر تو اسے سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے گا اور اگر ویسی ہی رہنے دے تو ٹیڑھی باقی رہے گی۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء، ۳/۴۵۷، الحدیث: ۵۱۸۵)

(5)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’عورت پسلی سے پیدا کی گئی وہ تیرے لئے کبھی سیدھی نہیں ہوسکتی اگر تو اسے برتنا چاہے تو اسی حالت میں برت سکتا ہے اور سیدھا کرنا چاہے گا تو توڑ دے گا اور توڑنا طلاق دینا ہے۔ (مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، ص۷۷۵، الحدیث: ۶۱(۱۴۶۸))

﴿فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ : پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں۔﴾ یعنی جب گناہ کے بعد توبہ کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمالیتا ہے تو تمہیں بھی چاہئے کہ تمہاری زیرِ دست عورت جب قصور کرنے کے بعد معافی طلب کرے اور نافرمانی چھوڑ کر اطاعت گزار بن جائے تو اس کی معذرت قبول کرلو اور توبہ کے بعد اسے تنگ نہ کرو۔

بیوی جب اپنی غلطی کی معافی مانگے تو اسے معاف کردیا جائے

اِس آیت سے اُن لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو عورت کے ہزار بار معذرت کرنے، گڑگڑا کر پاؤں پڑنے، طرح طرح کے واسطے دینے کے باوجود اپنی ناک نیچی نہیں کرتے اور صنفِ نازک کو مَشقِ ستم بنا کر اپنی بزدلی کو بہادری سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن بہادروں کو عاجزی اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَاۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَاؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ

عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کردے گا، بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک مُنْصِفْ مرد کے گھر والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک مُنْصِفْ عورت کے گھر والوں کی طرف سے (بھیجو) یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان اتفاق پیدا کردے گا۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا، خبردار ہے۔

﴿ وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا: اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو۔﴾ جب بیوی کو سمجھانے، الگ رکھنے اور مارنے کے باوجود اصلاح کی صورت نہ بن رہی ہو تو نہ مرد طلاق دینے میں جلدی کرے، نہ عورت خُلع کے مطالبے پر اِصرار کرے بلکہ دونوں کے خاندان کے خاص قریبی رشتہ داروں میں سے ایک ایک شخص کو مُنصِف مقرر کرلیا جائے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ چونکہ رشتے دار ایک دوسرے کے خانگی معاملات سے واقف ہوتے ہیں، فریقین کو ان پر اطمینان ہوتا ہے اور ان سے اپنے دل کی بات کہنے میں کوئی جھجک بھی نہیں ہوتی، یہ منصف مناسب طریقے سے ان کے مسئلے کا حل نکال لیں گے اور اگر منصف، میاں بیوی میں صلح کروانے کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین اتفاق پیدا کردے گا اس لئے حتَّی المقدور صلح کے ذریعے اس معاملے کو حل کیا جائے لیکن یہ یاد رکھیں کہ انہیں میاں بیوی میں جدائی کروادینے کا اختیار نہیں یعنی یہ جدائی کا فیصلہ کریں تو شرعاً ان میں جدائی ہوجائے، ایسا نہیں ہوسکتا۔

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ (۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں

اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بیشک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور قریب کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے ساتھی اور مسافر اور اپنے غلام لونڈیوں (کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔) بیشک اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر، فخر کرنے والا ہو۔

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ : اور اللہ کی عبادت کرو۔﴾ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے حقوق کی تعلیم دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرایا جائے اور بندوں کے آپس میں حقوق یہ ہیں:

بندوں کے باہمی حقوق

(1)......والدین کے ساتھ احسان کرنا: ان کے ساتھ احسان یہ ہے کہ والدین کا ادب اور اطاعت کرے، نافرمانی سے بچے، ہر وقت ان کی خدمت کے لئے تیار رہے اور ان پر خرچ کرنے میں بقدرِ توفیق و استطاعت کمی نہ کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تین مرتبہ فرمایا: اُس کی ناک خاک آلود ہو۔ کسی نے پوچھا: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کون؟ ارشاد فرمایا: جس نے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے میں پایا اور جنت میں داخل نہ ہوا۔

(مسلم، کتاب البر والصلة والاداب، باب رغم من ادرك ابويه او احدهما عند الكبر... الخ، ص ١٣٨١، الحديث: ٩(٢٥٥١))

(2)......رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرنا: ان سے حسن سلوک یہ ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کرے اور قطع تعلقی سے بچے۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جسے یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر لمبی ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (بخاری، کتاب البیوع، باب من احبّ البسط فی الرزق، ٢/ ١٠، الحدیث: ٢٠٦٧)

حضرت جُبیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’رشتہ کاٹنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

(مسلم، کتاب البر والصلة والاداب، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها، ص ١٣٨٣، الحديث: ١٨(٢٥٥٦))

صلہ رحمی کا مطلب بیان کرتے ہوئے صدرُ الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: صلۂ رحم کے معنی رشتہ کو جوڑنا ہے، یعنی رشتہ والوں کے ساتھ نیکی اور سلوک کرنا، ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صلہ رحم واجب ہے اور قطع رحم (یعنی رشتہ کاٹنا) حرام ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، سلوک کرنے کا بیان، ۵۵۸/۳)

(4،3)......یتیموں اور محتاجوں سے حسنِ سلوک کرنا: یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک یہ ہے کہ ان کی پرورش کرے، ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرے۔ حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو شخص یتیم کی کفالت کرے میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے۔ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ کیا۔ (بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان، ۴۹۷/۳، الحدیث: ۵۳۰۴)

اور مسکین سے حسنِ سلوک یہ ہے کہ ان کی امداد کرے اور انہیں خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: بیوہ اور مسکین کی امداد و خبر گیری کرنے والا راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ (بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاھل، ۵۱۱/۳، الحدیث: ۵۳۵۳)

(5)......ہمسائیوں سے حسنِ سلوک کرنا: قریب کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا ہو اور دور کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جو محلّہ دار تو ہو مگر اس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا نہ ہو یا جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی وہ قریب کا ہمسایہ ہے اور وہ جو صرف پڑوسی ہو، رشتہ دار نہ ہو وہ دور کا ہمسایہ یا جو پڑوسی بھی ہو اور مسلمان بھی وہ قریب کا ہمسایہ اور وہ جو صرف پڑوسی ہو مسلمان نہ ہو وہ دور کا ہمسایہ ہے۔ (تفسیرات احمدیہ، النساء، تحت الآیۃ: ۳۶، ص ۲۷۵)

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جبریل عَلَیْہِ السَّلَام مجھے پڑوسی کے متعلق برابر وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔ (بخاری، کتاب الادب، باب الوصاۃ بالجار، ۱۰۴/۴، الحدیث: ۶۰۱۴)

(6)...... پاس بیٹھنے والوں سے حسنِ سلوک کرنا: اس سے مراد بیوی ہے یا وہ جو صحبت میں رہے جیسے رفیقِ سفر، ساتھ پڑھنے والا یا مجلس و مسجد میں برابر بیٹھے حتّٰی کہ لمحہ بھر کے لئے بھی جو پاس بیٹھے اس کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا حکم ہے۔

(7)......مسافر کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا: اس میں مہمان بھی داخل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت

ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللّٰہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کا اِکرام کرے۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار... الخ، ص۴۳، الحدیث: ۷۴(۴۷))

(8)......لونڈی غلام کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ ان سے حسنِ سلوک یہ ہے کہ انہیں اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے، سخت کلامی نہ کرے اور کھانا کپڑا وغیرہ بقدرِ ضرورت دے۔ حدیث میں ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: غلام تمہارے بھائی ہیں، اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کیا ہے، تو جو تم کھاتے ہو اس میں سے انہیں کھلاؤ، جو لباس تم پہنتے ہو، ویسا ہی انہیں پہناؤ، اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالو اور اگر ایسا ہو تو تم بھی ساتھ میں ان کی مدد کرو۔ (مسلم، کتاب، باب اطعام المملوك مما یاکل... الخ، ص۹۰۶، الحدیث: ۳۸(۱۶۶۱))

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا : بیشک اللّٰہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر، فخر کرنے والا ہو۔﴾ کسی کو خود سے حقیر سمجھنا اور حق بات قبول نہ کرنا تکبر ہے، یہ انتہائی مذموم وصف اور کبیرہ گناہ ہے، حدیث میں ہے: قیامت کے دن متکبرین کو انسانی شکلوں میں چیونٹیوں کی مانند اٹھایا جائے گا، ہر جانب سے ان پر ذلت طاری ہوگی، انہیں جہنم کے ''بُولَس'' نامی قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا اور بہت بڑی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لے کر ان پر غالب آجائے گی، انہیں ''طِیْنَةُ الْخَبَالُ'' یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔[1] (ترمذی، کتاب صفة القیامة، ۴۷-باب، ۴/۲۲۱، الحدیث: ۲۵۰۰)

الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًاۚ(۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللّٰہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگ جو خود بخل کرتے ہیں اور دیگر لوگوں کو بخل کا کہتے ہیں اور اللّٰہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں (ان کے لئے شدید وعید ہے) اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

---

[1]......تکبر کی اقسام، ان کے احکام اور اس کے علاج سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''تکبر'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کیجئے۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ: وہ لوگ جو خود بخل کرتے ہیں۔﴾ لغتِ عرب میں بخل سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو مال دیا اس میں سے سائل کو نہ دینا اور بخل کی شرعی تعریف یہ ہے کہ جو چیز ذمہ میں واجب ہو اسے ادا نہ کرنا۔ (بغوی، النساء، تحت الآیۃ: ۳۷، ۱/۳۳۹)

اور صدرُ الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بخل یہ ہے کہ خود کھائے دوسرے کو نہ دے۔ شُح یہ ہے کہ نہ کھائے نہ کھلائے۔ سخا یہ ہے کہ خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے، جود یہ ہے کہ آپ نہ کھائے دوسرے کو کھلائے۔ (خزائن العرفان، النساء، تحت الآیۃ: ۳۷، ص۱۶۶، مدارک، النساء، تحت الآیۃ: ۳۷، ص۲۲۷)

یہاں بخل سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے توریت میں مذکور اوصاف بیان کرنے میں بخل کرنا اور اس کا حکم دینا۔ شانِ نزول: یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو توریت میں مذکور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف بیان کرنے میں بخل کرتے اور چھپاتے تھے۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۳۷، ۱/۳۷۹)

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مال خرچ کرنے میں بخل کرنا ہے۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۳۷، ۴/۷۸)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "دو خصلتیں کسی مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں، بخل اور بد خلقی۔

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی البخل، ۳/۳۸۷، الحدیث: ۱۹۶۹)

تنبیہ: اس سے موجودہ زمانے کے ان علماء کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصافِ حمیدہ خود بھی بیان نہیں کرتے اور بیان کرنے والوں کو بھی طرح طرح کے حیلے بہانے کرکے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے   پھر کہے مَردَک کہ ہوں امت رسولُ اللہ کی

نوٹ: بخل کے بارے میں کافی تفصیل سورۂ آلِ عمران آیت 180 میں گزر چکی ہے۔

﴿وَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ: اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں۔﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ جو نعمت عطا فرمائے اسے اچھی نیت کے ساتھ موقع محل کی مناسبت سے حکمت کو سامنے رکھتے ہوئے ظاہر کرنا چاہیے۔

حضرت ابو الاحوص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میرے والد پَراگندہ بال اور ناپسندیدہ ہیئت میں سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کیا تیرے پاس مال

نہیں؟ عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کا مال عطا فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کو جب کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس کا اثر بندے پر دیکھنا پسند فرماتا ہے۔
(مسند امام احمد، مسند المكيين، حديث مالك بن نضلة ابی الاحوص رضی اللہ تعالی عنه، ٣٨٤/٥، الحديث: ١٥٨٩٢)

مسئلہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کا اظہار اخلاص کے ساتھ ہو تو یہ بھی شکر ہے اور اس لئے آدمی کو اپنی حیثیت کے لائق جائز لباسوں میں بہتر پہننا مستحب ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ یَّكُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ قیامت پر، اور جس کا مصاحب شیطان ہوا تو کتنا برا مصاحب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی آخرت کے دن پر (تو ان کے لئے شدید وعید ہے۔) اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے تو کتنا برا ساتھی ہوگیا۔

﴿ وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ: اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔﴾ بخل کی برائی بیان فرمانے کے بعد اب ان لوگوں کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ جو محض دکھاوے اور شہرت کے لئے مال خرچ کرتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کا حصول ان کا مقصد نہیں ہوتا۔ یہ بھی اسی حکم میں داخل ہیں جو اوپر گزرا۔

ریاکاری کی مذمت

اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہئے کہ جو نیک کاموں میں لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں لیکن مقصد صرف واہ واہ کروانا ہوتا ہے، بکثرت خیرات کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ شرط رکھتے ہیں کہ اخبار میں خبر اور تصویر ضرور آنی چاہیے، اسی طرح شادیوں کی فضول رسومات میں لاکھوں روپے اڑا دینے والے بھی عبرت حاصل کریں جو صرف اس لئے رسمیں کرتے ہیں کہ اگر یہ رسمیں بھرپور انداز میں نہ کی گئیں، تو لوگ کیا کہیں گے، فلاں نے اتنا خرچ کیا تھا، میں کیوں پیچھے رہوں

وغیرہ۔ حضرت محمود بن لُبید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’مجھے تم پر سب سے زیادہ شرکِ اصغر یعنی دکھاوے میں مبتلا ہونے کا خوف ہے، اللّٰہ تعالٰی قیامت کے دن کچھ لوگوں کو ان کے حساب کے وقت ارشاد فرمائے گا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے لئے دنیا میں تم دکھاوا کرتے تھے اور دیکھو کہ کیا تم ان کے پاس کوئی جزا پاتے ہو؟ (مسند امام احمد، حدیث محمود بن لبید رضی اللّٰہ عنہ، ۱۶۱/۹، الحدیث: ۲۳۶۹۷)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’بے شک جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے، اللّٰہ تعالٰی نے یہ وادی اُمتِ مُحَمَّدِیَہ کے ان ریاکاروں کے لئے تیار کی ہے جو قرآنِ پاک کے حافظ، راہِ خدا میں صدقہ کرنے والے، اللّٰہ تعالٰی کے گھر کے حاجی اور راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں نکلنے والے ہوں گے (لیکن یہ سارے کام صرف ریاکاری کیلئے کر رہے ہوں گے۔)[1]
(معجم الکبیر، الحسن عن ابن عباس، ۱۳۶/۱۲، الحدیث: ۱۲۸۰۳)

﴿وَمَنْ یَّكُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا: اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے۔﴾ دنیا میں شیطان کا ساتھی اس طرح ہوگا کہ وہ شیطانی کام کر کے اسے خوش کرے کیونکہ جو شیطان کو خوش کرتا ہے شیطان اس کے ساتھ رہتا ہے حتّٰی کہ کھانے پینے، رات بسر کرنے اور دیگر کئی معاملات میں شریک ہو جاتا ہے اسی لئے یہ حکم ہے کہ ہر جائز کام بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر شروع کیا جائے تاکہ شیطان کے لئے روک ہو اور آخرت میں شیطان کا ساتھی ہونا یوں ہوگا کہ وہ ایک شیطان کے ساتھ آتشی زنجیر میں جکڑا ہوگا۔
(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۳۸، ۳۷۹/۱)

یہ وعید خاص گناہوں کے ذریعے شیطان کا ساتھی بننے والے کے بارے میں ہے اور جس کا ساتھی شیطان ہو وہ اپنے انجام پر خود ہی غور کر لے کہ کیسا ہوگا۔

شیطان کے بہکانے کا انداز

شیطان مختلف انداز سے انسان کو بہکانے اور اللّٰہ تعالٰی کی عبادت و فرمانبرداری کرنے سے روکتا ہے جیسے شیطان پہلے انسان کو اللّٰہ تعالٰی کی طاعت و عبادت سے روکتا ہے، اگر اللّٰہ تعالٰی انسان کو شیطان سے محفوظ کر لیتا ہے تو انسان شیطان کو یہ کہہ کر دور کر دیتا ہے کہ مجھے اللّٰہ تعالٰی کی طاعت و عبادت کی بہت سخت ضرورت ہے کیونکہ مجھے اس دارِ فانی سے آخرت کے لئے توشہ اور زادِ راہ تیار کرنا بہت ضروری ہے کہ اس کے بغیر آخرت کا سفر ممکن نہیں۔

[1] ……ریاکاری کے بارے میں مفید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ’’ریاکاری‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کیجئے۔

جب انسان شیطان کے اس مکر سے بچ جاتا ہے تو شیطان اسے اس طرح بہکانے اور گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ اسے عبادت کرنے میں کاہلی اور سستی کا حکم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ آج رہنے دو کل کر لینا۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو اس سے بھی محفوظ کر لیتا ہے تو وہ شیطان کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیتا ہے کہ میری موت میرے قبضے میں نہیں، نیز اگر میں آج کا کام کل پر چھوڑوں گا تو کل کا کام کس دن کروں گا کیونکہ ہر دن کے لئے ایک کام ہے۔

جب شیطان اس حیلے سے بھی ناامید ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے انسان! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت جلدی جلدی کرو تا کہ فلاں فلاں کام کے لئے فارغ ہو سکو۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو اس حیلے سے بھی بچا لے تو انسان شیطان کو یہ کہہ کر دفع کر دیتا ہے کہ تھوڑی اور کامل عبادت زیادہ مگر ناقص عبادت سے کہیں بہتر ہے۔

اگر شیطان اس حیلے میں بھی ناکام و نامراد ہو جاتا ہے تو وہ انسان کو ریاکاری کے ساتھ عبادت کرنے کی ترغیب دیتا اور اسے ریاکاری میں مبتلا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس حیلے سے محفوظ ہو گیا تو وہ یہ کہہ کر ریاکاری کے وسوسے کو ٹھکرا دیتا ہے کہ میں کسی اور کی نمائش اور دکھاوے کے لئے عبادت کیوں کروں، کیا اللہ تعالیٰ کا دیکھ لینا میرے لئے کافی نہیں۔

جب شیطان اپنے اس ہتھکنڈے سے بھی ناکام ہو جاتا ہے تو وہ انسان کو خود پسندی میں مبتلاء کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے کتنا عمدہ کام کیا اور تم نے کتنی زیادہ شب بیداری کی۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بار بھی محفوظ رہا اور خود پسندی میں مبتلاء ہونے سے بچ گیا تو وہ شیطان کے اس وسوسے کو یہ کہہ کر رد کر دیتا ہے کہ مجھ میں کوئی خوبی اور بزرگی نہیں، یہ تو سب اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے مجھ جیسے گناہگار کو خاص توفیق عطا فرمائی اور یہ بھی اسی کا فضل و کرم ہے کہ اس نے میری حقیر اور ناقص عبادت کو شرف قبولیت عطا فرمایا، اگر اس کا فضل و کرم شامل حال نہ ہوتا تو میرے گناہوں کے مقابلے میں میری ان عبادتوں کی حیثیت ہی کیا تھی۔

جب لعین شیطان ان تمام تدبیروں سے ناکام ہو جاتا ہے تو پھر یہ حربہ استعمال کرتا ہے جو سب سے زیادہ خطرناک ہے اور شیطان کے اس حربے سے بہت عقلمند اور ہوشیار دل شخص کے علاوہ کوئی اور نہیں بچ سکتا، چنانچہ شیطان کہتا ہے کہ اے نیک بخت انسان! تم لوگوں سے چھپ چھپ کر نیکیاں کرنے میں کوشاں ہو اور اللہ تعالیٰ تمہاری ان نیکیوں کو عنقریب تمام لوگوں میں مشہور کر دے گا تو لوگ تمہیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ کہہ کر یاد کیا کریں گے۔ اس طرح شیطان اسے ریا

کاری میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت وعنایت سے انسان کو شیطان کے اس حربے سے بھی محفوظ فرمادے تو وہ شیطان کو یہ کہہ کر ذلیل وخوار اور نامراد کردیتا ہے کہ اے ملعون! ابھی تک تو تو میرے پاس میرے اعمال کو فاسد وبے کار کرنے آیا کرتا تھا اور اب ان اعمال کی اصلاح ودرستی کے لئے آتا ہے تاکہ میرے اعمال کو بالکل ختم کردے، چل دفع ہوجا، میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، وہی میرا آقا ومولیٰ ہے، میں اپنی نیکیوں کی شہرت کا مشتاق اور طلبگار نہیں ہوں، میرا پروردگار چاہے میرے اعمال ظاہر ومشہور کردے چاہے پوشیدہ رکھے، چاہے مجھے عزت ومرتبہ عطا فرمائے چاہے مجھے ذلیل ورسوا کردے۔ سب کا سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے میرے اعمال کا اظہار فرمائے یا نہ فرمائے۔ انسانوں کے قبضے میں کوئی چیز نہیں ہے۔

اگر انسان شیطان کے اس وار سے بھی بچ جائے تو وہ انسان کے پاس آکر کہتا ہے کہ تجھے اعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ انسان کے نیک اور بد ہونے کا فیصلہ تو روزِ اول میں ہو چکا ہے، اس دن جو برا ہوگیا وہ برا ہی رہے گا اور جو اچھا اور نیک ہوگیا وہ نیک ہی رہے گا اس لئے اگر تجھے نیک بخت پیدا کیا گیا ہے تو اعمال کو چھوڑنا تمہارے لئے نقصان دہ نہیں اور اگر تجھے بد بخت وشقی پیدا کیا گیا ہے تو تمہارا عمل تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انسان کو شیطان کے اس وار سے بچالیا تو انسان شیطان مردود سے یوں مخاطب ہوتا ہے کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور بندے کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے آقا ومولیٰ کے احکام بجالائے اور اللہ تعالیٰ سارے جہان کا پروردگار ہے، جو چاہتا ہے حکم کرتا اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یقیناً اعمال میرے لئے فائدہ مند ہیں کسی صورت میں بھی نقصان دہ نہیں ہوسکتے کیونکہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے علم میں نیک بخت ہوں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ ثواب کا محتاج ہوں اور اگر خدانخواستہ علمِ الٰہی میں میرا نام بدبختوں میں ہے تو بھی عبادت کرنے سے اپنے آپ پر ملامت تو نہیں کروں گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے طاعت وعبادت کرنے پر سزا نہ دے گا اور کم ازکم اتنا تو ضرور ہے کہ نافرمان ہوکر دوزخ میں جانے سے فرمانبردار ہوکر دوزخ میں جانا بہتر ہے اور پھر یہ کہ سب محض اِحتمالات ہیں ورنہ اس کا وعدہ بالکل حق ہے اور اس کا فرمان بالکل سچ ہے اور اللہ تعالیٰ نے طاعت وعبادت پر ثواب عطا فرمانے کا بے شمار مقامات پر وعدہ فرمایا ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان اور طاعت کے ساتھ حاضر ہوگا وہ ہرگز ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے سچے ومقدس وعدے کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔

لہٰذا (اے لوگو!) تم خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ، شیطان کے حیلوں سے ہوشیار رہو، ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہو اور شیطان مردود سے اسی کی پناہ مانگتے رہو کیونکہ تمام معاملات اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہی توفیق عطا فرمانے والا ہے، گناہوں سے بچنے اور طاعت و عبادت کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ملتی ہے۔
(منهاج العابدين، العقبة الثالثة، العائق الثالث: الشيطان، ص ٦١-٦٢)

وَ مَا ذَا عَلَیْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِیْمًا ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کا کیا نقصان تھا اگر ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر اور اللہ کے دیے میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے اور اللہ ان کو جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان تھا اور اللہ انہیں جانتا ہے۔

﴿ وَ مَا ذَا عَلَیْهِمْ: اور ان کا کیا نقصان تھا۔﴾ نامُوری اور دکھاوے کے طور پر مال خرچ کرنے والوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ یہ اگر اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر صحیح ایمان لاتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کیلئے خرچ کرتے تو اِس میں سراسر اُن کا نفع ہی تھا۔ معلوم ہوا کہ راہِ خدا میں خرچ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کی نیت ہونی چاہیے، بصورتِ دیگر عمل ضائع ہو جائے گا اور اس پر سزا بھی ملے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دونی کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو وہ اسے کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا فرماتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ: بیشک اللہ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں فرماتا۔﴾ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی پر ایک ذرے جتنا بھی ظلم فرمائے۔ یہاں یہ بات اس معنیٰ میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کے نیک اعمال بغیر کسی وجہ کے ضائع فرما کر ان کی جزا سے محروم کردے یا کسی مجرم کو اس کے جرم سے زیادہ سزا دیدے، یہ اس کی شان کے لائق نہیں بلکہ اپنے فضل و رحمت سے نیکی کا ثواب عمل کے مقابلے میں بہت زیادہ عطا فرماتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے مومن نیکی کرتا ہے تو دنیا میں رزق اور آخرت میں جنت کی صورت میں ثواب پاتا ہے اور کافر کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کے بدلے دنیا میں ہی اسے رزق دے دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی جس پر اسے کوئی جزا ملے۔

(مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة... الخ، ص۱۵۰۸، الحدیث: ۵۶(۲۸۰۸))

فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

﴿فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں۔﴾ اس آیت میں کفار و منافقین اور یہود و نصاریٰ کے لئے شدید وعید ہے کہ جب قیامت کے دن تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی امت کے ہر نیک اور بد کے ایمان، کفر، نفاق اور تمام اچھے برے اعمال کی گواہی دیں گے، پھر ان سب پر حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو گواہ بنایا جائے گا تو ان کا انجام کیا ہوگا۔ قیامت کے دن دی جانے والی اس گواہی کی تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 143 کے تحت گزر چکی ہے۔

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾

ع ۶

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کردی جائے اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس دن کفار اور رسول کی نافرمانی کرنے والے تمنا کریں گے کہ کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کردی جائے اور وہ کوئی بات اللہ سے چھپا نہ سکیں گے۔

﴿يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اس دن کافر تمنا کریں گے۔﴾ قیامت کے دن کی ہولناکی اور اپنے اعمال کا بدلہ دیکھ کر کفار تمنا کریں گے کہ کاش ہمیں پیدا ہی نہ کیا گیا ہوتا۔ کاش! زمین پھٹ جائے اور ہم اس میں دفن ہو جائیں۔ کاش! ہمیں بھی جانوروں کی طرح مٹی کر دیا جاتا پھر جب ان کی خطاؤں پر باز پُرس ہوگی تو قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم مشرک نہ تھے، تب ان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی پھر ان کے اعضاء بول اٹھیں گے اور سب اعمال بیان کر دیں گے، اس طرح یہ اپنی پوری کوشش کے باوجود اللہ تعالیٰ سے کوئی بات بھی چھپا نہ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہر ایک کو ڈرنا چاہئے

یہ آیت تو کافروں کے بارے میں نازل ہوئی لیکن بہر حال دنیا میں تو ہر آدمی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے یہی وجہ ہے قیامت کی ہولناکی اور عذابِ جہنم کی شدت کے پیشِ نظر ہمارے اَکابر اَسلاف اور بزرگانِ دین بھی تمنا کرتے تھے کہ کاش وہ پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے۔ امیرُ المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک بار پرندے کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے پرندے! کاش! میں تمہاری طرح ہوتا اور مجھے انسان نہ بنایا جاتا۔ امیرُ المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فرمان ہے: میری تمنا ہے کہ میں ایک مینڈھا ہوتا جسے میرے اہلِ خانہ اپنے مہمانوں کے لئے ذبح کر دیتے۔ حضرت ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے: کاش! میں ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ امیرُ المؤمنین حضرت

عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ مجھے وفات کے بعد نہ اٹھایا جائے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرمایا کرتے: کاش! ہم پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرمایا کرتیں: کاش! میں کوئی بھولی بسری چیز ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے کاش! میں راکھ ہوتا۔ (قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، شرح مقام الخوف ووصف الخائفین... الخ، ۱/۴۵۹-۴۶۰، ملخصاً)

یہ کلمات ان ہستیوں کے ہیں جو زبانِ رسالت سے قطعی جنتی ہونے کی بشارت سے بہرہ مند ہوئے، جبکہ اب کے لوگوں کی حالت یہ ہے کہ عمل نام کی کوئی چیز پلے نہیں اور بے حساب مغفرت کا یقین دل میں سجائے بیٹھے ہیں۔ اے کاش! ہمیں بھی حقیقی معنوں میں ایمان پر خاتمے کی فکر، قبر وحشر کے پُر ہَول لمحات کی تیاری کی سوچ، عذابِ جہنم سے ڈر اور جبّار و قہّار رب عَزَّوَجَلَّ کا خوف نصیب ہو جائے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری میں اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بیشک اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک سمجھنے نہ لگو وہ بات جو تم کہو اور نہ

ناپاکی کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) حتی کہ تم غسل کرلو سوائے اس کے کہ تم حالتِ سفر میں ہو (تو تیمم کرلو) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلیا کرو بیشک اللہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!﴾ شانِ نزول: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کچھ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی دعوت کی، جس میں کھانے کے بعد شراب پیش کی گئی، بعض حضرات نے شراب پی لی کیونکہ اس وقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی پھر مغرب کی نماز پڑھی، امام نے نشے کی حالت میں سورۂ کافرون کی تلاوت کی اور کلمہ ''لَا'' چھوڑ گئے جس سے ''نہ'' کی جگہ ''ہاں'' کا معنی بن گیا۔ اس سے معنی غلط ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرما دیا گیا، (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۴۳، ۱/۳۸۲)

چنانچہ مسلمانوں نے نماز کے اوقات میں شراب ترک کردی، اس کے بعد سورۂ مائدہ میں شراب کو بالکل حرام کردیا گیا۔

نشے کی حالت میں کلمۂ کفر بولنے کا حکم

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر نشے کی حالت میں کوئی شخص کفریہ کلمہ بول دے تو وہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ میں دونوں جگہ ''لَا'' کا ترک کفر ہے کیونکہ اس سے معنیٰ بنے گا کہ اے کافرو! جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو ان کی میں بھی عبادت کرتا ہوں۔ اور یہ کلمہ یقیناً کفریہ ہے لیکن چونکہ یہاں نشے کی حالت تھی اس لئے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس پر کفر کا حکم نہ فرمایا بلکہ قرآنِ پاک میں اُن کو ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' سے خطاب فرمایا گیا۔[1]

﴿وَلَا جُنُبًا: اور نہ حالتِ جنابت میں۔﴾ آیت میں پہلا حکم تھا کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ جب تم جنابت کی حالت میں ہو تو جب تک غسل نہ کرلو تب تک نماز کے قریب نہ جاؤ یعنی پہلے غسل کرنا فرض ہے۔ ہاں اگر سفر کی حالت میں ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کرکے نماز پڑھ لو۔ یہاں سفر کی قید اس لئے ہے کہ پانی نہ ملنا اکثر سفر ہی میں ہوتا ہے ورنہ نہ تو سفر میں تیمم کی کلی اجازت ہے اور نہ تیمم کی اجازت سفر کے ساتھ خاص ہے یعنی اگر سفر میں پانی مُیَسَّر ہو تو تیمم کی اجازت نہ ہوگی اور یونہی اگر سفر کی حالت نہیں لیکن بیماری وغیرہ ہے جس میں پانی کا استعمال نقصان دِہ ہو تو تیمم کی اجازت ہے۔

---

1 ..... کفریہ جملوں اور الفاظ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے امیر اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی تصنیف ''کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب'' کا مطالعہ ضرور کیجئے۔

﴿ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى :اور اگر تم بیمار ہو۔﴾ آیت میں تیسری بات جو ارشاد فرمائی گئی اس میں تیمم کے حکم میں تفصیل بیان کردی گئی جس میں یہ بھی داخل ہے کہ تیمم کی اجازت جس طرح بے غسل ہونے کی صورت میں ہے اسی طرح بے وضو ہونے کی صورت میں ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو اور تمہیں وضو یا غسل کی حاجت ہے یا تم بیتُ الْخَلاء سے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آؤ اور تمہیں وضو کی حاجت ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور تم پر غسل فرض ہو گیا ہو تو ان تمام صورتوں میں اگر تم پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو خواہ پانی موجود نہ ہونے کے باعث یا دور ہونے کے سبب یا اس کے حاصل کرنے کا سامان نہ ہونے کے سبب یا سانپ، درندہ، دُشمن وغیرہ کے ڈر سے تو تیمم کر سکتے ہو۔ یاد رہے کہ جب عورت کو حَیض و نِفاس سے فارغ ہونے کے بعد غسل کی حاجت ہو اور اگر اس وقت پانی پر قدرت نہ پائے تو اس صورت میں اسے بھی تیمم کی اجازت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

﴿فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا: تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔﴾ آیت کے آخر میں تیمم کرنے کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ اور چند احکام یہ ہیں:

تیمم کا طریقہ

تیمم کرنے والا پاکی حاصل کرنے کی نیت کرے اور جو چیز مٹی کی جنس سے ہو جیسے گرد، ریت، پتھر، مٹی کا فرش وغیرہ، اس پر دو مرتبہ ہاتھ مارے، ایک مرتبہ ہاتھ مار کر چہرے پر پھیر لے اور دوسری مرتبہ زمین پر ہاتھ پھیر کر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر پھیر لے۔

تیمم کے 2 احکام

(1)......ایک تیمم سے بہت سے فرائض و نوافل پڑھے جا سکتے ہیں۔

(2)......تیمم کرنے والے کے پیچھے غسل اور وضو کرنے والے کی اقتدا صحیح ہے۔

نوٹ: تیمم کے بارے میں مزید احکام جاننے کے لئے بہارِ شریعت، جلد 1، حصہ نمبر 2 ''تیمم کا بیان'' مطالعہ فرمائیں۔

آیتِ مبارکہ کے آخری جز کا شانِ نزول یہ ہے کہ غزوۂ بنی مُصْطَلِق میں جب لشکرِ اسلام رات کے وقت ایک بیابان میں ٹھہرا جہاں پانی نہ تھا اور صبح وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ تھا، وہاں اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کا ہار گم ہو گیا، اس کی تلاش کے لئے سیّدِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہاں قیام فرمایا، صبح ہوئی تو پانی نہ تھا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ یہ دیکھ کر حضرت اُسَید بن حُضَیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ ’’اے آلِ ابوبکر! یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے یعنی تمہاری برکت سے مسلمانوں کو بہت آسانیاں ہوئیں اور بہت فوائد پہنچے۔ پھر جب اونٹ اٹھایا گیا تو اس کے نیچے ہار مل گیا۔ (بخاری، کتاب التیمم، باب التیمم، ۱/۱۳۳، الحدیث: ۳۳٤)

ہار گم ہونے اور رحمتِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نہ بتانے میں بہت سی حکمتیں تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے ہار کی وجہ سے نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وہاں قیام فرمانا حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی فضیلت و مرتبے کو ظاہر کرتا ہے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے ہار تلاش کرنے میں اس بات کی ہدایت ہے کہ حضور تاجدارِ انبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات کی خدمت مؤمنین کی سعادت ہے، نیز اس واقعے سے تیمم کا حکم بھی معلوم ہو گیا جس سے قیامت تک مسلمان نفع اٹھاتے رہیں گے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِیْلَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کو کتاب سے ایک حصہ ملا گمراہی مول لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ سے بہک جاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب سے ایک حصہ ملا کہ وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راستے سے بھٹک جاؤ۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تم نے نہ دیکھا۔﴾ یہاں یہودیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی توراۃ ملی جس سے اُنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی نبوت کو تو پہچانا لیکن اِمامُ الْاَنْبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے متعلق جو کچھ توراۃ میں بیان کیا تھا اس حصّہ سے محروم رہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے منکر ہو گئے۔ اس لئے فرمایا کہ انہیں کتاب کا ایک حصہ ملا۔ گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب رکھنے کے باوجود ہدایت کی بجائے گمراہی کے پیروکار ہوئے اور اس کے ساتھ اے مسلمانو! تمہیں بھی گمراہ کرنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہدایت کا دارو مدار

ہی حضور سیدِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر کامل ایمان لانے پر ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآىٕكُمْؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِیًّا٘ۗ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِیْرًا(۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور حفاظت کے لئے اللہ ہی کافی ہے اور اللہ ہی کافی مددگار ہے۔

﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآىٕكُمْ: اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اُس نے تمہیں بھی اُن کی عداوت (دشمنی) پر خبردار کر دیا ہے لہٰذا تمہیں چاہئے کہ اُن دشمنوں سے بچتے رہو۔ یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم سے زیادہ ہمارے دشمنوں کو جانتا ہے لہٰذا جسے وہ دشمن فرما دے وہ یقیناً ہمارا دشمن ہے جیسے شیطان اور کفار و منافقین۔

مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا وَ اسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَیًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِی الدِّیْنِؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا(۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنیے آپ سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کے لئے اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لئے بھلائی اور راستی میں زیادہ ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو یقین نہیں رکھتے مگر تھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہودیوں میں کچھ وہ ہیں جو کلمات کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے سنا اور مانا نہیں اور آپ سنیں، آپ کو نہ سنایا جائے اور ''راعنا'' کہتے ہیں زبانیں مروڑ کر اور دین میں طعنہ کے لئے ، اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے لئے بہتر اور زیادہ درست ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کر دی تو وہ بہت تھوڑا یقین رکھتے ہیں۔

﴿ مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا: یہودیوں میں کچھ وہ ہیں۔ ﴾ آیت کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہت سے یہودیوں کی خصلت و عادت نہایت ہی بری اور قبیح ہے، ان میں کئی بری عادتیں ہیں: **پہلی یہ** کہ توریت شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان میں جو بیان فرمایا ہے، یہودی ان کلمات کو بدل دیتے ہیں۔ **دوسری بات یہ** کہ جب تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انہیں کچھ حکم فرماتے ہیں تو یہ زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے مان لیا لیکن دل سے کہتے ہیں کہ ہم نے قبول نہیں کیا۔ **تیسری بات یہ** کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں کئی طرح سے منافقت کرتے ہیں جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے ایسے جملے بولتے ہیں جن کے دو معنی بنتے ہوں، ایک اچھے اور دوسرے برے۔ اور ان یہودیوں کا طریقہ یہ ہے کہ ظاہراً تو اچھے معنی کا تأثر دیتے ہیں لیکن دل میں وہی خبیث معنی مراد لیتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ سنئے اور آپ کو نہ سنایا جائے۔ ''نہ سنایا جائے'' سے ظاہری معنی یہ نکلتا کہ کوئی ناگوار بات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سننے میں نہ آئے اور دوسرا معنی جو وہ مراد لیتے یہ ہوتا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو سننا نصیب نہ ہو۔ اور اسی کی دوسری مثال ''رَاعِنَا'' کا کلمہ ہے جس کا ظاہری معنی ''ہماری رعایت فرمائیے'' ہے اور یہودی اس کا معنی وہ لیتے جو شانِ مبارک کے لائق نہ ہو حالانکہ اس لفظ کے استعمال سے منع فرما دیا گیا تھا۔ پھر اس کے ساتھی یہودی اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے کہ ہم تو محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو برا بھلا کہتے ہیں، اگر آپ نبی ہوتے تو آپ اِس کو جان لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اندر کی خباثت کو یہاں ظاہر فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علم پر طعن کرنا درحقیقت دینِ اسلام پر طعن کرنا ہے اور یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ بھی اہلِ ادب کا طریقہ اختیار کرتے اور انہی کی طرح کہتے کہ ''**یارسولَ اللہ**! ہم نے سنا اور دل و جان سے تسلیم کیا، حضور! ہماری بات سنئے اور ہم پر نظرِ کرم فرمائیں'' تو یہ ان کیلئے دنیا و آخرت ہر اعتبار سے بہتر ہوتا۔ لیکن چونکہ یہ ملعون ہیں لہٰذا انہیں ادب کی توفیق نہیں ہوگی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے کتاب والو ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا تمہارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق فرماتا قبل اس کے کہ ہم بگاڑ دیں کچھ مونہوں کو تو انہیں پھیر دیں ان کی پیٹھ کی طرف یا انہیں لعنت کریں جیسی لعنت کی ہفتہ والوں پر اور خدا کا حکم ہو کر رہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے کتاب والو! جو ہم نے تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے اُس پر ایمان لے آؤ، اِس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں پھر انہیں ان کی پیٹھ کی صورت پھیر دیں یا ان پر بھی ایسے ہی لعنت کریں جیسے ہفتے والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہتا ہے۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ: اے کتاب والو! ﴾ یہاں یہودیوں سے خطاب ہے کہ اے اہلِ کتاب! ہم نے قرآن اتارا ہے جو تمہارے پاس موجود کتاب یعنی توریت کی تصدیق کرنے والا ہے اس پر ایمان لے آؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ ہم تمہارے چہرے سے آنکھ، ناک کان، ابرو وغیرہ مٹا کر تمہاری شکلیں بگاڑ دیں اور تمہارے چہرے کو آگے سے بھی ایک ایسی کھال کی طرح کر دیں جیسے سر کا پچھلا حصہ ہوتا ہے کہ اس میں نہ آنکھیں رہیں، نہ ناک منہ وغیرہ اور یا اِن یہودیوں پر بھی ہم ایسے ہی لعنت کریں جیسے ہفتہ کے دن نافرمانی کرنے والے یہودی گروہ پر لعنت کی گئی تھی۔ لعنت تو یہودیوں پر ایسی پڑی کہ دنیا انہیں ملعون کہتی ہے۔ اس آیت کے متعلق مفسرین کے چند اقوال ہیں: بعض کہتے ہیں کہ یہ وعید دنیا کے اعتبار سے ہے اور بعض اسے آخرت کے اعتبار سے قرار دیتے ہیں نیز بعض کہتے ہیں کہ لعنت ہو چکی ہے اور وعید واقع ہو گئی ہے اور بعض کہتے ہیں ابھی انتظار ہے۔ بعض کا قول ہے کہ چہرے بگڑنے کی یہ وعید اس صورت میں تھی جبکہ یہودیوں میں سے کوئی ایمان نہ لاتا اور چونکہ بہت سے یہودی ایمان لے آئے اس لئے شرط نہیں پائی گئی اور وعید اُٹھ گئی۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قبولِ اسلام

حضرت عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو بہت بڑے یہودی عالم تھے، اُنہوں نے ملکِ شام سے واپس آتے ہوئے راستے میں یہ آیت سنی اور اپنے گھر پہنچنے سے پہلے اسلام لا کر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسولَ اللہ! میں نہیں خیال کرتا تھا کہ میں اپنا منہ پیٹھ کی طرف پھر جانے سے پہلے اور چہرے کا نقشہ مٹ جانے سے قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکوں گا یعنی اس خوف سے اُنہوں نے ایمان لانے میں جلدی کی کیونکہ توریت شریف سے اُنہیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رسولِ برحق ہونے کا یقینی علم تھا۔

(خازن، النساء، تحت الآية: ٤٧، ١/٣٩٠-٣٩١)

حضرت کعب احبار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قبولِ اسلام

حضرت کعب احبار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو علماءِ یہود میں بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے انہوں نے ایک رات کسی شخص سے یہی آیت سنی تو خوفزدہ ہوئے اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

(فتوح الشام، ذكر فتح مدينة بيت المقدس، ص٢٣٤-٢٣٥، الجزء الاول)

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِیْمًا ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہتا ہے معاف فرما دیتا ہے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تو بیشک اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ: بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔﴾ آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ جو کفر پر مرے اس کی بخشش نہیں ہوگی بلکہ اس کے لئے ہمیشگی کا عذاب ہے اور جس نے کفر نہ کیا ہو وہ خواہ کتنا ہی

گنہگار اور کبیرہ گناہوں میں مُلَوَّث ہو اور بے توبہ بھی مرجائے تب بھی اُس کے لئے جہنم میں ہمیشہ کا داخلہ نہیں ہوگا بلکہ اُس کی مغفرت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت (یعنی اس کے چاہنے) پر ہے، چاہے تو وہ کریم معاف فرمادے اور چاہے تو اُس بندے کو اس کے گناہوں پر عذاب دینے کے بعد پھر اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمادے۔ اس آیت میں یہودیوں کو ایمان لانے کی ترغیب ہے۔

مغفرت کی امید پر گناہ کرنا بہت خطرناک ہے

یہ یاد رہے کہ کفر کے علاوہ قیامت کے دن ہر گناہ کے بخشے جانے کا امکان ضرور ہے مگر اس امکان کی امید پر گناہوں میں پڑنا بہت خطرناک ہے بلکہ بعض صورتوں میں گناہ کو ہلکا سمجھنے کی صورت میں خود کفر ہو جائے گا۔ کتنا کریم ہے وہ خدا عَزَّوَجَلَّ جو لاکھوں گناہ کرنے والے بندے کو معافی کی امید دلا رہا ہے اور کتنا گھٹیا ہے وہ بندہ جو ایسے کریم کے کرم ورحمت پر دل وجان سے قربان ہو کر اس کی بندگی میں لگنے کی بجائے اس کی نافرمانیوں پر کمربستہ ہے۔

حضرت وحشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قبولِ اسلام

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ وحشی جس نے حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شہید کیا تھا وہ سلطانِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: مجھے امان دیجئے تاکہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خدا کا کلام سنوں کہ اس میں میری مغفرت اور نجات ہے۔ ارشاد فرمایا: مجھے یہ پسند تھا کہ میری نظر تم پر اس طرح پڑتی کہ تو امان طلب نہ کر رہا ہوتا لیکن اب تو نے امان مانگی ہے تو میں تمہیں امان دیتا ہوں تاکہ تو خدا عَزَّوَجَلَّ کا کلام سن سکے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ — ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے۔ (الفرقان: ۶۸)

وحشی نے کہا: میں شرک میں مبتلا رہا ہوں اور میں نے ناحق خون بھی کیا ہے اور زنا کا بھی مرتکب ہوا ہوں کیا ان گناہوں کے ہوتے حق تعالیٰ مجھے بخش دے گا؟ اس پر سرکارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خاموشی اختیار فرمائی اور کوئی کلام نہ فرمایا، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا — ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے۔ (الفرقان: ۷۰)

وحشی نے کہا: اس آیت میں شرط کی گئی ہے کہ گناہوں سے مغفرت اسے حاصل ہوگی جو توبہ کرلے اور نیک عمل کرے، جبکہ میں نیک عمل نہ کرسکا تو میرا کیا ہوگا؟ تب یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ — ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔

اب وحشی نے کہا: اس آیت میں مَغفرت مَشِیَّتِ الٰہی کے ساتھ وابستہ ہے، ممکن ہے میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کے ساتھ حق تعالیٰ کی مشیت ِمغفرت وابستہ نہ ہو، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ — ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ (الزمر: ۵۳)

یہ آیت سن کر وحشی نے کہا: اب میں کوئی قید اور شرط نہیں دیکھتا اور اسی وقت مسلمان ہوگیا۔

(مدارج النبوه، قسم سوم، باب هفتم: ذكر سال هفتم وفتح مكه، ۳۰۲/۲)

مدارج کے علاوہ بقیہ کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ یہ عرض معروض نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں نہ ہوئی بلکہ دوسرے ذریعے سے ہوئی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ستھرا کرے اور ان پر ظلم نہ ہوگا دانہ خرما کے ڈورے برابر۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے پاکیزہ

بنادیتا ہے۔اوران پرکھجور کے اندر کی جھلی کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿اَلَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ: جو خود اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔﴾ یہ آیت یہود ونصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے آپ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بیٹا اور اُس کا پیارا بتاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہود ونصاریٰ کے سوا کوئی جنت میں نہ داخل ہوگا اور یوں اپنی تعریف آپ کرتے تھے اور وہ بھی جھوٹی۔

خود پسندی کی مذمت

اس آیتِ کریمہ میں خود پسندی کی مذمت کا بیان ہے۔خود پسندی یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے دینی یا دنیاوی کوئی نعمت عطا کی ہو وہ یہ تصوُّر کرے کہ اس نعمت کا ملنا میری ذاتی کاوش کا نتیجہ ہے اور اس پر ناز کرنے لگے۔ (کیمیائے سعادت، رکن سوم: مہلکات، اصل نہم، حقیقت عجب وادلال، ۲/ ۷۲۵)

خود پسندی ایک مذموم باطنی مرض ہے اور فی زمانہ مسلمانوں کی اکثریت اس میں مبتلا نظر آتی ہے۔اپنے علم وعمل پر ناز کرنا، کثرتِ عبادت پر اترانا،عزت،منصب اور دولت پر نازاں ہونا،فنی مہارت پر کسی کی انگشت نمائی برداشت نہ کرسکنا،کسی اور کو خاطر میں ہی نہ لانا بہت عام ہے۔ایسے حضرات کو چاہئے کہ اِن روایات کا بغور مطالعہ کریں:

(1)......رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:''جس نے کسی نیک عمل پر اپنی تعریف کی تو اس کا شکر ضائع ہوا اور عمل برباد ہو گیا۔ (کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، العجب، ۲/ ۲۰۶، الجزء الثالث، الحدیث: ۷۶۷۴)

(2)......حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:''تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں:(1) لالچ جس کی اطاعت کی جائے (2) خواہش جس کی پیروی کی جائے (3) بندے کا اپنے عمل کو پسند کرنا یعنی خود پسندی۔ (معجم الاوسط، من اسمہ محمد، ۴/ ۲۱۲، الحدیث: ۵۷۵۴)

(3)......نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:''اے سراقہ! کیا میں تمہیں جنتی اور جہنمی لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ عرض کی: یارسولَ اللہ! ضرور بتائیے۔ارشاد فرمایا:''ہر سختی کرنے والا، اِترا کر چلنے والا، اپنی بڑائی چاہنے والا جہنمی ہے جبکہ کمزور اور مغلوب لوگ جنتی ہیں۔ (معجم الکبیر، علی بن رباح عن سراقۃ بن مالک، ۷/ ۱۲۹، الحدیث: ۶۵۸۹)

اُنْظُرْ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَؕ-وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِیْنًا۠(۵۰) ع

ترجمۂ کنزالایمان: دیکھو کیسا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور یہ کافی ہے صریح گناہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: دیکھو یہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ رہے ہیں اور کھلے گناہ کے لئے یہی جھوٹ کافی ہے۔

﴿ اُنْظُرْ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ : دیکھو یہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ رہے ہیں۔﴾ جولوگ اپنے آپ کو بے گناہ اور مقبولِ بارگاہ بتاتے ہیں حالانکہ وہ ایسے نہیں ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ دیکھو کہ یہ کیسے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُؕ وَ مَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًاؕ ﴿۵۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا ایمان لاتے ہیں بت اور شیطان پر اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ راہ پر ہیں۔ یہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جسے خدا لعنت کرے تو ہرگز اس کا کوئی یار نہ پائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا وہ بت اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ (مشرک) مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کردے تو ہرگز تم اس کے لئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ : کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا۔﴾ کعب بن اشرف اور اس کے ساتھ مزید ستر یہودی مشرکینِ مکہ کے پاس پہنچے اور انہیں حضورِ اقدس صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ قریش بولے کہ ہمیں خطرہ ہے کہ تم بھی کتابی ہو اور ان سے قریب تر ہو۔ اگر ہم نے ان سے جنگ کی اور تم ان سے مل گئے تو ہم کیا کریں گے؟ اگر ہمیں اطمینان دلانا ہو تو ہمارے بتوں کو سجدہ کرو، ان بدنصیبوں نے سجدہ کرلیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ بتاؤ ہم ٹھیک راستہ پر ہیں یا محمد (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ)؟ کعب بن اشرف نے کہا کہ تم ٹھیک راہ پر ہو۔ اس پر یہ آیت اتری۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیة: ۵۱، ۱۰۱/۴، خازن، النساء، تحت الآیة: ۵۱، ۳۹۲/۱، ملتقطاً)

اور اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے حضور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عداوت میں مشرکین کے بتوں تک کو پوجا۔

طاغوت کا معنی

اس آیت میں ''طاغوت'' کا لفظ آیا ہے۔ یہ ''طَغٰی'' سے بنا ہے جس کا معنیٰ ہے ''سرکشی''۔ جو ربّ عَزَّوَجَلَّ سے سرکش ہو اور دوسروں کو سرکش بنائے وہ طاغوت ہے خواہ شیطان ہو یا انسان۔ قرآنِ کریم نے سردارانِ کفر کو بھی طاغوت کہا ہے۔ چونکہ طاغوت کے لفظ میں سرکشی کا مادہ موجود ہے اس لئے مُقَرَّبینِ بارگاہِ الٰہی کیلئے یہ لفظ ہرگز استعمال نہیں ہوسکتا بلکہ جو اُن کیلئے یہ لفظ استعمال کرے وہ خود ''طاغوت'' ہے۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ملک میں ان کا کچھ حصہ ہے ایسا ہو تو لوگوں کو تل بھر نہ دیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا ان کے لئے سلطنت کا کچھ حصہ ہے؟ ایسا ہو تو یہ لوگوں کو تل برابر بھی کوئی شے نہ دیتے۔

﴿اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ: کیا ان کے لئے سلطنت کا کچھ حصہ ہے؟﴾ یہودی کہتے تھے کہ ہم ملک اور نبوت کے زیادہ حق دار ہیں تو ہم کیسے عربوں کی اتباع کریں؟ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِس دعوے کو جھٹلا دیا کہ اُن کا ملک میں کیسے حصہ ہے یعنی کوئی حصہ نہیں ہے اور اگر بالفرض ان کا سلطنت میں کچھ حصہ ہوتا تو اِن کا بخل اس درجہ کا ہے کہ یہ لوگوں کو تل برابر بھی کوئی شے نہ دیتے۔

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو ہم نے ابراہیم کی اولاد کو

کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا۔

ترجمۂ کنز العرفان: بلکہ یہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے پس بیشک ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بہت بڑی سلطنت دی۔

﴿اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ: بلکہ یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں۔﴾ اس آیت میں یہودیوں کے اصل مرض کو بیان فرمایا کہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو نبوت عطا فرمائی اور ان کے ساتھ ان کے غلاموں کو جو نصرت، غلبہ، عزت وغیرہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان پر یہ لوگ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اہلِ ایمان سے حسد کرتے ہیں حالانکہ یہودیوں کا یہ فعل سراسر جہالت وحماقت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد پر فضل فرمایا تھا کہ کسی کو کتاب عطا فرمائی، کسی کو نبوت اور کسی کو حکومت اور کسی کو اکٹھی کئی چیزیں جیسے حضرت یوسف، حضرت داوٗد اور حضرت سلیمان عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نوازا تو پھر اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے حبیب، امامُ الانبیاء، سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنے کرم سے کتاب اور نبوت ورسالت عطا فرماتا ہے تو اے یہودیو! تم اس سے کیوں جلتے اور حسد کرتے ہو؟

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِیْرًا ﴿۵۵﴾

ترجمۂ کنز الایمان: تو ان میں کوئی اس پر ایمان لایا اور کسی نے اس سے منہ پھیرا اور دوزخ کافی ہے بھڑکتی آگ۔

ترجمۂ کنز العرفان: پھر ان میں کوئی تو اس پر ایمان لے آیا اور کسی نے اس سے منہ پھیرا اور عذاب کے لئے جہنم کافی ہے۔

﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ: پھر ان میں کوئی تو اس پر ایمان لے آیا۔﴾ ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کا فضل جاری وساری رہا، اس نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سر پر رسالت کا تاج سجایا، کتاب عطا فرمائی اور انہیں عزت وغلبہ سے نوازا۔ پھر کسی کو تو ایمان لانے کی توفیق مل گئی جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور اُن کے ساتھ والے ایمان لے آئے اور کئی محروم رہے جیسے کعب بن اشرف وغیرہ۔ تو جو نبی آخر الزمان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لایا اس کیلئے جہنم کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًاؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے۔ جب کبھی ان کی کھالیں خوب جل جائیں گی تو ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ چکھ لیں۔ بیشک اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

﴿ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ: جب کبھی ان کی کھالیں خوب جل جائیں گی۔﴾ یہاں کافروں کے سخت عذاب کا تذکرہ ہے اور جہنم کے عذاب کی شدت کا بیان ہے کہ جہنم میں ایسا نہیں ہوگا کہ عذاب کی وجہ سے جل کر آدمی چھوٹ جائے بلکہ عذاب ہوتا رہے گا، کھالیں جلتی رہیں گی اور اللہ تعالیٰ نئی کھالیں پیدا فرماتا رہے گا تاکہ عذاب کی شدت میں کمی نہ آئے۔ یہ ایسے ہی ہوگا جیسے دنیا میں کسی کی کھال جل جائے تو کچھ عرصے بعد صحیح ہو جاتی ہے۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ٘ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے

نیچے نہریں رواں ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں ستھری بیبیاں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے عنقریب ہم اُنہیں اُن باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اور ایمان والے۔﴾ کافروں کے عذاب اور جہنم کے ذکر کے بعد ایمان والوں پر کرم نوازیوں اور جنتوں کا بیان کیا گیا ہے۔ یہ قرآنِ پاک کا ایک انداز ہے کہ کافروں کے افعال و عذاب کے ذکر کے ساتھ اہلِ ایمان کے اعمال و جزا کا ذکر عموماً ہوتا ہے۔ چنانچہ مومنوں کے متعلق فرمایا کہ انہیں باغوں میں داخل کیا جائے گا جہاں انہیں پاکیزہ بیویاں ملیں گے اور وہاں دھوپ نہیں ہوگی بلکہ ربِ کریم عَزَّوَجَلَّ کے نور کی تجلّی کی روشنی ہوگی اور درخت ہوں گے اور ایسی رحمت ہوگی کہ اس کی راحت و آسائش انسانی فہم اور بیان سے بالاتر ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ-وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِؕ-اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ﴿۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انھیں کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے۔﴾ یہاں آیت میں دو حکم بیان کئے گئے۔ پہلا حکم یہ کہ امانتیں ان کے

حوالے کردو جن کی ہیں اور دوسرا حکم یہ ہے کہ جب فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔

اسلامی تعلیمات کے شاہکار

یہ دونوں حکم اسلامی تعلیمات کے شاہکار ہیں اور امن وامان کے قیام اور حقوق کی ادائیگی میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں کی کچھ تفصیل یوں ہے۔

(1)......امانت کی ادائیگی: امانت کی ادائیگی میں بنیادی چیز تو مالی معاملات میں حقدار کو اس کا حق دیدینا ہے۔ البتہ اس کے ساتھ اور بھی بہت سی چیزیں امانت کی ادائیگی میں داخل ہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "جو مسلمانوں کا حاکم بنا پھر اس نے ان پر کسی ایسے شخص کو حاکم مقرر کیا جس کے بارے میں یہ خود جانتا ہے کہ اس سے بہتر اور اس سے زیادہ کتاب وسنت کا عالم مسلمانوں میں موجود ہے تو اُس نے اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی۔

(معجم الکبیر، عمرو بن دینار عن ابن عباس، ۹۴/۱۱، الحدیث: ۱۱۲۱۶)

(2)......انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا: نظامِ عدل وعدالت کی روح ہی یہ ہے کہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے۔ فریقین میں سے اصلاً کسی کی رعایت نہ کی جائے۔ علماء نے فرمایا کہ حاکم کو چاہئے کہ پانچ باتوں میں فریقین کے ساتھ برابر سلوک کرے۔ (1) اپنے پاس آنے میں جیسے ایک کو موقع دے، دوسرے کو بھی دے۔ (2) نشست دونوں کو ایک جیسی دے۔ (3) دونوں کی طرف برابر مُتَوَجِّہ رہے۔ (4) کلام سننے میں ہر ایک کے ساتھ ایک ہی طریقہ رکھے۔ (5) فیصلہ دینے میں حق کی رعایت کرے جس کا دوسرے پر حق ہو پورا پورا دِلائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ انصاف کرنے والوں کو قربِ الٰہی میں نور کے منبر عطا کئے جائیں گے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل... الخ، ص۱۰۱۵، الحدیث: ۱۸(۱۸۲۷))

قاضی شریح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا عادلانہ فیصلہ

مسلمان قاضیوں نے اسلام کے عادلانہ نظام اور برحق فیصلوں کی ایسی عظیم الشان مثالیں قائم کی ہیں کہ دنیا ان کی نظیر پیش نہیں کرسکتی، اس موقع پر ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے: جنگِ صفین کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی ایک زِرَہ گم ہوگئی، بعد میں جب آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کوفہ تشریف لائے تو وہ زِرہ ایک یہودی کے

پاس پائی، اسے فرمایا: یہ زِرہ میری ہے، میں نے تمہیں بیچی ہے نہ تحفے میں دی ہے۔ یہودی نے کہا: یہ زِرہ میری ہے کیونکہ میرے قبضے میں ہے۔ فرمایا: ہم قاضی صاحب سے فیصلہ کرواتے ہیں، چنانچہ یہ قاضی شُرَیح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عدالت میں پہنچے، حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ان کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ قاضی شریح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: اے امیرُ المؤمنین! ارشاد فرمایئے۔ فرمایا: اس یہودی کے قبضے میں جو زِرہ ہے وہ میری ہے، میں نے اسے نہ بیچی ہے نہ تحفے میں دی ہے۔ قاضی شریح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہودی سے فرمایا: اے یہودی! تم کیا کہتے ہو؟ یہودی بولا: یہ زِرہ میری ہے کیونکہ میرے قبضے میں ہے۔ قاضی صاحب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ فرمایا: ہاں، قنبر اور حسن دونوں اس بات کے گواہ ہیں۔ قاضی صاحب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: (کہ حسن آپ کے بیٹے ہیں اور شرعی اصول یہ ہے کہ) بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز نہیں۔ جب اس یہودی نے قاضی صاحب کا عادلانہ فیصلہ سنا تو حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! آپ مجھے قاضی صاحب کے پاس لے کر آئے اور قاضی صاحب نے آپ ہی کے خلاف فیصلہ کر دیا! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی مذہب حق ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، یہ زِرہ آپ ہی کی ہے۔ حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اس کے اسلام قبول کرنے سے بہت خوش ہوئے، وہ زِرہ اور ایک گھوڑا اُسے تحفے میں دے دیا۔ (تاریخ الخلفاء، ابو السبطین: علی بن ابی طالب، فصل فی نبذ من اخبار علی... الخ، ص۱۸۴-۱۸۵، الکامل فی التاریخ، سنة اربعین، ذکر بعض سیرته، ۳/۲۶۵)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ ع ۸ ۹ ۵

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں

کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ و رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں۔ پھر اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اگر اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس بات کو اللہ اور رسول کی بارگاہ میں پیش کرو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔

﴿وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ: اور رسول کی اطاعت کرو۔﴾ یہاں آیت میں رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی اطاعت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی۔

(بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به، ۲/۲۹۷، الحدیث: ۲۹۵۷)

رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کے بعد امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری کی سابقہ حدیث میں ہی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس نے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

(بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به، ۲/۲۹۷، الحدیث: ۲۹۵۷)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت فرض ہے

حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری فرض ہے، قرآنِ پاک کی مُتَعَدَّد آیات میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کا حکم دیا گیا بلکہ رب تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور اس پر ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی پر عذاب جہنم کا مژدہ سنایا، لہٰذا جس کام کا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حکم فرمایا اسے کرنا اور جس سے منع فرمایا اس سے رک جانا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ-وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِۘ(۷) (سورۂ حشر:۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں، اُس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: میری اور اس چیز کی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنی قوم کے پاس آ کر کہنے لگا: اے میری قوم میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے، میں واضح طور پر تمہیں اُس سے ڈرا رہا ہوں، اپنی نجات کی راہ تلاش کرلو۔ اب ایک گروہ اس کی بات مان کر مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے راتوں رات وہاں سے چلا گیا وہ تو نجات پا گیا اور ایک گروہ نے اس کی بات نہ مانی اور وہیں رکا رہا تو صبح کے وقت لشکر نے ان پر حملہ کر کے انہیں ہلاک کر دیا۔ تو جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لایا اس پر عمل پیرا ہوا وہ اس گروہ جیسا ہے جو نجات پا گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اور جو میں لایا اسے جھٹلایا تو وہ اس گروہ کی طرح ہے جو نہ مان کر ہلاکت میں پڑا۔

(مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته صلی اللّٰه علیه وسلم علی امته... الخ، ص۱۲۵۳، الحدیث: ۱۶(۲۲۸۳))

اِس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمان حکمرانوں کی اطاعت کا بھی حکم ہے جب تک وہ حق کے موافق رہیں اور اگر حق کے خلاف حکم کریں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام تین قسم کے ہیں ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں۔ دوسرے وہ جو ظاہر حدیث سے ثابت ہوں اور تیسرے وہ جو قرآن و حدیث کی طرف قیاس کے ذریعے رجوع کرنے سے معلوم ہوں۔ آیت میں ''اُولِی الْاَمْر'' کی اطاعت کا حکم ہے، اس میں امام، امیر، بادشاہ، حاکم، قاضی، علماء سب داخل ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖؕ-وَ یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا(۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اترا پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکا دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ اُس پر ایمان لے آئے ہیں جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا، وہ چاہتے ہیں کہ فیصلے شیطان کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اسے بالکل نہ مانیں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں بھٹکا تا رہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا : کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لے آئے ہیں ﴾ **شانِ نزول:** بشر نامی ایک منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا چلو محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ منافق نے خیال کیا کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو کسی کی رعایت نہیں کریں گے اور اس سے میرا مطلب حاصل نہ ہوگا، اس لئے اُس نے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود یہ کہا کہ کعب بن اشرف یہودی کو پنچ بناؤ (یہاں آیت میں طاغوت سے اس کعب بن اشرف کے پاس فیصلہ لے جانا مراد ہے) یہودی جانتا تھا کہ کعب بن اشرف رشوت خور ہے، اِس لئے اُس نے یہودی ہونے کے باوجود اُس کو پنچ تسلیم نہ کیا، ناچار منافق کو فیصلہ کے لئے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حضور آنا پڑا۔ رسولِ صادق و امین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جو فیصلہ دیا وہ یہودی کے موافق ہوا اور منافق کے خلاف۔ یہاں سے فیصلہ سننے کے بعد پھر منافق اُس یہودی کو مجبور کر کے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس لے آیا، یہودی نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کیا کہ میرا اور اس کا معاملہ آپ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ طے فرما چکے لیکن یہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیصلہ سے راضی نہیں بلکہ آپ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ ہاں میں ابھی آ کر اس کا فیصلہ کرتا ہوں، یہ فرما کر مکان میں تشریف لے گئے اور تلوار لا کر اُس کو قتل کر دیا اور فرمایا جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اُس کا میرے پاس یہی فیصلہ ہے۔ اس منافق کے ورثاء حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آئے لیکن اِن آیات میں حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تائید نازل ہو گئی تھی لہٰذا ورثاء کے مطالبے کو مُسترد کر دیا گیا۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ٦٠، ١/٣٩٧)

وَ اِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰی مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَی الرَّسُوۡلِ رَاَیۡتَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا ﴿۶۱﴾ فَكَیۡفَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡهِمۡ ثُمَّ جَآءُوۡكَ یَحۡلِفُوۡنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّ تَوۡفِیۡقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُ اللّٰهُ مَا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ ۖ فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَ عِظۡهُمۡ وَ قُلۡ لَّهُمۡ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَوۡلًۢا بَلِیۡغًا ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔ کیسی ہوگی جب ان پر کوئی افتاد پڑے بدلہ اس کا جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا پھر اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں، اللہ کی قسم کھاتے کہ ہمارا مقصود تو بھلائی اور میل ہی تھا ان کے دلوں کی تو بات اللہ جانتا ہے تو تم ان سے چشم پوشی کرو اور انہیں سمجھاؤ اور ان کے معاملہ میں ان سے رسا بات کہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔ تو کیسی (حالت) ہوگی جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت آپڑے پھر اے حبیب! قسمیں کھاتے ہوئے تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی اور اتفاق کرانا تھا۔ ان کے دلوں کی بات تو اللہ جانتا ہے پس تم ان سے چشم پوشی کرتے رہو اور انہیں سمجھاتے رہو اور ان کے بارے میں ان سے پُراثر کلام کرتے رہو۔

﴿ فَكَیۡفَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡهِمۡ: تو کیسی ہوگی جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت آپڑے ﴾ یہاں منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ ویسے تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، آپ سے منہ پھیرتے ہیں لیکن جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت آپڑے جیسے بِشر منافق پر آپڑی تو کیا پھر بھی

یہ آپ سے اعراض کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس وقت اپنی کرتوتوں کی تاویلیں کرنے کے لئے قسمیں کھاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی اور دو فریقوں میں اتفاق کرانا تھا، اس لئے ہمارا آدمی یہودیوں کے پاس فیصلے کیلئے جانے لگا تھا۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اے حبیب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (بھی) ان کی مغفرت کی دعا فرماتے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان پاتے۔

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔﴾ یہاں رسولوں کی تشریف آوری کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتا ہی اس لئے ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ انبیاء ورُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو معصوم بناتا ہے کیونکہ اگر انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خود گناہوں کے مُرتکِب ہوں گے تو دوسرے ان کی اطاعت و اِتّباع کیا کریں گے۔ رسول کی اطاعت اس لئے ضروری ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کا طریقہ ہی رسول کی اطاعت کرنا ہے۔ اس سے ہٹ کر اطاعتِ الٰہی کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں لہٰذا جو رسول کی اطاعت کا انکار کرے گا وہ کافر ہوگا اگرچہ ساری زندگی سر پر قرآن اٹھا کر پھرتا رہے۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے۔﴾ آیت کے اس حصے میں اگرچہ ایک خاص واقعے کے اعتبار سے کلام فرمایا گیا۔ البتہ اس میں موجود حکم عام ہے اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو سرورِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آپ کی بارگاہ میں آجائیں کہ یہ بارگاہ، ربِ کریم عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ ہے، یہاں کی رضا، رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہے اور یہاں کی حاضری، ربِ کریم عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ کی حاضری ہے، یہاں آئیں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے ساتھ حبیبِ ربُّ العٰلمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بھی شفاعت کیلئے عرض کریں اور نبی مُکَرَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کیلئے سفارش فرمادیں تو ان لوگوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت و مغفرت کی بارشیں برسنا شروع ہوجائیں گی اور اس پاک بارگاہ میں آکر یہ خود بھی گناہوں سے پاک ہوجائیں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''بندوں کو حکم ہے کہ ان (یعنی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ واستغفار کریں۔ اللہ تو ہر جگہ سنتا ہے، اس کا علم، اس کا سَمع (یعنی سننا)، اس کا شُہود (یعنی دیکھنا) سب جگہ ایک سا ہے، مگر حکم یہی فرمایا کہ میری طرف توبہ چاہو تو میرے محبوب کے حضور حاضر ہو۔ قال تعالٰی:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۶۴﴾	اگر وہ جو اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول ان کی مغفرت مانگے تو ضرور خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

حضور کے عالمِ حیاتِ ظاہری میں حضور (یعنی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہونا) ظاہر تھا، اب حضورِ مزارِ پُر انوار ہے اور جہاں یہ بھی مُیَسَّر نہ ہو تو دل سے حضورِ پُر نور کی طرف توجہ، حضور سے تَوَسُّل، فریاد، اِستغاثہ، طلبِ شفاعت (کی جائے) کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ مولانا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْبَارِی شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں'' رُوْحُ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حَاضِرَۃٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ''، ترجمہ: نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ۱۵/۶۵۴)

یاد رہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اور وصالِ ظاہری کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مزار پر انوار پر حاضری دے کر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے، اپنی مغفرت و نجات کی اِلتجاء کرنے اور اپنی مشکلات کی دوری چاہنے کا سلسلہ صحابۂ

کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے چلتا آرہا ہے۔ چنانچہ ذیل میں اس سے متعلق چند واقعات ملاحظہ ہوں

بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر گناہوں کی معافی چاہنے کے 3 واقعات

(1)......حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر ایک خطا سرزد ہو گئی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس قدر نادم ہوئے کہ خود کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور کہا: جب تک اللّٰہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہیں فرمائے گا تب تک نہ میں کچھ کھاؤں گا، نہ پیوں گا، نہ کوئی چیز چکھوں گا، یہاں تک کہ مجھے موت آجائے یا اللّٰہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے۔ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جب ان کے بارے میں پتا چلا تو ارشاد فرمایا: اگر یہ میرے پاس آجاتا تو میں اس کے لئے مغفرت طلب کرتا لیکن اب اس نے خود کو باندھ لیا ہے تو جب تک اللّٰہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ فرمائے گا، میں نہیں کھولوں گا۔ سات دن تک حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نہ کوئی چیز کھائی، نہ پی، نہ چکھی، حتّٰی کہ ان پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر اللّٰہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، جب انہیں توبہ کی قبولیت کے بارے میں بتایا گیا تو فرمایا: خدا کی قسم! میں اس وقت تک خود کو نہیں کھولوں گا جب تک کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لا کر اپنے دستِ اقدس سے مجھے نہیں کھولتے۔ چنانچہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور اپنے پیارے صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بندشوں سے آزاد فرما دیا۔ (دلائل النبوه للبیهقی، باب مرجع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم من الاحزاب ومخرجه الی بنی قریظة... الخ، ۴/۱۳-۱۴، خازن، الانفال، تحت الآیة: ۲۷، ۲/۱۹۰)

(2)......بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں توبہ و رُجوع کی ایک دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: میں نے ایک ایسا بستر خریدا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں جب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور گھر میں داخل نہ ہوئے، میں نے آپ کے روئے انور پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو عرض گزار ہوئی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھ سے جو نافرمانی ہوئی میں اس سے اللّٰہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ ارشاد فرمایا: یہ گدا یہاں کیوں ہے؟ عرض کی: میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے خریدا تھا تا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس پر تشریف فرما ہوں اور اس سے ٹیک لگائیں۔ سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ان تصویروں (کو بنانے) والے قیامت کے دن عذاب دیئے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا انہیں زندہ کرو۔" اور ارشاد فرمایا: "جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (بخاری، کتاب البیوع، باب التجارة فیما یکره لبسه للرجال والنساء، ۲/۲۱، الحدیث: ۲۱۰۵)

(3)......حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ چالیس صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی تھے جمع ہو کر جبر وقدر میں بحث کرنے لگے تو روح الامین حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ باہر اپنی امت کے پاس تشریف لے جائیں انہوں نے ایک نیا کام شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ غصہ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا چہرہ مبارک سرخی میں اس طرح نمایاں تھا جیسے سرخ انار کا دانہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رخسار مبارک پر نچوڑا گیا ہو۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اس کیفیت کو دیکھ کر کھلے بازو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے استقبال کے لئے آگے بڑھے اور ان کا حال یہ تھا کہ ان کے ہاتھ اور بازو کانپ رہے تھے اور عرض کی "تُبْنَا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" ہم نے اللّٰہ تعالیٰ اور رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار میں توبہ پیش کی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قریب تھا کہ تم اپنے اوپر جہنم کو واجب کر لیتے، میرے پاس جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام تشریف لائے اور عرض کی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ باہر امت کے پاس تشریف لے جائیں، انہوں نے نیا کام شروع کر دیا ہے۔ (معجم الکبیر، ثوبان مولی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ۲/۵۹، الحدیث: ۱۴۲۳)

مزار پرانوار پر حاضر ہو کر حاجتیں اور مغفرت طلب کرنے کے 5 واقعات

حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضری کا یہ طریقہ صرف آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں نہ تھا بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ مبارک کے بعد بھی یہ عرض ومعروض باقی رہی اور آج تک ساری امت میں چلتی آرہی ہے۔ چنانچہ

(1)......امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دورِ خلافت میں قحط پڑ گیا تو صحابی رسول حضرت بلال بن حارث المزنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سلطانِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قبرِ انور پر حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرما دیجئے وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خواب میں ان سے ارشاد فرمایا: تم حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور بشارت دے دو کہ بارش ہو گی اور یہ بھی کہہ دو کہ وہ نرمی اختیار کریں۔ حضرت بلال بن حارث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہِ خلافت میں

حاضر ہوئے اور خبر دے دی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہ سن کر رونے لگے، پھر فرمایا: یارب! عَزَّوَجَلَّ، میں کوتاہی نہیں کرتا مگر اسی چیز میں کہ جس سے میں عاجز ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، ما ذکر فی فضل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ۴۸۲/۷، الحدیث: ۳۵، وفاء الوفاء، الباب الثامن فی زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثالث، ۱۳۷۴/۲، الجزء الرابع)

(2)......ایک مرتبہ مدینۂ منورہ میں شدید قحط پڑا، اہلِ مدینہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قبرِ انور دیکھو اور چھت میں ایک روشندان بناؤ حتّٰی کہ روضۂ منور اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے، اہلِ مدینہ نے جیسے ہی روشندان بنایا تو اتنی کثیر بارش ہوئی کہ سبز گھاس اُگ آئی اور اونٹ موٹے ہوگئے یہاں تک کہ گوشت سے بھر گئے۔

(سنن دارمی، باب ما اکرم اللہ تعالی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ، ۵۶/۱، الحدیث: ۹۲)

(3)......بادشاہ ابو جعفر منصور نے حضرت امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے مسجدِ نبوی شریف میں مناظرہ کیا، دورانِ مناظرہ ابو جعفر کی آواز کچھ بلند ہوئی تو امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اسے (ڈانٹتے ہوئے) کہا: اے امیر المومنین! اس مسجد میں اپنی آواز اونچی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا کہ ”تم اپنی آوازوں کو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی آواز سے بلند مت کرو۔“ اور دوسری جماعت کی تعریف فرمائی کہ ”بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں پست کرتے ہیں۔“ اور ایک قوم کی مذمت بیان کی کہ ”بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔“ بے شک آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت و حرمت اب بھی اسی طرح ہے جس طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیات میں تھی۔ یہ سن کر ابو جعفر خاموش ہوگیا، پھر دریافت کیا: اے ابو عبد اللہ! میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف متوجہ ہو کر؟ فرمایا: تم کیوں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے منہ پھیرتے ہو حالانکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمہارے اور تمہارے والد حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں بلکہ تم حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کی طرف متوجہ ہو کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے شفاعت مانگو پھر اللہ تعالیٰ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (شفا شریف، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل واعلم انّ حرمۃ النبی... الخ، ص ۴۱، الجزء الثانی)

(4)......مروان نے اپنے زمانۂ تَسَلُّط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قبرِ انور پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں، مروان نے (ان کی گردن مبارک پکڑ کر) کہا: جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ اس پر ان صاحب

نے اس کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: ہاں، میں کسی اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں، میں تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حضور حاضر ہوا ہوں،۔ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: دین پر نہ روؤ جب اس کا اہل اس پر والی ہو، ہاں اس وقت دین پر روؤ جبکہ نا اہل والی ہو۔ یہ صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔ (مسند امام احمد، حدیث ابی ایوب الانصاری، ۹/۱٤۸، الحدیث: ۲۳٦٤٦)

(5)......حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور روضۂ انور کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو آپ نے فرمایا، ہم نے سنا اور جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہوا، اس میں یہ آیت بھی ہے " وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا " میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا ہوں تو میرے رب عَزَّوَجَلَّ سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے۔ اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تجھے بخش دیا گیا۔

(مدارك، النساء، تحت الآية: ٦٤، ص٢٣٦)

الغرض یہ آیتِ مبارکہ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظیم مدح وثنا پر مشتمل ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بہت سے اشعار فرمائے ہیں۔ چنانچہ ''حدائق بخشش'' میں فرماتے ہیں:

مجرم بلائے آئے ہیں جَآءُوْكَ ہے گواہ　　　پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

اور فرمایا:

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مَفر مَقر　　　جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اور فرمایا:

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا　　　ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

آیت " وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا " سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیت سے 4 باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)......اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنے کے لئے اُس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا کامیابی کا ذریعہ ہے۔

(2)......قبرِ انور پر حاجت کے لئے حاضر ہونا بھی '' جَآءُوْكَ '' میں داخل اور خَیْرُ القُرون کا معمول ہے۔

(3)......بعدِ وفات مقبولانِ حق کو ''یا'' کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔

(4)...... مقبولانِ بارگاہِ الٰہی مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم، یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ: تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ اہلِ مدینہ پہاڑ سے آنے والے پانی سے باغوں میں آبپاشی کرتے تھے۔ وہاں ایک انصاری کا حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے جھگڑا ہوا کہ کون پہلے اپنے کھیت کو پانی دے گا۔ یہ معاملہ حبیبِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حضور پیش کیا گیا۔ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، اے زبیر! تم اپنے باغ کو پانی دے کر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو۔ حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو پہلے پانی کی اجازت اس لئے دی گئی کہ ان کا کھیت پہلے آتا تھا، اس کے باوجود سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انصاری کے ساتھ بھی احسان کرنے کا فرمادیا لیکن مجموعی فیصلہ انصاری کو ناگوار گزرا اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ باوجود اس کے کہ فیصلہ میں حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو انصاری کے ساتھ احسان کی ہدایت فرمائی گئی تھی لیکن انصاری نے اس کی قدر نہ کی تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حکم دیا کہ اپنے باغ کو سیراب کر کے پانی روک لو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اشار الامام بالصلح... الخ، ۲/۲۱۵، الحدیث: ۲۷۰۸)

اور بتادیا گیا کہ حبیبِ خدا، محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کو تسلیم کرنا فرضِ قطعی ہے۔ جو شخص تاجدارِ

رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا وہ کافر ہے، ایمان کا مدار ہی اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کو تسلیم کرنے پر ہے۔

آیت ” فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ “ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیتِ مبارکہ سے 7 مسائل معلوم ہوئے۔

(1)......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے رب ہونے کی نسبت اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف فرمائی اور فرمایا اے حبیب! تیرے رب کی قسم۔ یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظیم شان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی پہچان اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے سے کرواتا ہے۔

(2)......حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم ماننا فرض قرار دیا اور اس بات کو اپنے رب ہونے کی قسم کے ساتھ پختہ کیا۔

(3)......حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم ماننے سے انکار کرنے والے کو کافر قرار دیا۔

(4)......تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حاکم ہیں۔

(5)......اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی حاکم ہے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی البتہ دونوں میں لامتناہی فرق ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سی صفات جو اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال ہوتی ہیں اگر وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے استعمال کی جائیں تو شرک لازم نہیں آتا جب تک کہ شرک کی حقیقت نہ پائی جائے۔

(6)......رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حکم دل و جان سے ماننا ضروری ہے اور اس کے بارے میں دل میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ اسی لئے آیت کے آخر میں فرمایا کہ پھر اپنے دلوں میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کے متعلق کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور دل و جان سے تسلیم کرلیں۔

(7)......اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی احکام کا ماننا فرض ہے اور ان کو نہ ماننا کفر ہے نیز ان پر اعتراض کرنا، ان کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو کافروں کے قوانین کو اسلامی قوانین پر فوقیت دیتے ہیں۔

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا

لَهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِیْتًاۙ(۶۶) وَّ اِذًا لَّاٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِیْمًاۙ(۶۷) وَّ لَهَدَیْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا(۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر وہ کرتے جس بات کی انہیں نصیحت دی جاتی ہے تو اس میں ان کا بھلا تھا اور ایمان پر خوب جمنا۔ اور ایسا ہوتا تو ضرور ہم انہیں اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتے۔ اور ضرور ان کو سیدھی راہ کی ہدایت کرتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر ہم ان پر فرض کردیتے کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر وہ ہر وہ کام کرلیتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو ان کے لئے بہت بہتر اور ثابت قدمی کا ذریعہ ہوتا۔ اور ایسا ہوتا تو ہم ضرور انہیں اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا فرماتے۔ اور ہم انہیں ضرور سیدھے راستے کی ہدایت دیتے۔

﴿ **وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَیْهِمْ** :اور اگر ہم ان پر فرض کردیتے۔﴾ یہاں مخلص و منافق سب کے اعتبار سے فرمایا جارہا ہے کہ اگر ہم ان پر فرض کردیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی ایسا کرتے جیسا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے اور توبہ کے لئے اپنے آپ کو قتل کا حکم دیا تھا۔ اس آیت کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے ایک یہودی نے کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہم پر خود کو قتل کرنا اور گھر بار چھوڑنا فرض کیا تھا، ہم اس کو بجالائے تھے۔ اس پر حضرت ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم پر فرض کرتا تو ہم بھی ضرور بجالاتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر طبری، النساء، تحت الآیۃ: ۶۶، ۴/۱۶۳)

کہ یہ کہنا تو آسان ہے لیکن اگر واقعی ایسا حکم دیدیا جاتا تو ایک بڑی تعداد اس حکم پر عمل نہ کرتی۔ اس میں بطورِ خاص منافقین یا نئے نئے مسلمان ہونے والے داخل ہوں گے جیسے منافقین اکثر جہاد سے فرار کی راہ ہی اختیار کرتے تھے اور نئے نئے مسلمان ہونے والے بھی کئی جنگوں میں ثابت قدم نہ رہ سکے۔ جہاں تک مُخْلِصین یعنی جلیلُ القدر صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُم کا تعلق ہے تو کتنے ہی صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُم ایسے ہیں جنہوں نے مختلف جنگوں میں خود کو سرکارِ دوعالم صَلَّی

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آگے کھڑا کر دیا اور حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ مزید فرمایا کہ اگر تمہیں خود کو قتل کرنے یا اپنے گھروں سے نکل جانے کا حکم دیا جاتا تو تم میں سے تھوڑے لوگ ہی کرتے لیکن اگر وہ ہر اُس حکم پر عمل کریں جو انہیں دیا جائے خواہ خود کو جان سے ماردینے کا ہو یا گھروں سے نکل جانے کا بہر صورت یہ ان کیلئے بہت بہتر ہوتا اور ایمان پر ثابت قدمی کا ذریعہ ہوتا اور اس پر ہم انہیں عظیم اجر و ثواب عطا فرماتے اور انہیں صراطِ مستقیم کی اعلیٰ درجے کی ہدایت عطا فرماتے۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا ﴿۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔

﴿ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ : اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے۔﴾ آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تاجدارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کمال درجے کی محبت رکھتے تھے اور انہیں جدائی کی تاب نہ تھی۔ ایک روز اس قدر غمگین اور رنجیدہ حاضر ہوئے کہ چہرے کا رنگ بدل گیا تھا تو رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دریافت فرمایا، آج رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ عرض کیا: نہ مجھے کوئی بیماری ہے اور نہ درد سوائے اس کے کہ جب حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سامنے نہیں ہوتے تو انتہا درجہ کی وحشت و پریشانی ہو جاتی ہے، جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں میں کس طرح دیدار پا سکوں گا؟ آپ اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو اس مقام عالی تک رسائی کہاں؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۶۹، ۱/۴۰۰)

اورانہیں تسکین دی گئی کہ منزلوں کے فرق کے باوجود فرمانبرداروں کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضری اور مَعِیَّت کی نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا اور انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مخلص فرمانبردار جنت میں اُن کی صحبت و دیدار سے محروم نہ ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے۔

(ابو داؤد، کتاب الادب، باب اخبار الرجل الرجل بمحبتہ ایاہ، ۴۲۹/۴، الحدیث: ۵۱۲۷)

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا شوقِ رفاقت

اس سے معلوم ہوا کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رفاقت صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو بہت محبوب تھی اور دنیا کی رفاقت کے ساتھ ساتھ اُخروی رفاقت کا شوق بھی ان کے دلوں میں رچا بسا تھا اور وہ اس کے لئے بڑے فکر مند ہوا کرتے تھے۔ ذیلی سُطور میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے شوقِ رفاقت کے چند اور واقعات ملاحظہ ہوں، چنانچہ

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''میں رات کو رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں رہا کرتا تھا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وضو کیلئے پانی لایا کرتا اور دیگر خدمت بھی بجالایا کرتا تھا۔ ایک روز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے فرمایا: سَلْ (مانگو) میں نے عرض کیا ''اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ'' میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اس کے علاوہ اور کچھ؟ میں نے عرض کی: میرا مقصود تو وہی ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''تو پھر زیادہ سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔

(مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، ص۲۵۲، الحدیث: ۲۲۶(۴۸۹))

جنگِ اُحد کے موقع پر حضرت اُمِّ عمارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ دعا فرمائیے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہم لوگوں کو جنت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت گزاری کا شرف عطا فرمائے۔ اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے لئے اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹوں کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہ ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّۃِ'' یا اللّٰہ! عَزَّوَجَلَّ، ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنادے۔ حضرت اُمِّ عمارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا زندگی بھر عَلَانِیَہ یہ کہتی رہیں کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اس دعا کے بعد دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت مجھ پر آجائے تو مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

(الطبقات الکبری لابن سعد، ومن نساء بنی النجار ... الخ، امّ عمارۃ بنت کعب، ۳۰۵/۸)

عاشقوں کے امام حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی زوجہ شدتِ غم سے فرمانے لگیں: ہائے غم۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: واہ! بڑی خوشی کی بات ہے کہ کل ہم اپنے محبوب آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے ملاقات کریں گے۔

(سیرت حلبیه، باب استخفائه صلی الله علیه وسلم واصحابه فی دار الارقم... الخ، ۱/۴۲۲)

ایک جنگ کے موقع پر حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ہاشم بن عتبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا ''اے ہاشم! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، تم جنت سے بھاگتے ہو حالانکہ جنت تو تلواروں (کے سائے) میں ہے۔ آج میں اپنی محبوب ترین ہستیوں محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات کروں گا۔ چنانچہ اسی جنگ میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے شہادت پائی۔ (اسد الغابه، باب العین والمیم، عمار بن یاسر، ۴/۱۴۴)

جب حضرت خباب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیمار ہوئے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے (جب انہوں نے دیکھا کہ یہ اسی مرض میں وفات پا جائیں گے) تو فرمایا ''تم خوش ہو جاؤ، کل تم محبوب ترین ہستی محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے ملاقات کرو گے۔

(البدایه والنهایه، ثمّ دخلت سنة سبع وثلاثین، ذکر من توفی فیها من الاعیان، ۵/۴۱۷)

اللّٰہ تعالیٰ ان مقدس ہستیوں کے شوقِ رفاقت کے صدقے ہمیں بھی اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قبر و حشر اور جنت میں رفاقت نصیب فرمائے۔ اٰمین۔

صدق کے معنی اور اس کے مَراتب

اس آیت میں صِدّیقین کا لفظ آیا ہے۔ صدیقین انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سچے مُتَّبِعین کو کہتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ اُن کی راہ پر قائم رہیں۔ اسی مناسبت سے یہاں ہم اس کے معانی اور اس کے درجات بیان کرتے ہیں چنانچہ امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: صدق 6 معانی میں استعمال ہوتا ہے: (1) گفتگو میں صدق۔ (2) نیت و ارادہ میں صدق۔ (3) عزم میں صدق۔ (4) عزم کو پورا کرنے میں صدق۔ (5) عمل میں صدق۔ (6) دین کے تمام مقامات کی تحقیق میں صدق۔ ان معانی کے اعتبار سے صادقین کے بہت سے درجات ہیں اور جس شخص میں کسی خاص چیز میں صدق پایا جائے تو وہ اسی چیز کی نسبت سے صادق کہلائے گا، چنانچہ:

پہلا صدق ''زبان کا صدق'' ہے اور یہ صرف خبریں دینے میں یا ان باتوں میں ہوتا ہے جو خبروں میں شامل

ہوں اوران سے آگاہی ہواوراس میں وعدے کو پورا کرنا اوراس کی خلاف ورزی کرنا بھی داخل ہے، لہٰذا ہر بندے کو چاہئے کہ وہ اپنے الفاظ کی حفاظت کرے اور (ہمیشہ) سچی بات ہی کہے۔

دوسرا صدق ارادے اور نیت سے متعلق ہے اور یہ اخلاص کی طرف لوٹتا ہے، یعنی بندے کی حرکات وسَکنات کا باعث صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے، اگراس میں کوئی نفسانی غرض بھی آجائے تو صدقِ نیت باطل ہو جاتا ہے اور ایسے شخص کو جھوٹا کہنا صحیح ہے لہٰذا ہر صادق کا مخلص ہونا ضروری ہے۔

تیسرا صدق ''عزم کا صدق'' ہے کیونکہ بعض اوقات انسان کسی عمل کا پختہ ارادہ کرتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں تمام مال صدقہ کر دوں گا یا یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں میرا دشمن سے مقابلہ ہوا تو میں اس سے لڑوں گا اور اس لڑائی میں اگر میں قتل بھی ہو جاؤں تو مجھے اس کی پرواہ نہ ہوگی یا اگر اللہ تعالیٰ مجھے حکومت دے تو میں انصاف کروں گا اور ظلم کرنے اور مخلوق کی طرف میلان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ یہ عزم وارادہ دل میں ہوتا ہے اور انتہائی پختہ اور سچا ہوتا ہے لیکن بعض اوقات اس میں دوسری طرف میلان اور تَرَدُّد ہوتا ہے، نیز ایسی کمزوری ہوتی ہے جو عزم میں صدق کے مقابل اور اس کی ضد ہوتی ہے تو صادق اور صدیق وہ شخص ہے جس کا پختہ ارادہ تمام نیکیوں میں قوتِ تامہ کے ساتھ ہوتا ہے، اس میں کسی قسم کا میلان، تردد اور کمزوری نہیں ہوتی اور اس کا نفس ہمیشہ نیک کاموں پر پختہ ارادہ رکھتا ہے۔

چوتھا صدق ''عزم کو پورا کرنے کا صدق'' ہے کیونکہ بعض اوقات نفس فی الحال عزم کر لیتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وعدے اور عزم میں کوئی مشقت نہیں ہوتی اور اس میں محنت بھی کم ہوتی ہے لیکن جب حقیقت کا سامنا ہوتا ہے اور قدرت حاصل ہو جاتی ہے اور شہوت کا زور ہوتا ہے تو عزم ختم ہو جاتا ہے اور خواہشات غالب آجاتی ہیں جس کی وجہ سے وہ عزم کو پورا نہیں کر سکتا اور یہ بات صدق کے خلاف ہے۔

پانچواں صدق ''اعمال کا صدق'' ہے، یعنی انسان کوشش کرے حتّٰی کہ اس کے ظاہری اعمال ایسی بات پر دلالت نہ کریں کہ اس کے دل میں جو کچھ ہے وہ ظاہر کے خلاف ہے۔ یہ کوشش اعمال کو چھوڑنے سے نہ ہو بلکہ باطن کو ظاہر کی تصدیق کی طرف کھینچنے سے ہو اور یہ بات تَرکِ ریا سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ ریاکار تو یہی چاہتا ہے کہ اس کے ظاہر سے باطن کی اچھی صفات سمجھی جائیں البتہ کئی نمازی نماز میں خُشوع وخُضوع کی صورت میں کھڑے ہوتے ہیں اور

ان کا مقصد دوسروں کو دکھانا نہیں ہوتا لیکن ان کا دل نماز سے غافل ہوتا ہے اور جو شخص اسے دیکھتا ہے وہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا دیکھتا ہے جبکہ باطنی طور پر وہ خواہشات میں سے کسی خواہش کے سامنے بازار میں کھڑا ہوتا ہے، اس طرح یہ اعمال زبانِ حال سے باطن کی خبر دیتے ہیں اور وہ اس میں جھوٹا ہوتا ہے اور اس سے اعمال میں صدق کی باز پُرس ہوگی۔ اسی طرح کوئی شخص سکون ووقار سے چل رہا ہوتا ہے حالانکہ اس کا باطن سکون ووقار سے موصوف نہیں ہوتا تو یہ بھی اپنے عمل میں سچا نہیں اگر چہ اس کی توجہ مخلوق کی طرف نہ ہو اور نہ ہی وہ ان کو دکھا رہا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ظاہر کا باطن کے خلاف ہونا قصد وارادے سے ہو تو وہ ریا ہے اور اس سے اخلاص ختم ہو جاتا ہے اور قصد وارادے کے بغیر ہو تو اس سے صدق فوت ہو جاتا ہے اور اس قسم کی خرابی سے نجات کی صورت یہی ہے کہ ظاہر و باطن ایک جیسا ہو بلکہ باطن ظاہر سے بہتر ہو۔

چھٹا اور سب سے اعلیٰ ومُعَزَّز درجے کا صدق ''مقامات دین میں صدق'' ہے، جیسے خوف، امید، تعظیم، زُہد، رضا، تَوَکُّل، محبت اور باقی اُمورِ دِینِیہ میں صدق پایا جانا۔ ان امور کی کچھ بنیادیں ہیں جن کے ظاہر ہونے سے یہ نام بولے جاتے ہیں، پھر ان کے کچھ مقاصد اور حقائق ہیں تو حقیقی صادق وہ ہے جو ان امور کی حقیقت کو پالے اور جب کوئی چیز غالب آجائے اور اس کی حقیقت کامل ہو تو اس سے موصوف شخص کو صادق کہا جاتا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب النیۃ والاخلاص والصدق، الباب الثالث، بیان حقیقۃ الصدق ومعناہ ومراتبہ، ٥/١١٧-١٢٢)

یاد رہے کہ اس آیت میں صدیقین سے سلطانِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اَکابِر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سب سے پہلے مراد ہیں جیسے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ شہداء سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے راہِ خدا میں جانیں دیں اور صالحین سے مراد وہ دیندار لوگ ہیں جو حقُّ العِباد اور حقُّ اللہ دونوں ادا کریں اور اُن کے احوال واعمال اور ظاہر و باطن اچھے اور پاک ہوں۔

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾ ع

ع ١١ / ٦

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔

﴿ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ: یہ اللہ کا فضل ہے۔﴾ معلوم ہوا کہ جنت میں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا قرب جنت کی بہت بڑی نعمت ہوگی کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے بطورِ خاص فضیلت میں شمار فرمایا اور اسے اپنا فضل قرار دیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔

﴿خُذُوْا حِذْرَكُمْ: ہوشیاری سے کام لو۔﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کروڑہا کروڑ احسان ہے کہ اس نے ہمیں زندگی کے کسی بھی شعبے میں اپنے احکام سے محروم نہیں رکھا بلکہ ہر جگہ ہماری رہنمائی فرمائی۔ ماں باپ، بیوی بچے، رشتے دار، پڑوسی، اپنے بیگانے سب کے متعلق واضح ہدایات عطا فرمائیں۔ اسی سلسلے میں ہماری بھلائی کیلئے ہمیں ہوشیار رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ دنیا کے دیگر معاملات کی طرح دشمنوں کے مقابلے میں بھی ہوشیاری اور سمجھداری سے کام لو، دُشمن کی گھات سے بچو اور اُسے اپنے اوپر موقع نہ دو اور اپنی حفاظت کا سامان لے رکھو پھر موقع محل کی مناسبت سے دُشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔ یعنی جہاں جو مناسب ہو امیر کی اطاعت میں رہتے ہوئے اور تجربات و عقل کی روشنی میں مفید تدبیریں اختیار کرو۔ یہ آیت مبارکہ جنگی تیاریوں، جنگی چالوں، دشمنوں کی حربی طاقت کے اندازے لگانے، معلومات رکھنے، ان کے مقابلے میں بھرپور تیاری اور بہترین جنگی حکمتِ عملی کے جملہ اصولوں میں رہنمائی کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسباب کا اختیار کرنا بھی نہایت اہم ہے۔ بغیر اسباب لڑنا مرنے کے مُتَرادِف ہے، تَوَکُّل ترکِ اَسباب کا نام نہیں بلکہ اسباب اختیار کر کے امیدیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے وابستہ کرنے کا نام ہے۔

جنگی تیاریوں سے متعلق ہدایات

جنگی تیاری کیلئے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی ہدایات ملاحظہ فرمائیں۔

(1)...... حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (اس آیت) ”وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ“ اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تم سے بن پڑے۔ (کی تفسیر میں)

فرمایا ’’خبردار وہ قوت تیراندازی ہے، خبردار وہ قوت تیراندازی ہے، خبردار وہ قوت تیراندازی ہے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرمی والحث علیہ... الخ، ص۱۰۶۱، الحدیث: ۱۶۷(۱۹۱۷))

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مشرکین سے، اپنے مال، ہاتھ اور زبان سے جہاد کرو (یعنی دینِ حق کی اشاعت میں ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہو جاؤ)

(نسائی، کتاب الجہاد، باب وجوب الجہاد، ص۵۰۳، الحدیث: ۳۰۹۳)

(3)......حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے بدلے تین افراد کو جنت میں داخل فرمائے گا (1) ثواب کی نیت سے تیر بنانے والے کو (2) تیر پھینکنے والے کو (3) تیر پکڑوانے والے کو۔ اور تیراندازی اور گھڑ سواری میں مقابلہ کیا کرو، تمہارا تیراندازی میں مقابلہ کرنا شہسواری میں مقابلہ کرنے سے زیادہ مجھے پسند ہے اور جو تیراندازی سیکھنے کے بعد اس سے غفلت کرتے ہوئے چھوڑ دے تو اس نے ایک نعمت کو گنوا دیا۔ (ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الرمی، ۱۹/۳، الحدیث: ۲۵۱۳)

(4)......حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اہلِ شام کو خط لکھا کہ اپنی اولاد کو تیراکی اور گھڑ سواری سکھاؤ۔

(در منثور، الانفال، تحت الآیۃ: ۶۰، ۸۶/۴)

وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِیْدًا ﴿۷۲﴾ وَ لَىٕنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَیَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهٗ مَوَدَّةٌ یّٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا ﴿۷۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں کوئی وہ ہے کہ ضرور دیر لگائے گا پھر اگر تم پر کوئی افتاد پڑے تو کہے خدا کا مجھ پر احسان تھا کہ میں ان کے ساتھ حاضر نہ تھا۔ اور اگر تمہیں اللہ کا فضل ملے تو ضرور کہے گویا تم میں اس میں کوئی دوستی نہ تھی اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی مراد پاتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ضرور دیر لگائیں گے پھر اگر تم پر کوئی مصیبت آپڑے تو دیر لگانے

والا کہے گا: بیشک اللہ نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔ اور اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فضل ملے تو (تکلیف پہنچنے والی صورت میں تو) گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہی نہ تھی (جبکہ اب) ضرور کہے گا: اے کاش میں (بھی) ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کر لیتا۔

﴿وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ: اورتم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ضرور دیر لگائیں گے۔﴾ یہاں منافقوں کا بیان ہے کہ منافقوں کی حالت یہ ہے کہ حتَّی الامکان میدانِ جنگ میں جانے میں دیر لگائیں گے تاکہ کسی طرح ان کی جان چھوٹ جائے اور اگر پھر واقعی ایسا ہو جائے کہ مسلمانوں کو کوئی مصیبت آ پہنچے اور یہ منافقین وہاں موجود نہ ہوں تو بڑی خوشی سے کہیں گے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے کہ میں وہاں موجود نہ تھا ورنہ میں بھی مصیبت میں پڑ جاتا۔ اور اگر اس کی جگہ مسلمانوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خصوصی فضل ہو جائے کہ انہیں فتح حاصل ہو جائے اور مالِ غنیمت مل جائے تو پھر وہی جو تکلیف کے وقت اجنبی اور بیگانے بن گئے تھے اب کہیں گے کہ اے کاش کہ ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو ہمیں بھی کچھ مال مل جاتا۔ گویا منافقین کا اول و آخر صرف مال کی ہوس ہے۔ انہیں نہ مسلمانوں کی فتح سے خوشی اور نہ شکست سے رنج بلکہ شکست پر خوش اور فتح پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔

خود غرضی اور مفاد پرستی کی مذمت

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خود غرضی، موقع شناسی، مفاد پرستی اور مال کی ہوس منافقوں کا طریقہ ہے۔ دنیا میں وہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہوتا جو تکلیف کے موقع پر تو کسی کا ساتھ نہ دے لیکن اپنے مفاد کے موقع پر آگے آگے ہوتا پھرے۔ مفاد پرست اور خود غرض آدمی کچھ عرصہ تک تو اپنی منافقت چھپا سکتا ہے لیکن اس کے بعد ذلت و رسوائی اس کا مقدر ہوتی ہے۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عنقریب ہم اسے بڑا ثواب دیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پس جو لوگ دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں بیچ دیتے ہیں انہیں چاہیے کہ اللہ کی راہ میں لڑیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر شہید کر دیا جائے یا غالب آ جائے تو عنقریب ہم اسے بہت بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

﴿ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ: تو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے۔﴾ یہاں اہلِ ایمان کا بیان ہے کہ جن لوگوں کی نگاہیں آخرت کی زندگی پر لگی ہوئی ہیں اور وہ آخرت کی خاطر دنیا کی زندگی قربان کرنے کو تیار ہیں انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں لڑنا چاہیے اور اس میں دُنیوی نفع کا ہرگز خیال نہ کریں بلکہ ان کا مطلوب ومقصود اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا، دینِ اسلام کی سربلندی اور حق کا بول بالا ہونا چاہیے۔ جب اس نیت سے کوئی جہاد کرے گا تو وہ شہید ہوجائے یا بچ کر آجائے دونوں صورتوں میں بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوجائے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عظیم اَجر کا مُستحق ہوگا۔

حضرت انس بن نضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا جذبۂ شہادت

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’میرے چچا حضرت انس بن نضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ غزوۂ بدر میں نہ جاسکے، انہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی: آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مشرکین سے جو پہلی جنگ کی تھی میں اس میں حاضر نہ ہوسکا۔ اگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی غزوہ میں شرکت کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دکھادے گا جو میں کروں گا، پھر جب غزوۂ اُحد کا موقع آیا تو کچھ لوگ بھاگنے لگے، حضرت انس بن نضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! ان بھاگنے والوں میں جو مسلمان ہیں، میں ان کی طرف سے معذرت خواہ ہوں اور جو مشرک ہیں، میں اُن سے بری ہوں۔ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تلوار لے کر میدانِ جنگ کی طرف دیوانہ وار بڑھے۔ راستے میں حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا ’’اے سعد! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، جنت۔ اس پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں اُحد پہاڑ کے قریب جنت کی خوشبو محسوس کررہا ہوں۔ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جیسا کارنامہ انہوں نے سرانجام دیا ہم ایسا نہیں کرسکتے۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نے انہیں شہیدوں میں اس حال میں پایا کہ ان کے جسم مبارک پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے اسّی (80) سے زائد زخم تھے، اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اعضاء جگہ جگہ سے کاٹ دیئے گئے تھے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو پہچاننا بہت مشکل ہوچکا تھا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ہمشیرہ نے آپ کو اُنگلیوں کے نشانات سے پہچانا۔

(بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب قول الله تعالی: من المؤمنین رجال صدقوا... الخ، ۲/ ۲۵۵، الحدیث: ۲۸۰۵، عیون الحکایات، الحکایة العاشرة، ص۲۷، ملتقطاً)

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ

وَ الْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَاۚ وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۙۚ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا ﴿۷۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے جو یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے رب ہمارے ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اللہ کے راستے میں نہ لڑو اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (نہ لڑو جو) یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس شہر سے نکال دے جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنادے اور ہمارے لئے اپنی بارگاہ سے کوئی مددگار بنادے۔

﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ :اور تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اللہ کے راستے میں نہ لڑو۔﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ جہاد فرض ہے اور اس کے ترک کا تمہارے پاس کوئی عذر نہیں تو تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد نہ کرو حالانکہ دوسری طرف مسلمان مرد و عورت اور بچے ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں اور اُن کا کوئی پُرسانِ حال نہیں اور وہ ربُّ العٰلمین عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس بستی کے ظالموں سے نجات عطا فرما اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار عطا فرما۔ تو جب مسلمان مظلوم ہیں اور تم ان کو بچانے کی طاقت رکھتے ہو تو کیوں ان کی مدد کیلئے نہیں اٹھتے۔

آیت " وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ " سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں

(1)...... جہاد فرض ہے، بلا وجہ جہاد نہ کرنے والا ایسا ہی گنہگار ہوگا جیسے نماز چھوڑنے والا بلکہ کئی صورتوں میں اِس سے بھی بڑھ کر ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ جہاد کی فرضیت کی کچھ شرائط ہیں جن میں ایک اہم شرط اِستطاعت یعنی جنگ کی

طاقت ہونا بھی ہے۔ جہاد یہ نہیں ہے کہ طاقت ہو نہیں اور چند مسلمانوں کو لڑائی میں جھونک کر مروا دیا جائے۔ جہاد کبھی فرضِ عین ہوتا ہے اور کبھی فرضِ کفایہ۔

(2)......آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کیلئے مسلمانوں کی مظلومیت کا بیان کرنا بہت مفید ہے۔ آیت میں جن کمزوروں کا تذکرہ ہے اس سے مراد مکہ مکرمہ کے مسلمان ہیں۔ اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی تا کہ وہ ان کمزور مسلمانوں کو کفار کے پنجۂ ظلم سے چھڑائیں جنہیں مکہ مکرمہ میں مشرکین نے قید کرلیا تھا اور طرح طرح کی ایذائیں دے رہے تھے اور اُن کی عورتوں اور بچوں تک پر بے رحمانہ مَظالم کرتے تھے اور وہ لوگ اُن کے ہاتھوں میں مجبور تھے اس حالت میں وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی خلاصی اور مددِ الٰہی کی دعائیں کرتے تھے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اُن کا ولی و ناصر کیا اور انہیں مشرکین کے ہاتھوں سے چھڑایا اور مکہ مکرمہ فتح کر کے اُن کی زبردست مدد فرمائی۔

(3)......آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کو ولی اور ناصر (یعنی مددگار) کہہ سکتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ﴿۷۶﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَیْدِیَكُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۷۷﴾

ع ۱۰ / ۷

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑو بیشک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں بعضے لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرے یا اس سے بھی زائد اور بولے اے رب ہمارے تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کردیا تھوڑی مدت تک ہمیں اور جینے دیا ہوتا، تم فرمادو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے اور ڈر والوں کے لئے آخرت اچھی اور تم پر تاگے برابر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ایمان والے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے دوستوں سے جہاد کرو بیشک شیطان کا مکروفریب کمزور ہے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ سے ڈرنا ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کردیا؟ تھوڑی سی مدت تک ہمیں اور مہلت کیوں نہ عطا کردی؟ اے حبیب! تم فرمادو کہ دنیا کا سازوسامان تھوڑا سا ہے اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

﴿اَلَمْ تَرَ: کیا تم نے نہ دیکھا۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یوں ہے کہ مشرکین مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو بہت ایذائیں دیتے تھے۔ ہجرت سے پہلے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی ایک جماعت نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں کافروں سے لڑنے کی اجازت دیجئے، انہوں نے ہمیں بہت ستایا ہے اور بہت ایذائیں دی ہیں۔ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اُن کے ساتھ جنگ کرنے سے ابھی ہاتھ روک کر رکھو اور ابھی صرف نماز اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اسی کے متعلق فرمایا کہ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن سے شروعِ اسلام میں مکہ مکرمہ میں کہا گیا کہ ابھی جہاد سے اپنے ہاتھ روکے رکھو اور ابھی صرف نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۷۷، ۱/۴۰۳)

لیکن پھر جب مدینہ منورہ میں ان پر جہاد فرض کیا گیا تو وہ اس وقت طبعی خوف کا شکار ہوگئے جو انسانی فطرت ہے اور حالت یہ تھی کہ ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا ہوتا ہے یا اس سے بھی کچھ زیادہ ہی خوفزدہ تھا اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کردیا؟ اس کی حکمت کیا ہے؟

یہ سوال حکمت دریافت کرنے کے لئے تھا، اعتراض کرنے کیلئے نہیں۔ اسی لئے اُن کو اس سوال پر توبیخ وزجر نہ فرمایا گیا بلکہ تسلی بخش جواب عطا کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، تم ان سے فرمادو کہ دنیا کا ساز وسامان تھوڑا سا ہے، فنا ہونے والا ہے جبکہ پرہیزگاروں کے لئے آخرت تیار کی گئی ہے اور وہی ان کیلئے بہتر ہے۔ لہٰذا جہاد میں خوشی سے شرکت کرو۔

اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍؕ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آلے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو اور اُنہیں کوئی بھلائی پہنچے تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہیں یہ حضور کی طرف سے آئی تم فرمادو سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کوئی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور ان (منافقوں) کو کوئی بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہتے ہیں: (اے محمد!) یہ آپ کی وجہ سے آئی ہے۔ اے حبیب! تم فرمادو: سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے۔

﴿ اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ: تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی۔﴾ لوگوں سے فرمایا گیا کہ اے جہاد سے ڈرنے والو! تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اس سے رہائی پانے کی کوئی صورت نہیں اور جب موت ناگزیر ہے تو بستر پر مرجانے سے راہِ خدا میں جان دینا بہتر ہے کہ یہ سعادتِ آخرت کی کامیابی کا سبب ہے۔

﴾ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ: اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے۔﴿ یہاں سے منافقین کا بیان ہے کہ اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے جیسے مال میں فراوانی آجائے، کاروبار اچھا ہوجائے، پیداوار زیادہ ہوجائے تو کہتے ہیں یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے جیسے قحط پڑ جائے یا کوئی اور مصیبت آجائے تو کہتے ہیں: اے محمد! یہ آپ کی وجہ سے آئی ہے، جب سے آپ آئے ہیں ایسی ہی سختیاں پیش آرہی ہیں۔ محبوبِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دفاع میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تم ان سے فرمادو کہ رزق میں کمی بیشی، قحط یا خوشحالی، رنج یا راحت، فتح یا شکست سب حقیقت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہیں یعنی ہر راحت و مصیبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ارادے سے آتی ہے، ہاں ہم اس کے اسباب مہیا کر لیتے ہیں نیز یہ بات بھی یاد رہے کہ نیکی راحت کا ذریعہ ہے اور گناہ مصیبت کا سبب ہے۔

مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ٘ وَ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے سننے والے! تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھے جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے حبیب! ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور گواہی کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔

﴾ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ: تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے۔﴿ ارشاد فرمایا گیا کہ اے مخاطب! تمہیں جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کریم کا فضل و رحمت ہے اور تجھے جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی وجہ سے ہے کہ تو نے ایسے گناہوں کا ارتکاب کیا کہ تو اس کا مستحق ہوا۔ یہاں بھلائی کی نسبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف اور برائی کی نسبت بندے کی طرف کی گئی ہے جب کہ اوپر کی آیت میں سب کی نسبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہے، خلاصہ یہ ہے کہ بندہ جب مُؤثّرِ حقیقی کی طرف نظر کرے تو ہر چیز کو اُسی کی طرف سے جانے اور جب اسباب پر نظر کرے تو برائیوں کو اپنی شامتِ نفس کے سبب سے سمجھے۔

﴾ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا: اور اے حبیب! ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔﴿ رسولِ کائنات

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام عرب وعجم اور ساری مخلوق کے لئے رسول بنائے گئے اور کل جہان آپ کا اُمّتی کیا گیا۔ یہ سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جلیلُ القدر منصب اور عظیمُ المرتبت قدر ومنزلت کا بیان ہے۔ اَوّلین وآخرین سارے انسانوں کے آپ نبی ہیں، حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لے کر یوم قیامت تک سب انسان آپ کے اُمتی ہیں، اسی لئے تمام نبیوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے نماز پڑھی۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَۚ-وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًاؕ(۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تمہیں انہیں بچانے کے لئے نہیں بھیجا۔

﴿ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ : جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔﴾ آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک مرتبہ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کی، اِس پر آج کل کے گستاخ بددینوں کی طرح اُس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسٰی بن مریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو رب مانا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اُن کے رد میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کلام کی تصدیق فرما دی کہ بے شک رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ (بغوی، النساء، تحت الآیۃ: ۸۰، ۱/۳۶۲)

تو جس نے ان کی اطاعت سے اِعراض کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لئے نہیں بھیجا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بہر صورت انہیں جہنم سے بچائیں بلکہ صرف تبلیغ کیلئے بھیجا ہے۔

وَ یَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ٘ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَیَّتَ طَآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَیْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُؕ وَ اللّٰهُ یَكْتُبُ مَا یُبَیِّتُوْنَۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا (۸۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کہتے ہیں ہم نے حکم مانا پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں توان میں ایک گروہ جو کہہ گیا تھا اس کے خلاف رات کو منصوبے گانٹھتا ہے اور اللہ لکھ رکھتا ہے ان کے رات کے منصوبے تو اے محبوب تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی ہے کام بنانے کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کہتے ہیں: ہم نے فرمانبرداری کی پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں توان میں ایک گروہ آپ کے فرمان کے برخلاف رات کو منصوبے بناتا ہے اور اللہ ان کے رات کے منصوبے لکھ رہا ہے تو اے حبیب! تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی کارساز ہے۔

﴿وَیَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ: اور کہتے ہیں: ہم نے فرمانبرداری کی۔﴾ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی، جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے کہتے تھے کہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی اطاعت ہم پر فرض ہے لیکن وہاں سے اٹھ کر اس کے خلاف کرتے تھے۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۸۱، ۱/۴۰۵)

ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کے سب منصوبے ان کے نامۂ اعمال میں لکھے جارہے ہیں اور انہیں اُس کا بدلہ بھی ملے گا۔ لیکن چونکہ یہ ظاہراً کلمہ پڑھتے تھے اور ظاہری طور پر کفر نہیں کرتے تھے اس لئے ان کے بارے میں کہا گیا کہ ان سے چشم پوشی کرو یعنی ان کے کافروں کی طرح دنیوی احکام نہیں ہیں۔ ہاں چونکہ ان کی طرف سے خطرہ پایا جاتا ہے تو اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ رکھو، ان کی طرف سے اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو کفایت کرے گا۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَؕ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا

فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ: تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔﴾ یہاں قرآن کی عظمت کا بیان ہے اور لوگوں کو اس میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ کیا یہ لوگ قرآنِ حکیم میں غور نہیں کرتے اور اس کے علوم اور حکمتوں کو نہیں دیکھتے کہ اِس نے اپنی فصاحت سے تمام مخلوق کو اپنے مقابلے سے عاجز کر دیا ہے اور غیبی خبروں سے منافقین کے احوال اور ان کے مکروفریب کو کھول کر رکھ دیا ہے اور اوّلین و آخرین کی خبریں دی ہیں۔ اگر قرآن میں غور کریں تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے اور اسے لانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہے۔

قرآنِ مجید میں غور وفکر کرنا عبادت ہے لیکن!

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں غور وفکر کرنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔ امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ احیاءُ العُلوم میں فرماتے ہیں کہ ایک آیت سمجھ کر اور غور وفکر کر کے پڑھنا بغیر غور وفکر کئے پورا قرآن پڑھنے سے بہتر ہے۔
(احیاء العلوم، کتاب التفکر، بیان مجاری الفکر، ۵/۱۷۰)

قرآن کا ذکر کرنا، اسے پڑھنا، دیکھنا، چھونا سب عبادت ہے۔ قرآن میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے لیکن یہ بات واضح ہے کہ قرآن میں وہی غور وفکر مُعْتَبَر اور صحیح ہے جو صاحبِ قرآن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فَرامین اور حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحبت یافتہ صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور ان سے تربیت حاصل کرنے والے تابعین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے علوم کی روشنی میں ہو کیونکہ وہ غور وفکر جو اُس ذات کے فرامین کے خلاف ہو جن پر قرآن اترا اور اس غور وفکر کے خلاف ہو جو وحی کے نزول کا مُشاہدہ کرنے والے بزرگوں کے غور وفکر کے خلاف ہو، وہ یقیناً معتبر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دورِ جدید کے اُن نت نئے مُحققین سے بچنا ضروری ہے جو چودہ سو سال کے علماء، فُقہاء، محدثین

ومفسرین اور ساری امت کے فہم کو غلط قرار دے کر قولاً یا عملاً یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ قرآن اگر سمجھا ہے تو ہم نے ہی سمجھا ہے، پچھلی ساری امت جاہل ہی گزر گئی ہے۔ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔

﴿وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ: اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا۔﴾ یہاں قرآنِ پاک کی حقانیت پر ایک نہایت آسان اور واضح دلیل دی جارہی ہے کہ اگر قرآنِ پاک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا ہے تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا، اس میں جو غیب کی خبریں دی گئی ہیں وہ سو فیصد پوری نہ ہوتیں بلکہ کوئی بات تو پوری ہو جاتی اور کوئی نہ ہوتی لیکن جب ایسا نہ ہوا بلکہ قرآنِ پاک کی تمام غیبی خبریں بالکل سچی ثابت ہو رہی ہیں تو ثابت ہوا کہ یقیناً یہ کتاب، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے نیز اس کے مضامین میں بھی باہم اختلاف نہیں کہ کہیں کوئی بات کہہ دی اور کہیں اس کے برخلاف کوئی دوسری بات کہہ دی۔ اسی طرح فصاحت و بلاغت میں بھی اس میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ مخلوق کا کلام فصیح بھی ہو تو سب یکساں نہیں ہوتا کچھ بلاغت سے بھرپور ہوتا ہے تو کچھ رکیک و گھٹیا قسم کا ہوتا ہے جیسا کہ شُعراء اور زباندانوں کے کلام میں دیکھا جاتا ہے کہ بڑے سے بڑے شاعر کا کوئی کلام بڑا شاندار ہوتا ہے اور کوئی بالکل گیا گزرا۔ لیکن قرآن چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے کلام کی شان ہے کہ اس کا تمام کلام فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مرتبے پر ہے۔

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بات میں کاوش کرتے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے مگر تھوڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب امن یا خوف کی کوئی بات ان کے پاس آتی ہے تو اسے پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ اگر اس

بات کو رسول اور اپنے بااختیار لوگوں کی خدمت میں پیش کرتے تو ضرور اُن میں سے نتیجہ نکالنے کی صلاحیت رکھنے والے اُس (خبر کی حقیقت) کو جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم میں سے چند ایک کے علاوہ سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

﴿وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ: اور جب امن یا خوف کی کوئی بات ان کے پاس آتی ہے۔﴾ یہاں اگرچہ ایک خاص سیاق وسباق میں ایک چیز بیان کی گئی ہے لیکن اِس میں جو حکم بیان کیا گیا ہے یہ ہماری زندگی کے ہزاروں گوشوں میں اصلاح کیلئے کافی ہے۔ خلاصہ کلام یہ فرمایا گیا کہ جب کبھی امن مثلاً مسلمانوں کی فتح یا خوف مثلاً مسلمانوں کی شکست کی کوئی بات لوگوں کے پاس آتی ہے جو فساد کا باعث بن سکتی ہے تو وہ فوراً اُسے پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ اگر اس بات کو یہ لوگ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اپنے بااختیار لوگوں جیسے اکابر صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ جو صاحبِ رائے اور صاحبِ بصیرت ہیں کی خدمت میں پیش کرتے اور خود کچھ دخل نہ دیتے تو سمجھدار لوگ ضرور اپنی عقل ودانش یا اپنی تحقیق کی روشنی میں اُس خبر کی حقیقت کو جان لیتے اور یوں بات کا بتنگڑ بننے کی بجائے حقیقتِ حال کھل کر سامنے آجاتی۔

زندگی کی اصلاح کا ایک اہم اصول

اس آیت کو سامنے رکھ کر ہم اپنے گھروں کے معاملات بلکہ ملکی وبین الاقوامی معاملات اور صحافتی معاملات کو جانچ سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں کا حال یہ ہے کہ ایک بات کو کوئی شخص اچھالتا ہے اور پھر وہ موجودہ میڈیا کے ذریعے پوری دنیا میں گردش کرنے لگتی ہے اور کچھ عرصے بعد پتہ چلتا ہے کہ اس بات کا کوئی سر پیر ہی نہیں اور وہ سراسر جھوٹی ہے۔ مسلمانوں کو اور اسلام کو بدنام کرنے کیلئے ایسی سازشیں، افواہیں اور خبریں دن رات پھیلائی جارہی ہیں حتّٰی کہ بعض جگہوں پر یہ بات پھیلائی گئی ہے کہ مسلمانوں کا مذہب یہ ہے کہ کوئی مسلمان اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک وہ کسی ایک کافر کو قتل نہیں کرلے گا۔ اَلْاَمان وَالْحفیظ، کیسا جھوٹ اور کیسی دیدہ دلیری ہے۔ کفار کے ممالک میں مسلمانوں کا جو تشخص پھیلایا جارہا ہے وہ بھی اسی طرح کی جھوٹی افواہوں کے ذریعے ہے اور پھر ایسی ہی باتیں سن کر مغرب سے مرعوب کچھ پڑھے لکھے سمجھے جانے والے ہمارے لوگ اِن باتوں کو اسلام کے نام پر پیش کرکے اِسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ یہی معاملہ گھروں میں ہے کہ کسی نے کچھ بات کہی، وہ پھیلتے پھیلتے دس مرتبہ اضافوں کے ساتھ ایسی ہوگئی کہ خاندانوں میں لڑائیاں چھڑ گئیں اور تباہیاں مچ گئیں۔ ایسی سینکڑوں باتوں کا ہم سب کو تجربہ ہوگا۔ ان سب کیلئے قرآن نے یہ اصول دیا ہے کہ جب ایسی کوئی بات پہنچے تو اہلِ دانش اور سمجھدار لوگوں تک پہنچادی جائے وہ غور وفکر اور تحقیق سے اس کی حقیقتِ حال معلوم

کرلیں گے اور یوں بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ نہیں بنے گا۔ حضرت حفص بن عاصم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کردے۔ (مسلم، باب النھی عن الحدیث بکلّ ما سمع، ص۸، الحدیث: ۵(۵))

ایک اہم مسئلہ

مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ قیاس جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک علم تو وہ ہے جو قرآن وحدیث سے صراحت سے حاصل ہوتا ہے اور ایک علم وہ ہے جو قرآن وحدیث سے اِستنباط وقیاس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اُمورِ دِیْنِیَّہ میں ہر شخص کو دخل دینا جائز نہیں جو اِس کا اہل ہو وہی اِس میں غور کرے۔

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۚ-لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَۚ-عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ-وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِیْلًا ﴿۸۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب اللہ کی راہ میں لڑو تم تکلیف نہ دیئے جاؤ گے مگر اپنے دم کی اور مسلمانوں کو آمادہ کرو قریب ہے کہ اللہ کافروں کی سختی روک دے اور اللہ کی آنچ سب سے سخت تر ہے اور اس کا عذاب سب سے کرّا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اے حبیب! اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ آپ کو آپ کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی اور مسلمانوں کو (جہاد کی) ترغیب دیتے رہو۔ عنقریب اللہ کافروں کی طاقت روک دے گا اور اللہ کی طاقت سب سے زیادہ مضبوط ہے اور اس کا عذاب سب سے زیادہ شدید ہے۔

﴿فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: تو اے حبیب! اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ بدر صُغریٰ (چھوٹا غزوہ بدر، اُس) کی جنگ جو ابوسفیان سے طے تھی جب اس کا وقت آپہنچا تو سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہاں جانے کے لئے لوگوں کو دعوت دی، بعض لوگوں پر یہ گراں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ آپ جہاد نہ چھوڑیں اگرچہ تنہا ہوں اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کا ناصر ومددگار ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ

کا وعدہ سچا ہے ۔ یہ حکم پا کر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بدرِ صغریٰ کی جنگ کے لئے روانہ ہوئے اور صرف ستر سوار ہمراہ تھے۔ (مدارك، النساء، تحت الآية: ٨٤، ص ٢٤٢)

چنانچہ فرمایا گیا کہ آپ جہاد کیلئے جائیں اور آپ کو آپ کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی خواہ کوئی آپ کا ساتھ دے یا نہ دے اور اگرچہ آپ اکیلے رہ جائیں، ہاں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اور بس۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ اللہ کریم کافروں کی سختی کو روک دے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں کے اس چھوٹے سے لشکر سے کفار ایسے مرعوب ہوئے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں میدان میں نہ آسکے۔

سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شجاعت

اس آیت سے ثابت ہوا کہ تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ شجاعت میں سب سے اعلیٰ ہیں کہ آپ کو تنہا کفار کے مقابل تشریف لے جانے کا حکم ہوا اور آپ آمادہ ہوگئے۔

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام لوگوں سے زیادہ شجاع اور بہادر تھے۔ (مسلم، كتاب الفضائل، باب في شجاعة النبي عليه السلام وتقدّمه للحرب، ص١٢٦٢، الحديث: ٤٨(٢٣٠٧))

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ بہادر اور طاقتور، سخی اور پسندیدہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (الشفاء، القسم الاول، الباب الثاني، فصل واما الشجاعة والنجدة، ص١١٦، الجزء الاول)

حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بے مثل شجاعت و بہادری کا یہ عالم تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم جیسے بہادر صحابی کا یہ قول ہے: جب لڑائی خوب گرم ہو جاتی تھی اور جنگ کی شدت دیکھ کر بڑے بڑے بہادروں کی آنکھیں پتھرا کر سرخ پڑ جایا کرتی تھیں اس وقت میں ہم لوگ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پہلو میں کھڑے ہو کر اپنا بچاؤ کرتے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہم سب لوگوں سے زیادہ آگے بڑھ کر اور دشمنوں کے بالکل قریب پہنچ کر جنگ فرماتے تھے اور ہم لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر وہ شخص شمار کیا جاتا تھا جو جنگ میں حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب رہ کر دشمنوں سے لڑتا تھا۔

(الشفاء، القسم الاول، الباب الثاني، فصل وامّا الشجاعة والنجدة، ص١١٦، الجزء الاول)

غزوۂ حنین کے دن جب ابتداءً مسلمان کفار کے حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے میدانِ جنگ سے فرار ہوئے تو ایسے نازک وقت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار دشمنوں کی جانب پیش قدمی فرماتے رہے۔ (مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب في غزوة حنين، ص٩٧٨، الحديث: ٧٦(١٧٧٥))

غزوۂ اَحزاب کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے ایک ایسی چٹان ظاہر ہوئی جو کسی سے نہ ٹوٹ سکی، سرکارِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وار سے وہ چٹان پارہ پارہ ہوگئی۔

(نسائی، کتاب الجهاد، غزوة الترك والحبشة، ص٥١٧، الحديث: ٣١٧٣)

ایک رات اہلِ مدینہ ایک خوفناک آواز سن کر دہشت زدہ ہوگئے تو اس آواز کی سمت سب سے پہلے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لے گئے۔

(بخاري، كتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء... الخ، ١٠٨/٤، الحديث: ٦٠٣٣)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

تم ہو حفیظ و مُغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث
تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس کا اجر ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً: جو اچھی سفارش کرے۔﴾ اچھی سفارش وہ ہے جس میں کسی کو جائز نفع پہنچایا جائے یا تکلیف سے بچایا جائے، اس پر ثواب ہے جیسے کوئی نوکری کا واقعی مستحق ہے اور کسی دوسرے کی حق تلفی نہیں ہو رہی تو سفارش کرنا جائز ہے یا کوئی مظلوم ہے اور پولیس سے انصاف دلوانے میں مدد کیلئے سفارش کی جائے۔ بری سفارش وہ ہے جس میں غلط سفارش کی جائے، ظالم کو غلط طریقے سے بچایا جائے یا کسی کی حق تلفی کی جائے جیسے کسی غیر مستحق کو نوکری دلانے کیلئے سفارش کی جائے یا کسی کو شراب یا سینما کے لائسنس دلوانے کیلئے سفارش کی جائے، یہ حرام ہے۔

وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَاؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا(۸۶)

النصف

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ سے جواب دو یا وہی الفاظ کہہ دو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

﴿وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ: اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے۔﴾ اسلام سے پہلے اہلِ عرب کی عادت یہ تھی کہ جب وہ ایک دوسرے سے ملتے تو کہتے ''حَیَّاکَ اللّٰہُ'' یعنی اللہ تعالیٰ تجھے زندہ رکھے اور جب دینِ اسلام آیا تو اُس میں اس کلمے کو ''سلام'' سے تبدیل کر دیا گیا اور یہ کلمہ ''حَیَّاکَ اللّٰہُ'' کے مقابلے میں زیادہ کامل ہے کیونکہ جو شخص سلامت ہوگا تو وہ لازمی طور پر زندہ ہوگا اور صرف زندہ شخص سلامت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی زندگی مصیبتوں اور آفات سے ملی ہوئی ہے۔
(تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ٨٦، ١٦١/٤)

سلام سے متعلق شرعی مسائل

اس آیت میں سلام کے بارے میں بیان ہوا، اس مناسبت سے ہم یہاں سلام سے متعلق چند شرعی مسائل ذکر کرتے ہیں:

(1)......سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض اور جواب میں افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والے کے سلام پر کچھ بڑھائے مثلاً پہلا شخص اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے تو دوسرا شخص وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہے اور اگر پہلے نے وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ بھی کہا تھا تو یہ وَبَرَکَاتُہٗ اور بڑھائے پس اس سے زیادہ سلام وجواب میں اور کوئی اضافہ نہیں ہے۔

(2)......کافر، گمراہ، فاسق اور اِستنجا کرتے مسلمانوں کو سلام نہ کریں۔ یونہی جو شخص خطبہ، تلاوتِ قرآن، حدیث، مذاکرۂ علم، اذان اور تکبیر میں مشغول ہو، اس حال میں ان کو بھی سلام نہ کیا جائے اور اگر کوئی سلام کر دے تو اُن پر جواب دینا لازم نہیں۔

(3)......جو شخص شطرنج، چوسر، تاش، گنجفہ وغیرہ کوئی ناجائز کھیل کھیل رہا ہو یا گانے بجانے میں مشغول ہو یا پاخانہ یا

غسل خانہ میں ہو یا برہنہ ہو اس کو سلام نہ کیا جائے۔

(4)...... آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہو تو بیوی کو سلام کرے، بعض جگہ یہ بڑی غلط رسم ہے کہ میاں بیوی کے اتنے گہرے تَعَلُّقات ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو سلام کرنے سے محروم کرتے ہیں حالانکہ سلام جس کو کیا جاتا ہے اس کے لیے سلامتی کی دعا ہے۔

(5)...... بہتر سواری والا، کمتر سواری والے کو اور کمتر سواری والا، پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والا، بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹا بڑے کو اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔ سلام سے متعلق شرعی مسائل کی مزید معلومات کے لئے بہارِ شریعت حصہ 16 کا مطالعہ کیجئے۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ﴿۸۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور وہ ضرور تمہیں اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں اور اللّٰہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اور اللّٰہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

﴿ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا: اور اللّٰہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ کس کی بات سچی یعنی اس سے زیادہ سچا کوئی نہیں اس لیے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا جھوٹ بولنا ناممکن ومحال ہے کیونکہ جھوٹ عیب ہے اور ہر عیب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے محال ہے، وہ جملہ عُیوب سے پاک ہے۔

اِمکانِ کِذب کا رد

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے کسی کلام میں جھوٹ کا ممکن ہونا ذاتی طور پر محال ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی تمام صفات مکمل طور پر صفاتِ کمال ہیں اور جس طرح کسی صفتِ کمال کی اس سے نفی ناممکن ہے اسی طرح کسی نقص و عیب کی صفت کا ثبوت بھی اللّٰہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ کا یہی فرمان

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا﴿۸۷﴾ ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔‘‘

اس عقیدے کی بہت بڑی دلیل ہے، چنانچہ اس آیت کے تحت علامہ عبداللّٰہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت میں اِستفہام انکاری ہے یعنی خبر، وعدہ اور وعید کسی بات میں کوئی شخص اللّٰہ تعالیٰ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا جھوٹ تو بِالذّات محال ہے کیونکہ جھوٹ خود اپنے معنی ہی کی رو سے قبیح ہے کہ جھوٹ واقع کے خلاف خبر دینے کا نام ہے۔ (مدارك، النساء، تحت الآية: ۸۷، ص۲۴۳)

علامہ بیضاوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اللّٰہ تعالیٰ اس آیت میں اس سے انکار فرماتا ہے کہ کوئی شخص اللّٰہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو کیونکہ اس کی خبر تک تو کسی جھوٹ کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللّٰہ تعالیٰ پر محال ہے۔ (بیضاوی، النساء، تحت الآية: ۸۷، ۲/۲۲۹)

نیز اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ (بقرہ:۸۰) ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللّٰہ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرے گا۔

اس آیت کے تحت امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اللّٰہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنے ہر وعدہ اور وعید میں جھوٹ سے پاک ہے، ہمارے اصحاب اہلِ سنت و جماعت اس دلیل سے کذبِ الٰہی کو ناممکن جانتے ہیں کیونکہ جھوٹ صفتِ نقص ہے اور نقص اللّٰہ تعالیٰ پر محال ہے اور مُعتَزِلہ اس دلیل سے اللّٰہ تعالیٰ کے جھوٹ کو مُمتَنِع مانتے ہیں کیونکہ جھوٹ فِیْ نَفْسِہٖ قبیح ہے تو اللّٰہ تعالیٰ سے اس کا صادر ہونا محال ہے۔ الغرض ثابت ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا اصلاً ممکن ہی نہیں۔ (تفسیر کبیر، البقرة، تحت الآية: ۸۰، ۱/۵۶۷، ملخصاً)

شاہ عبدُ العزیز محدث دہلوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ’’اللّٰہ تعالیٰ کی خبر اَزلی ہے، کلام میں جھوٹ ہونا عظیم نقص ہے لہٰذا وہ اللّٰہ تعالیٰ کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پا سکتا کہ اللّٰہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے۔ (تفسیر عزیزی(مترجم)، البقرة، تحت الآية: ۸۰، ۲/۵۴۷، ملخصاً)

اور اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴿۱۱۵﴾ (انعام:۱۱۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سچ اور انصاف کے اعتبار سے تیرے رب کے کلمات مکمل ہیں۔ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ''یہ آیت اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات بہت سی صفتوں کے ساتھ موصوف ہے، ان میں سے ایک صفت اس کا سچا ہونا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے دلائل کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کذب کو محال مانا جائے۔ (تفسیر کبیر، الانعام، تحت الآیة: ۱۱۵، ۵/۱۲۵)

نیز جھوٹ فی نَفْسِہٖ دو باتوں سے خالی نہیں، یا تو وہ نقص ہو گا یا نہیں ہو گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جھوٹ ضرور نقص ہے اور جب یہ نقص ہے تو بالاتفاق اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہو گیا کیونکہ وہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔ دوسری صورت میں اگر جھوٹ کو نقص وعیب نہ بھی مانا جائے تو بھی یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے کیونکہ اگر جھوٹ نقص نہیں تو کمال بھی نہیں اور اللہ تعالیٰ نہ صرف نقص وعیب سے پاک ہے بلکہ وہ ہر اس شئے سے بھی پاک ہے جو کمال سے خالی ہو اگرچہ وہ نقص وعیب میں سے نہ بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت صفتِ کمال ہے اور جس میں کوئی کمال ہی نہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کس طرح ہو سکتا ہے۔

یاد رہے کہ لوگوں کے جھوٹ بولنے پر قادر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ ناممکن و محال ہونے سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ لوگوں کی قدرت مَعَاذَ اللہ، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ گئی یعنی یہ کہنا کہ **بندہ جھوٹ بول سکے اور اللہ تعالیٰ جھوٹ نہ بول سکے،** اس سے لازم آتا ہے کہ انسان کی قدرت مَعَاذَ اللہ، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ جائے گی، یہ بات سراسر غلط ہے نیز اگر یہ بات سچی ہو کہ آدمی جو کچھ کر سکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جس طرح نکاح کرنا اور بیوی سے ہم بستری کرنا وغیرہ انسان کی قدرت میں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی مَعَاذَ اللہ یہ کر سکتا ہے، یونہی اگر وہ بات سچی ہو تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جس طرح آدمی کھانا کھانے، پانی پینے، اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دینے، آگ سے جلانے، خاک اور کانٹوں پر لٹانے کی قدرت رکھتا ہے تو پھر یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ بھی اپنے لئے کر سکتا ہو گا۔ ان صورتوں میں انسان ہر طرح خدائی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سب باتیں اپنے لئے کر سکتا ہو تو وہ ناقص و محتاج ہوا اور ناقص و محتاج خدا نہیں ہو سکتا اور اگر نہ کر سکا تو عاجز ٹھہرے گا اور کمالِ قدرت میں آدمی سے کم ہو جائے گا اور عاجز خدا نہیں ہو سکتا۔ جبکہ ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے اور محال پر قدرت کی تہمت سے پاک اور مُنَزَّہ ہے،

نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر ہے نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر، نہ اپنے لئے کسی عیب ونقص پر قادر ہونا اس کی قُدُّوسی شان کے لائق ہے۔

نوٹ: اس مسئلے پر تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 15 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ان رسائل کا مطالعہ فرمائیں۔ (1) سُبْحٰنُ السُّبُّوْح عَنْ عَیْبِ کِذْبٍ مَقْبُوْح (جھوٹ جیسے بدترین عیب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاک ہونے کا بیان)۔ (2) دَامَانِ بَاغِ سُبْحٰنِ السُّبُّوْح۔ (رسالہ سُبْحٰنُ السُّبُّوْح کے باغ کا دامن) (3) اَلْقَمْعُ الْمُبِیْنُ لِاٰمَالِ الْمُکَذِّبِیْنَ (اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ ممکن ماننے والوں کے استدلال کا رد)۔

فَمَا لَكُمْ فِی الْمُنٰفِقِیْنَ فِئَتَیْنِ وَ اللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْاؕ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا ﴿۸۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق ہو گئے اور اللہ نے انہیں اوندھا کر دیا ان کے کوتکوں کے سبب کیا یہ چاہتے ہو کہ اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کیا اور جسے اللہ گمراہ کرے تو ہرگز تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو گئے حالانکہ اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان (کے دلوں) کو الٹا دیا ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کر دیا اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو ہرگز تو اس کے لئے (ہدایت کا) راستہ نہ پائے گا۔

﴿ فَمَا لَكُمْ فِی الْمُنٰفِقِیْنَ فِئَتَیْنِ: تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو گئے؟﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ منافقین کی ایک جماعت کھلم کھلا مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملی۔ ان کے بارے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک فرقہ ان کو قتل کرنے پر اصرار کر رہا تھا اور ایک اُن کے قتل سے انکار کرتا تھا۔ اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (مدارك، النساء، تحت الآية: ۸۸، ص ۲۴۳)

اور فرمایا کہ اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارتداد اور مشرکوں کے ساتھ جا ملنے کی وجہ سے ان کے دلوں کو الٹا دیا ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اسے ہدایت کی راہ دکھا دو! یہ محال ہے کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو تم اس کیلئے ہدایت کا کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔
(روح البیان، النساء، تحت الآیۃ: ۸۸، ۲/۲۵۶)

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو تم سب ایک سے ہو جاؤ تو ان میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک اللہ کی راہ میں گھر بار نہ چھوڑیں پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست ٹھہراؤ نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ پھر تم سب ایک جیسے ہو جاؤ۔ تو تم ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست بناؤ اور نہ ہی مددگار۔

﴿وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ۔﴾ اس سے پہلی آیات میں منافقوں کی اپنی سرکشی کا بیان ہوا اور اس آیت میں ان کے کفر و سرکشی میں حد سے بڑھنے کا بیان ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! جو منافق ایمان چھوڑ کر کفر و ارتداد کی طرف پلٹ گئے وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ پھر تم سب کفر میں ایک جیسے ہو جاؤ اور جب ان کا یہ حال ہے تو تم ان میں سے

کسی کو اس وقت تک اپنا دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کریں اور اس سے اُن کے ایمان کا ثبوت نہ مل جائے کہ ان کا ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رضا کے لئے ہے کسی دنیوی مقصد کے لئے نہیں ہے، پھر اگر وہ ہجرت کرنے سے منہ پھیریں اور کفر پر قائم رہنے کو اختیار کریں تو اے مسلمانو! تم انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور اگر وہ تمہاری دوستی کا دعویٰ کریں اور دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کے لیے تیار ہوں تو ان کی مدد نہ قبول کرو کیونکہ یہ بھی دشمن ہیں۔(روح البیان، النساء، تحت الآیۃ: ۸۹، ۲/۲۵۶، خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۸۹، ۱/۴۱۱، ملتقطاً)

آیت " وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ " سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں

(1)......دوسرے کو کافر کرنے کی کوشش کرنا کفر ہے۔

(2)......کافر، مرتد، بدمذہب کو دوست بنانا اور ان سے دلی محبت رکھنا حرام ہے اگرچہ وہ کلمہ پڑھتا ہو اور اپنے کو مسلمان کہتا ہو جیسے اُس زمانے کے منافق تھے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: کفار اور مشرکین سے اتحاد و وداد حرامِ قطعی ہے قرآنِ عظیم کی نُصوص اُس کی تحریم سے گونج رہے ہیں اور کچھ نہ ہو تو اتنا کافی ہے کہ

مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ — واحد قہار فرماتا ہے کہ تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ بے شک انہیں میں سے ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۲۱/۲۲۹)

(3)......دینی امور میں مشرک سے مدد نہ لی جائے۔ حضرت ابوحُمید ساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''ہم مشرکین سے مدد نہیں لیں گے۔

(مستدرک، کتاب الجہاد، لا نستعین بالمشرکین علی المشرکین، ۲/۴۵۶، الحدیث: ۲۶۱۰)

اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَیْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ وَ اَلْقَوْا

اِلَیْكُمُ السَّلَمَۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَیْهِمْ سَبِیْلًا ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ جو ایسی قوم سے علاقہ رکھتے ہیں کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے یا تمہارے پاس یوں آئے کہ ان کے دلوں میں سکت نہ رہی کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ چاہتا تو ضرور انہیں تم پر قابو دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے کنارہ کریں اور نہ لڑیں اور صلح کا پیام ڈالیں تو اللہ نے تمہیں ان پر کوئی راہ نہ رکھی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر (ان لوگوں کو قتل نہ کرو) جو ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان (امن کا) معاہدہ ہو یا تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے دل تم سے لڑائی کرنے سے تنگ آچکے ہوں یا (تمہارے ساتھ مل کر) اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ اگر چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مسلط کردیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے دور رہیں اور نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو (صلح کی صورت میں) اللہ نے تمہیں ان پر (لڑائی) کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ: مگر جو ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔﴾ گزشتہ آیت میں قتل کا حکم دیا گیا تھا، اب فرمایا جارہا ہے کہ کچھ لوگ اس حکم سے خارج ہیں، وہ یہ ہیں:

(1)......وہ لوگ جن کا ایسی قوم سے تعلق ہو جن سے تمہارا امن کا معاہدہ ہو چکا ہو۔

(2)......وہ لوگ جو تم سے لڑائی نہ کریں۔

(3)......وہ لوگ جو تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑیں۔ ان سب لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا مزید احسان بیان فرمایا کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مُسَلَّط کردیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے اور تم پر غالب بھی آجاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔

﴿فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ: پھر اگر وہ تم سے دور رہیں۔﴾ یہاں فرمایا کہ اگر کفار تم سے دور رہیں اور نہ لڑیں بلکہ صلح کا پیغام بھیجیں تو اس صورت میں تمہیں اجازت نہیں کہ تم ان سے جنگ کرو۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اب اسلامی سلطان کو صلح کرنے، نہ کرنے کا اختیار ہے۔

(جمل، النساء، تحت الآیۃ: ۹۰، ۲/۹۹، خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۹۰، ۱/۴۱۲، ملتقطاً)

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْكُمْ وَ یَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِیْهَاۚ فَاِنْ لَّمْ یَعْتَزِلُوْكُمْ وَ یُلْقُوْۤا اِلَیْكُمُ السَّلَمَ وَ یَكُفُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْؕ وَ اُولٰٓىٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا۠ (۹۱)

ع ۱۲ ۹

ترجمۂ کنزالایمان: اب کچھ اور تم ایسے پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امان میں رہیں جب کبھی ان کی قوم انہیں فساد کی طرف پھیرے تو اس پر اوندھے گرتے ہیں پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح کی گردن نہ ڈالیں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور یہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں صریح اختیار دیا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: عنقریب تم کچھ دوسروں کو پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ وہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں (لیکن) جب کبھی انہیں فتنے کی طرف پھیرا جاتا ہے تو اس میں اوندھے جا پڑتے ہیں۔ پھر اگر وہ تم سے کنارہ کشی نہ کریں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم (سے لڑنے) سے نہ روکیں تو تم انہیں پکڑ لو اور جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے۔

﴿سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ: عنقریب تم کچھ دوسروں کو پاؤ گے۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں اسد و غطفان دو قبیلوں کے لوگ ریاکاری کے طور پر کلمہ پڑھتے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے اور جب ان میں سے کوئی اپنی قوم سے ملتا اور وہ لوگ ان سے کہتے کہ تم کس چیز پر ایمان لائے؟ تو یہ کہتے کہ بندروں بچھوؤں وغیرہ پر (یعنی اسلام کا مذاق اڑاتے)۔ اس انداز سے ان کا مطلب یہ تھا کہ دونوں طرف تعلقات رکھیں اور کسی جانب سے انہیں نقصان نہ پہنچے یہ لوگ منافقین تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۹۱، ۱/۴۱۲)

اور ان کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ تم سے بھی امن چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے بھی لیکن حقیقت میں تمہارے ساتھ نہیں ہیں کیونکہ جب انہیں کسی فتنے مثلاً شرک یا مسلمانوں سے جنگ کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ مسلمانوں کے دشمنوں ہی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ مزید ان کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ جنگ کرنے سے باز آ کر ایک

طرف نہ ہو جائیں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں تو ان کے کفر اور غداری اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے سبب ہم نے تمہیں ان کے قتل کرنے کا کھلا اختیار دیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمانوں کو نہیں پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر ہاتھ بہک کر اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو اس پر ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور خوں بہا کہ مقتول کے لوگوں کو سپرد کی جائے مگر یہ کہ وہ معاف کردیں پھر اگر وہ اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور خود مسلمان ہے، تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خوں بہا سپرد کی جائے اور ایک مسلمان مملوک آزاد کرنا تو جس کا ہاتھ نہ پہنچے وہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے یہ اللہ کے یہاں اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرے مگر یہ کہ غلطی سے ہو جائے اور جو کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کردے تو ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا اور دیت دینا لازم ہے جو مقتول کے گھر والوں کے حوالے کی جائے گی سوائے اس کے کہ وہ معاف کردیں پھر اگر وہ مقتول تمہاری دشمن قوم سے ہو اور وہ مقتول خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا لازم ہے اور اگر وہ مقتول اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو تو اس

کے گھر والوں کے حوالے دیت کی جائے اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے پھر جسے (غلام) نہ ملے تو دو مہینے کے مسلسل روزے (لازم ہیں۔ یہ) اللہ کی بارگاہ میں اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا: اور کسی مسلمان کیلئے دوسرے مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں۔﴾ یہ آیتِ مبارکہ عیاش بن ربیعہ مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کا واقعہ یوں ہے کہ وہ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسلمان ہو گئے اور گھر والوں کے خوف سے مدینہ طیبہ جا کر پناہ گزیں ہو گئے۔ ان کی ماں کو اس سے بہت بے قراری ہوئی اور اس نے حارث اور ابوجہل اپنے دونوں بیٹوں سے جو عیاش کے سوتیلے بھائی تھے یہ کہا کہ خدا کی قسم نہ میں سایہ میں بیٹھوں گی اور نہ کھانا چکھوں گی اور نہ پانی پیوں گی جب تک تم عیاش کو میرے پاس نہ لے کر آؤ۔ وہ دونوں حارث بن زید کو ساتھ لے کر تلاش کے لیے نکلے اور مدینہ طیبہ پہنچ کر عیاش کو پالیا اور ان کو ماں کے جَزع فَزع کرنے، بے قراری اور کھانا پینا چھوڑنے کی خبر سنائی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام پر یہ عہد کیا کہ ہم دین کے متعلق تجھ سے کچھ نہ کہیں گے، بس تم مکہ مکرمہ چلو۔ اس طرح وہ عیاش کو مدینہ سے نکال لائے اور مدینہ سے باہر آ کر اس کو باندھا اور ہر ایک نے سو سو کوڑے مارے پھر ماں کے پاس لائے تو ماں نے کہا میں تیری مشکیں نہ کھولوں گی جب تک تو اپنا دین ترک نہ کرے گا پھر عیاش کو دھوپ میں بندھا ہوا ڈال دیا اور ان مصیبتوں میں مبتلا ہو کر عیاش نے ان کا کہا مان لیا اور اپنا دین ترک کر دیا۔ اس پر حارث بن زید نے عیاش کو ملامت کی اور کہا تو اسلام پر تھا، اگر یہ حق تھا تو تو نے حق کو چھوڑ دیا اور اگر باطل تھا تو تو باطل دین پر رہا۔ یہ بات عیاش کو بڑی ناگوار گزری اور عیاش نے حارث سے کہا کہ میں تجھے اکیلا پاؤں گا تو خدا کی قسم، ضرور تمہیں قتل کر دوں گا اس کے بعد عیاش اسلام لے آئے اور انہوں نے مدینہ طیبہ ہجرت کر لی اور ان کے بعد حارث بھی اسلام لے آئے اور وہ بھی ہجرت کر کے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پہنچ گئے لیکن اس روز عیاش موجود نہ تھے اور نہ انہیں حارث کے اسلام کی اطلاع ہوئی۔ قباء شریف کے قریب عیاش نے حارث کو دیکھ لیا اور قتل کر دیا تو لوگوں نے کہا، اے عیاش! تم نے بہت برا کیا، حارث اسلام لا چکے تھے۔ اس پر عیاش کو بہت افسوس ہوا اور انہوں نے رحمتِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا اور کہا کہ مجھے قتل کے وقت تک ان کے اسلام کی خبر ہی نہ ہوئی اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی اور کفارے کی صورت بیان کی گئی۔ (بغوی، النساء، تحت الآیۃ: ۹۲، ۱/۳۶۸)

﴿ وَمَنْ قَتَلَ: اور جو قتل کرے۔﴾ یہاں آیت میں قتل کی چار صورتوں کا بیان ہے اور پھر تین صورتوں میں کفارے کا بیان ہے۔

پہلی صورت یہ کہ مسلمان کا کسی دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔

دوسری صورت یہ کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے جیسے شکار کو مار رہا ہو مگر گولی مسلمان

کو لگ جائے یا کسی کو حربی کافر سمجھ کر مارا لیکن قتل کے بعد معلوم ہوا کہ مقتول تو مسلمان ہے۔ اس صورت میں قاتل پر ایک غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا لازم ہے اور اس کے ساتھ وہ دِیَت بھی ادا کرے گا جو مقتول کے وارثوں کو دی جائے گی اور وہ اسے میراث کی طرح تقسیم کرلیں۔ دِیت مقتول کے ترکہ کے حکم میں ہے، اس سے مقتول کا قرضہ بھی ادا کیا جائے گا اور وصیت بھی پوری کی جائے گی۔ ہاں اگر مقتول کے وُرثاء دیت معاف کردیں تو وہ معاف ہو جائے گی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ مقتول دشمن قوم سے ہو لیکن وہ مقتول بذاتِ خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا لازم ہے اور دیت وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگی۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول ذِمّی ہو یا مسلمان حکومت کی اجازت سے مسلمان ملک میں آیا ہو جسے مُستامن کہتے ہیں تو اس کو قتل کرنے کی صورت میں اس کے گھر والوں کو دیت دی جائے گی اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے گا البتہ اگر غلام لونڈی نہ ملے جیسے ہمارے زمانے میں غلام لونڈی ہیں ہی نہیں تو پھر دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے جائیں گے۔ یہ یاد رہے کہ قتل خطا کے کفارہ میں کافر غلام آزاد نہ کیا جائے گا۔ باقی کفّارات میں حنفی مذہب میں ہر طرح کا غلام آزاد کرسکتے ہیں جیسے روزے کا یا ظِہار کا کفارہ ہو۔

وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ﴿۹۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَ مَنْ یَّقْتُلْ: اور جو قتل کرے۔﴾ اس سے پہلی آیت میں غلطی سے کسی مسلمان کو قتل کردینے کا حکم بیان کیا گیا اور اس آیت میں جان بوجھ کر کسی مسلمان کو قتل کرنے کی اُخروی وعید بیان کی گئی ہے۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية: ۹۳، ۱۸۲/۴)

مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی مذمت

کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا شدید ترین کبیرہ گناہ ہے اور کثیر احادیث میں اس کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے، ان میں سے 4 احادیث درج ذیل ہیں۔

(1)...... حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ایک کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا ہے۔

(بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللّٰہ تعالٰی: ومن احیاھا، ۳۵۸/۴، الحدیث: ۶۸۷۱)

(2)...... کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا قیامت کے دن بڑے خسارے کا شکار ہوگا۔ حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر زمین وآسمان والے کسی مسلمان کے قتل پر جمع ہوجائیں تو اللّٰہ تعالٰی سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے۔ (معجم صغیر، باب العین، من اسمہ علی، ص ۲۰۵، الجزء الاول)

(3)...... حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ راوی فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: مقتول جہنم میں کیوں جائے گا؟ ارشاد فرمایا: اس لئے کہ وہ اپنے ساتھی کو قتل کرنے پر مُصِر تھا۔

(بخاری، کتاب الایمان، باب وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا... الخ، ۲۳/۱، الحدیث: ۳۱)

(4)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے کسی مومن کے قتل پر ایک حرف جتنی بھی مدد کی تو وہ قیامت کے دن اللّٰہ تعالٰی کی بارگاہ میں اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا ’’یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلماً، ۲۶۲/۳، الحدیث: ۲۶۲۰)

افسوس کہ آج کل قتل کرنا بڑا معمولی کام ہوگیا ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر جان سے مار دینا، غنڈہ گردی، دہشت گردی، ڈکیتی، خاندانی لڑائی، تَعَصُّب والی لڑائیاں عام ہیں۔ مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا جاتا ہے، گروپ اور جتھے اور عسکری وِنگ بنے ہوئے ہیں جن کا کام ہی قتل و غارتگری کرنا ہے۔

مسلمانوں کا باہمی تعلق کیسا ہونا چاہئے؟

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق کیسا ہونا چاہئے، اس بارے میں 5 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)...... حضرت عبد اللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں۔

(بخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون... الخ، ۱۵/۱، الحدیث: ۱۰)

(2)......حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔
(بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحبّ لاخیہ... الخ، ۱/۱٦، الحدیث: ۱۳)

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے حقیر جانے۔ تقویٰ یہاں ہے اور اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ فرمایا۔ انسان کے لیے یہ برائی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ مسلمان پر مسلمان کی ہر چیز حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال، اس کی آبرو۔(مسلم، کتاب البر و الصلۃ و الآداب، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ... الخ، ص۱۳۸٦، الحدیث: ۳۲(۲۵٦٤))

(4)......حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور اچھی باتوں کا حکم نہ دے اور بری باتوں سے منع نہ کرے۔(ترمذی، کتاب البر و الصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ الصبیان، ۳/۳٦۹، الحدیث: ۱۹۲۸)

(5)......حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔
(مسلم، کتاب الایمان، باب بیان قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: سباب المسلم... الخ ، ص۵۲، الحدیث: ۱۱٦(٦٤))

مسلمان کو قتل کرنا کیسا ہے؟

اگر مسلمانوں کے قتل کو حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کیا تو یہ خود کفر ہے اور ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور قتل کو حرام ہی سمجھا لیکن پھر بھی اس کا ارتکاب کیا تب یہ گناہ کبیرہ ہے اور ایسا شخص مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا۔ آیت میں ''خَالِدًا'' کا لفظ ہے اس کا ایک معنیٰ ہمیشہ ہوتا ہے اور دوسرا معنیٰ عرصہ دراز ہوتا ہے یہاں دوسرے معنیٰ میں مذکور ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کرلو اور جو تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں تم جیتی دنیا کا اسباب چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہتیری غنیمتیں ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو تم پر تحقیق کرنا لازم ہے بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ تم دنیوی زندگی کا سامان چاہتے ہو پس اللہ کے پاس بہت سے غنیمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے تو اللہ نے تم پر احسان کیا تو خوب تحقیق کرلو بیشک اللہ تمام اعمال سے خبردار ہے۔

﴿اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا: جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ مِرْدَاس بن نَہِیک جو فدک کے رہنے والے تھے اور اُن کے سوا اُن کی قوم کا کوئی شخص اسلام نہ لایا تھا، اس قوم کو خبر ملی کہ لشکرِ اسلام ان کی طرف آرہا ہے تو قوم کے سب لوگ بھاگ گئے مگر مِرْدَاس ٹھہرے رہے۔ جب انہوں نے دور سے لشکر کو دیکھا تو اس خیال سے کہ کہیں کوئی غیر مسلم جماعت نہ ہو یہ پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں لے کر چڑھ گئے۔ جب لشکر آیا اور انہوں نے اَللّٰہُ اَکْبَر کے نعروں کی آوازیں سنیں تو یہ خود بھی تکبیر پڑھتے ہوئے اتر آئے اور کہنے لگے: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، السّلام علیکم۔ مسلمانوں نے خیال کیا کہ اہلِ فدک تو سب کافر ہیں یہ شخص دھوکہ دینے کے لیے ایمان کا اظہار کررہا ہے۔ اس خیال سے حضرت اُسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے ان کو قتل کردیا اور بکریاں لے آئے۔ جب تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے حضور میں حاضر ہو کر تمام ماجرا عرض کیا تو حضور پرنور صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو نہایت رنج ہوا اور فرمایا تم نے اس کے سامان کے سبب اس کو قتل کردیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے حضرت اسامہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کو حکم دیا کہ مقتول کی بکریاں اس کے اہلِ خانہ کو واپس کردو۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۹۴، ۱/۴۱۷)

یہ روایت الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ بخاری اور دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔ یہاں اسی کے متعلق فرمایا جارہا ہے کہ اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے یا جس میں اسلام کی علامت و نشانی پاؤ تو اس سے ہاتھ روک لو اور جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہوجائے اس پر ہاتھ نہ ڈالو اور اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ ابوداؤد اور ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ نبی رحمت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جب کوئی لشکر روانہ فرماتے تو حکم دیتے کہ اگر تم کوئی مسجد دیکھو یا اذان سنو تو قتل نہ کرنا۔ (ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی دعاء المشرکین، ۳/۶۰، الحدیث: ۲۶۳۵، ترمذی، کتاب السیر، ۲-باب، ۳/۱۹۴، الحدیث: ۱۵۵۴)

﴿ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ : پہلے تم بھی ایسے ہی تھے ۔﴾ مسلمانوں کو سمجھانے کیلئے مزید فرمایا کہ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے یعنی جب تم اسلام میں داخل ہوئے تھے تو تمہاری زبان سے کلمہ شہادت سن کر تمہارے جان و مال محفوظ کر دیئے گئے تھے اور تمہارا اظہارِ ایمان بے اعتبار نہ قرار دیا گیا تھا ایسا ہی اسلام میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تمہیں بھی سلوک کرنا چاہئے اور یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ تمہیں اِسلام پر اِستقامت بخشی اور تمہارا مؤمن ہونا مشہور کیا، لہٰذا خوب تحقیق کرلیا کرو کہ کہیں تمہارے ہاتھوں کوئی ایمان دار قتل نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ جو مسلمان کافروں میں رہتا ہو اور اس کے ایمان کی مسلمانوں کو خبر نہ ہو تو اس کے قتل سے نہ کفارہ واجب ہوگا اور نہ دیت۔ یاد رہے کہ پچھلی آیت میں وہ صورت مذکور ہوئی جہاں مسلمان کا اسلام سب کو معلوم ہو مگر اندھیرے وغیرہ کی وجہ سے پتہ نہ لگے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا جائے اور اس آیت میں وہ صورت بیان ہوئی ہے جس میں مسلمان کا ایمان کسی کو معلوم نہیں۔ لہٰذا ان دونوں آیات میں تعارض نہیں۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ﴿۹۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہِ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عذر والوں کے علاوہ جو مسلمان جہاد سے بیٹھے رہے وہ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں۔ اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اللہ نے درجے کے اعتبار سے فضیلت عطا فرمائی ہے اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔

﴿ لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ : عذروالوں کے علاوہ جو مسلمان جہاد سے بیٹھے رہے وہ برابر نہیں۔﴾ اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے کہ بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں بلکہ مجاہدین کے لیے بڑے درجات وثواب ہیں، اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ بیماری یا بڑھاپے یا ناطاقتی یا نابینائی یا ہاتھ پاؤں کے ناکارہ ہونے اور عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہوں وہ فضیلت سے محروم نہ کئے جائیں گے جبکہ اچھی نیت رکھتے ہوں۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ جب اس آیت کا پہلا حصہ نازل ہوا کہ مجاہدین اور غیر مجاہدین برابر نہیں تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو نابینا صحابی تھے عرض کرنے لگے کہ ''یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نابینا ہوں، جہاد میں کیونکر جاؤں اس پر آیت '' غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ '' نازل ہوئی یعنی معذوروں کو مُستثنیٰ کردیا گیا۔

(بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب قول اللّٰه: لا يستوى القاعدون... الخ، ۲/۲٦۳، الحديث: ۲۸۳۲)

اور بخاری شریف میں ہی حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت) فرمایا: کچھ لوگ مدینہ میں رہ گئے ہیں ہم کسی گھاٹی یا آبادی میں نہیں چلتے مگر وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں، انہیں عذر نے روک لیا ہے۔ (بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب من حبسه العذر عن الغزو، ۲/۲٦۵، الحديث: ۲۸۳۹)

نیت کی عظمت اور جہاد کا ثواب

اس سے معلوم ہوا کہ نیت بہت عظیم عمل ہے کہ حقیقتاً عمل کئے بغیر بھی سچی نیت ہونے کی صورت میں ثواب مل جاتا ہے۔ ہاں یہ ہے جو عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہوسکے اگرچہ وہ نیت کا ثواب پائیں گے لیکن جہاد کرنے والوں کو عمل کی فضیلت اس سے زیادہ حاصل ہے۔ راہِ خدا میں جان و مال خرچ کرنے کی کتنی عظیم فضیلت ہے اس کیلئے ذیل کی 4 احادیث کو ملاحظہ فرمائیں۔

(1)...... حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سے کون سا شخص افضل ہے؟ ارشاد فرمایا ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔

(بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب افضل الناس مؤمن يجاهد بنفسه... الخ، ۲/۲٤۹، الحديث: ۲۷۸٦)

(2)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی گئی: کیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے برابر بھی کوئی عبادت ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم اس کی اِستطاعت نہیں رکھتے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے سوال پھر دہرایا، یا تین بار پوچھا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہر بار فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ تیسری بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا جہاد سے واپسی تک اس شخص کی طرح

ہے جو روزے دار ہو، قیام کرنے والا ہو، اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر عمل کرنے والا ہو، روزے اور نماز سے تھکتا یا اُکتاتا نہ ہو۔

(مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الشهادة فی سبیل اللّٰه تعالی، ص۱۰٤٤، الحدیث: ۱۱۰(۱۸۷۸))

(3)......حضرت خُریم بن فاتک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کیا اس کے لئے سات سوگنا ثواب لکھا جاتا ہے۔

(ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل النفقة فی سبیل اللّٰه، ۲۳۳/۳، الحدیث: ۱٦۳۱)

(4)......حضرت معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا'' بے شک اللہ تعالیٰ کی راہ میں (نکل کر) ذکر کرنے کا ثواب مال خرچ کرنے سے سات لاکھ گُنا زیادہ ہے۔

(مسند امام احمد، مسند المكیین، حدیث معاذ بن انس الجهنی رضی اللّٰه تعالی عنه، ۳۱٤/۵، الحدیث: ۱۵٦٤۷)

۱۳ ع ۱۰

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اُس کی طرف سے درجے اور بخشش اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کی طرف سے بہت سے درجات اور بخشش اور رحمت (ہے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿دَرَجٰتٍ مِّنْهُ: اس کی طرف سے بہت سے درجات۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا اجر بیان فرمایا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کے بہت سے درجات، ان کے گناہوں کی بخشش اور جنت کی نعمتیں ہے اور اللہ تعالیٰ جہاد کرنے والوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ (تفسیر سمرقندی، النساء، تحت الآیة: ۹٦، ۳۸۰/۱)

جنت میں مجاہدین کے درجات اور مجاہدین کی بخشش

احادیث میں مجاہدین کے جنتی درجات کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے، چنانچہ اس سے متعلق 3 احادیث درج ذیل ہیں

(1)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے جنت میں سو درجے مہیا فرمائے، ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہوگا جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔

(بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب درجات المجاهدین فی سبیل اللّٰه... الخ، ۲۵۰/۲، الحدیث: ۲۷۹۰)

(2)......حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے ابو سعید! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، جو شخص اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ حضرت ابو سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ بات اچھی لگی تو عرض کرنے لگے: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اس بات کو دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دوبارہ اسی طرح فرمایا، پھر ارشاد فرمایا ''ایک بات اور بھی ہے، جس کی وجہ سے بندے کے سو درجات بلند ہوتے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ درجہ کس چیز سے ملتا ہے؟ ارشاد فرمایا ''اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے، اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب بیان ما اعدّ اللّٰہ تعالی للمجاھد فی الجنّۃ من الدرجات، ص۱۰۴۵، الحدیث: ۱۱۶(۱۸۸۴))

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے اور اس کا گھر سے نکلنا صرف اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے اور اس کے دین کی تصدیق کی خاطر ہو تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے لئے اس بات کا ضامن ہو جاتا ہے کہ (اگر وہ شہید ہو گیا تو) اس کو جنت میں داخل کرے گا یا اجر اور غنیمت کے ساتھ اس کو اس کے مَسکن میں واپس کر دے گا جہاں سے وہ روانہ ہوا تھا۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجھاد والخروج فی سبیل اللّٰہ، ص۱۰۴۲، الحدیث: ۱۰۴(۱۸۷۶))

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْؕ-قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِؕ-قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَاؕ-فَاُولٰٓىٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ-وَسَآءَتْ مَصِیْرًاۙ(۹۷)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے کہتے ہیں ہم زمین میں کمزور تھے کہتے ہیں کیا اللّٰہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جن کی جان فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں ان سے (فرشتے) کہتے ہیں: تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ تو فرشتے کہتے ہیں: کیا اللّٰہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

﴿ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ: اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے۔﴾ یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے کلمہ اسلام تو زبان سے ادا کیا مگر جس زمانہ میں ہجرت فرض تھی اس وقت ہجرت نہ کی اور جب مشرکین جنگِ بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے گئے تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہوئے اور کفار کے ساتھ ہی مارے بھی گئے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب انّ الذین توفّاھم الملائکۃ... الخ، ۳/۲۰۹، الحدیث: ۴۵۹۶، سنن الکبری للبیہقی، کتاب السیر، باب فرض الھجرۃ، ۹/۲۲، الحدیث: ۱۷۷۴۹)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جن کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ فرض ہجرت ترک کرکے اور کافروں کا ساتھ دے کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، ان کی موت کے وقت فرشتے انہیں جھڑکتے ہوئے کہتے ہیں: تم اپنے دین کے معاملے میں کس حال میں تھے؟ وہ عذر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور لوگ تھے اور (کافروں کی سرزمین میں رہنے کی وجہ سے) دین کے احکام پر عمل کرنے سے عاجز تھے۔ تو فرشتے ان کا عذر رد کرتے اور انہیں ڈانٹتے ہوئے کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم کفر کی سرزمین سے ایسی جگہ ہجرت کر کے چلے جاتے جہاں تم دین کے احکام پر عمل کر سکتے؟ تو جن لوگوں کے برے احوال یہاں بیان ہوئے یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

(جلالین، النساء، تحت الآیۃ: ۹۷، ص ۸۵، روح البیان، النساء، تحت الآیۃ: ۹۷، ۲/۲۶۸-۲۶۹، ملتقطاً)

ہجرت کب واجب ہے

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی شہر میں اپنے دین پر قائم نہ رہ سکتا ہو اور یہ جانے کہ دوسری جگہ جانے سے اپنے فرائض دینی ادا کر سکے گا اس پر ہجرت واجب ہو جاتی ہے۔ اس حکم کو سامنے رکھ کر کافروں کے درمیان رہنے والے بہت سے مسلمانوں کو غور کرنے کی حاجت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ توفیق عطا فرمائے۔ حدیث میں ہے جو شخص اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوا اگرچہ ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو اس کے لیے جنت واجب ہوئی اور اس کو حضرت ابراہیم اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رَفاقت مُیَسَّر ہوگی۔

(تفسیر سمرقندی، العنکبوت، تحت الآیۃ: ۵۶، ۲/۵۴۲)

ہجرت کی اقسام اور ان کے احکام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ہجرت کی اقسام بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک قسم کہ دارُالاسلام سے ہجرت ہو، اس بارے میں فرماتے ہیں:

رہا دارُالاسلام، اس سے ہجرتِ عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی و بے حرمتی، قبورِ مسلمین کی بربادی،

عورتوں بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی اور ہجرتِ خاصہ میں تین صورتیں ہیں،

(1)......اگر کوئی شخص کسی خاص وجہ سے کسی خاص مقام میں اپنے دینی فرائض بجا نہ لا سکے اور دوسری جگہ انہیں بجالانا ممکن ہو تو اگر یہ خاص اسی مکان میں ہے تو اس پر فرض ہے کہ یہ مکان چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا جائے، اور اگر اس محلّہ میں معذور ہو تو دوسرے محلّہ میں چلا جائے اور اس شہر میں مجبور ہو تو دوسرے شہر میں چلا جائے۔

(2)...... یہاں اپنے مذہبی فرائض بجالانے سے عاجز نہیں اور اس کے ضعیف ماں یا باپ یا بیوی یا بچے جن کا نفقہ اس پر فرض ہے وہ نہ جا سکیں گے یا نہ جائیں گے اور اس کے چلے جانے سے وہ بے وسیلہ رہ جائیں گے تو اس کو دارُالاسلام سے ہجرت کرنا حرام ہے،

حدیث میں ہے: کسی آدمی کے گنہگار ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ اسے ضائع کردے جس کا نفقہ اس کے ذمے تھا۔"

یا وہ عالم جس سے بڑھ کر اس شہر میں عالم نہ ہو اسے بھی وہاں سے ہجرت کرنا حرام ہے۔

(3)......نہ فرائض سے عاجز ہے نہ اس کی یہاں حاجت ہے، اسے اختیار ہے کہ یہاں رہے یا چلا جائے، جو اس کی مصلحت سے ہو وہ کرسکتا ہے، یہ تفصیل دارُالاسلام میں ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۱۴/۱۳۱-۱۳۲، ملخصاً)

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓىٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ جو دبا لیے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے نہ راستہ جانیں تو قریب ہے کہ اللہ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر وہ مجبور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ تو کوئی تدبیر کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں۔ تو عنقریب اللہ ان لوگوں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے۔

﴿اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ: مگر وہ مجبور مرد اور عورتیں اور بچے۔﴾ اس آیت اور اس کے

بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مجبور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ ہجرت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں، نہ ان کے پاس اخراجات ہوں اور نہ ہی وہ ہجرت گاہ کا راستہ جانتے ہوں تو ایسے عاجز اور مجبور لوگ ہجرت نہ کرنے پر قابلِ گرفت نہیں، عنقریب اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے۔
(جلالین، النساء، تحت الآیۃ: ۹۸، ص ۸۵، روح البیان، النساء، تحت الآیۃ: ۹۷، ۲/۲۶۹، ملتقطاً)

وَ مَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّ سَعَةًؕ وَ مَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۰۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے تو وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوا نکلا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔

﴿وَ مَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے۔﴾ شانِ نزول: اس سے پہلی آیت جب نازل ہوئی تو حضرت جُندَع بن ضَمرہ اللَّیثی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے اِسے سنا، یہ بہت بوڑھے شخص تھے، کہنے لگے کہ میں مُستَثنیٰ لوگوں میں تو ہوں نہیں کیونکہ میرے پاس اتنا مال ہے کہ جس سے میں مدینہ طیبہ ہجرت کر کے پہنچ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم، اب میں مکہ مکرمہ میں ایک رات نہ ٹھہروں گا، مجھے لے چلو چنانچہ ان کو چارپائی پر لے کر چلے لیکن مکہ مکرمہ کے بالکل قریب ہی مقامِ تنعیم میں آکر ان کا انتقال ہو گیا۔ آخری وقت انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور کہا، یارب! عَزَّوَجَلَّ، یہ تیرا ہے اور یہ تیرے رسول کا ہے، میں اُس چیز پر بیعت کرتا ہوں جس پر تیرے رسول نے بیعت لی۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ، یہ خبر پا کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُم نے فرمایا، کاش وہ مدینہ پہنچتے تو ان کا اجر کتنا بڑا ہوتا اور مشرک ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ جس مطلب کے لئے نکلے تھے وہ نہ ملا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (بغوی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۱/۳۷۵)

اوران کی عظمت وشان کو بہترین انداز میں بیان فرمایا کہ جوراہِ خدا میں ہجرت کرے پھر اسے منزل تک پہنچنے سے پہلے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کریم کے وعدے اور اس کے فضل وکرم سے اس کے ذمۂ کرم پر ہے، یوں نہیں کہ اس پر بطورِ معاوضہ واجب ہے کیونکہ اس طور پر کوئی چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ پر واجب نہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان اس سے بلند ہے۔

نیکی کا ارادہ کرکے نیکی کرنے سے عاجز ہو جانے والا اس نیکی کا ثواب پائے گا

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو پورا کرنے سے عاجز ہو جائے وہ اس نیکی کا ثواب پائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا اور نیکی نہیں کی تو اس کی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور نیکی کر لی تو اس کے لئے دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور جس نے گناہ کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا اور اگر وہ گناہ کرلے تو ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب اذا ھمّ العبد بحسنۃ کتبت... الخ، ص۷۹، الحدیث: ۲۰۶(۱۳۰))

کن کاموں کے لئے وطن چھوڑنا ہجرت میں داخل ہے

صدرُ الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے فرمان کا خلاصہ ہے کہ طلبِ علم، جہاد، حج وزیارتِ مدینہ، نیکی کے کام، زہد وقناعت اور رزقِ حلال کی طلب کے لیے ترکِ وطن کرنا خدا اور رسول کی طرف ہجرت ہے اس راہ میں مرجانے والا اجر پائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جسے علم حاصل کرتے ہوئے موت آگئی وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان صرف درجۂ نُبُوَّت کا فرق ہوگا۔

(معجم الاوسط، باب الیاء، من اسمہ یعقوب، ۶/۴۷۵، الحدیث: ۹۴۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو حج کے لئے نکلا اور مر گیا، قیامت تک اس کے لئے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو عمرہ کے لئے نکلا اور مر گیا، اس کے لئے قیامت تک عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا۔ (مسند ابو یعلی، مسند ابی ھریرۃ، ۵/۴۴۱، الحدیث: ۶۳۲۷)

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا

مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

﴿ وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ: اور جب تم زمین میں سفر کرو۔﴾ اس آیت میں نماز کو قصر کرنے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے یعنی سفر کی حالت میں ظہر، عصر اور عشاء میں چار فرضوں کی بجائے دو پڑھیں گے۔

نمازِ قصر کے بارے میں 4 مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے نمازِ قصر سے متعلق 4 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں

(1)......اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں چار رکعت والی نماز کو پورا پڑھنا جائز نہیں ہے۔

(2)......کافروں کا خوف قصر کے لیے شرط نہیں، چنانچہ حضرت یعلیٰ بن امیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا کہ ہم تو امن میں ہیں (پھر ہم کیوں قصر کرتے ہیں؟) آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، اس کا مجھے بھی تعجب ہوا تھا تو میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا۔ اس پر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے صدقہ ہے تم اس کا صدقہ قبول کرو۔

(مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب صلاة المسافرین وقصرها، ص۳۴۷، الحدیث: ٤(٦٨٦))

آیت کے نازل ہونے کے وقت چونکہ سفر اندیشہ سے خالی نہ ہوتے تھے اس لیے آیت میں اس کا ذکر ہوا ہے ورنہ خوف اور اندیشہ کا ہونا کوئی شرط نہیں ہے، نیز صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کا بھی یہی عمل تھا کہ امن کے سفروں میں بھی قصر فرماتے جیسا کہ اوپر کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور اس کے علاوہ اور احادیث سے بھی یہ ثابت ہے۔

(3)......جس سفر میں قصر کیا جاتا ہے اس کی کم سے کم مدت تین رات دن کی مسافت ہے جو اونٹ یا پیدل کی مُتَوَسِّط

رفتار سے طے کی جاتی ہو اور اس کی مقداریں خشکی اور دریا اور پہاڑوں میں مختلف ہوجاتی ہیں۔ ہمارے زمینی، میدانی سفر کے اعتبار سے فی زمانہ اس کی مسافت بانوے کلومیٹر بنتی ہے۔

(4)......قصر صرف فرضوں میں ہے، سنتوں میں نہیں اور سفر میں سنتیں پڑھنی چاہئیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضر کی نماز اور سفر کی نماز کو فرض فرمایا تو ہم حضر میں فرض نماز سے پہلے بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور بعد میں بھی اور سفر میں فرض نماز سے پہلے بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور بعد میں بھی۔ (ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنّۃ فیہا، باب التطوع فی السفر، ۱/۵۶۱، الحدیث: ۱۰۷۲)

نمازِ قصر کے بارے میں مزید مسائل جاننے کے بہارِ شریعت حصہ 4 سے "نماز مسافر کا بیان" مطالعہ فرمائیں

وَ اِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ قف فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىٕكُمْ ص وَ لْتَاْتِ طَآىٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ ج وَدَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْكُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً ط وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ج وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا (۱۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہوجائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہئے کہ اپنی پناہ اور

اپنے ہتھیار لیے رہیں کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں مینھ کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی پناہ لیے رہو بیشک اللہ نے کافروں کے لئے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں اور (انہیں بھی) چاہئے کہ اپنی حفاظت کا سامان اور اپنے ہتھیار لیے رہیں۔ کافر چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو ایک ہی دفعہ تم پر حملہ کردیں اور اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو تو تم پر کوئی مضائقہ نہیں کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی حفاظت کا سامان لئے رہو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿ وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ :اور جب تم ان میں ہو۔﴾ اس آیت میں نمازِ خوف کی جماعت کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ غزوۂ ذاتُ الرِّقاع میں جب رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مشرکین نے دیکھا کہ آپ نے تمام صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے ساتھ نمازِ ظہر باجماعت ادا فرمائی تو انہیں افسوس ہوا کہ انہوں نے اس وقت میں کیوں نہ حملہ کیا اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا ہی اچھا موقع تھا۔ ان میں بعضوں نے کہا کہ اس کے بعد ایک اور نماز ہے جو مسلمانوں کو اپنے ماں باپ سے زیادہ پیاری ہے یعنی نمازِ عصر، لہٰذا جب مسلمان اس نماز کے لیے کھڑے ہوں تو پوری قوت سے حملہ کر کے انہیں قتل کردو۔ اس وقت حضرت جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام نازل ہوئے اور انہوں نے حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا: یارسولَ اللہ! یہ نمازِ خوف ہے یعنی اب یوں نماز پڑھیں۔
(خازن، النساء، تحت الآية: ١٠٢، ١/٤٢٣)

آیت میں بیان کیا گیا نمازِ خوف کا طریقہ

اس آیت میں نمازِ خوف کا طریقہ یہ بیان کیا گیا کہ حاضرین کو دو جماعتوں میں تقسیم کردیا جائے، ان میں سے ایک آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ رہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ انہیں نماز پڑھائیں اور ایک جماعت دشمن کے مقابلہ میں کھڑی رہے۔ پہلی جماعت ایک رکعت پڑھ کر اور مغرب میں دو رکعتیں پڑھ کر دشمن کے مقابل چلی جائے اور دوسری جماعت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے آجائے پھر بعد میں وہ اپنی ایک ایک بقیہ رکعت

پڑھ لیں اور جن کی دو باقی ہیں وہ دو پڑھ لیں اور دونوں جماعتیں ہر وقت اسلحہ ساتھ رکھیں یعنی نماز میں بھی مُسَلَّح رہیں۔ معلوم ہوا کہ نماز کی جماعت ایسی اَہم ہے کہ ایسی سخت جنگ کی حالت میں بھی جماعت کا طریقہ سکھایا گیا۔ افسوس ان پر جو بلاوجہ جماعت چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ اس میں ستائیس گنا زیادہ ثواب ہے۔

﴿ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا : اور کافر چاہتے ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ تمہیں حفاظت کا سامان اور ہتھیار ساتھ رکھنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ ایک ہی دفعہ تم پر حملہ کر دیں اور اگر ہتھیار تمہارے پاس ہوں گے تو دشمن تم پر اچانک حملہ کرنے کی جرأت نہ کرے گا۔ آیت کے اس حصے کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غزوۂ ذاتُ الرِّقاع سے جب فارغ ہوئے اور دشمن کے بہت آدمیوں کو گرفتار کیا اور اموالِ غنیمت ہاتھ آئے اور کوئی دشمن مقابلے میں باقی نہ رہا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قضائے حاجت کے لیے جنگل میں تنہا تشریف لے گئے، دشمن کی جماعت میں سے غورث بن حارث یہ خبر پا کر تلوار لیے ہوئے چھپ چھپ کر پہاڑ سے اترا اور اچانک تاجدارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس پہنچا اور تلوار کھینچ کر کہنے لگا یا محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''اللّٰہ تعالیٰ۔ اور ساتھ ہی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا فرمائی۔ جب اُس نے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر تلوار چلانے کا ارادہ کیا تو اوندھے منہ گر پڑا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہ تلوار لے کر فرمایا کہ تجھے مجھ سے کوئی بچائے گا؟ کہنے لگا، میرا بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ رحمتِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' پڑھ تو تیری تلوار تجھے دے دوں گا، اس نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ میں کبھی آپ سے نہ لڑوں گا اور زندگی بھر آپ کے کسی دشمن کی مدد نہ کروں گا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کی تلوار اس کو دے دی کہنے لگا، یا محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) آپ مجھ سے بہت بہتر ہیں؟ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا، ہاں! ہمارے لائق یہی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ہتھیار اور بچاؤ کا سامان ساتھ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

(ابو سعود، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ۱/۵۷۹)

﴿ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى : اگر تمہیں کوئی تکلیف ہو۔﴾ حکم تھا کہ اپنی حفاظت کا سامان ہر وقت ساتھ رکھو لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ زخمی تھے اور اس وقت ہتھیار رکھنا ان کے لیے بہت تکلیف دہ تھا، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حالتِ عذر میں ہتھیار کھول رکھنے کی اجازت دی گئی۔ (قرطبی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ۳/۲۵۶، الجزء الخامس)

فَاِذَا قَضَیۡتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِكُمۡ ۚ فَاِذَا اطۡمَاۡنَنۡتُمۡ فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ﴿۱۰۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسبِ دستور نماز قائم کرو بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: پھر جب تم نماز پڑھ لو تو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے اللہ کو یاد کرو پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو حسبِ معمول نماز قائم کرو بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت میں فرض ہے۔

﴿فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ: تو اللہ کو یاد کرو۔﴾ یعنی ذکرِ الٰہی کی ہر حال میں ہمیشگی کرو اور کسی حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے غافل نہ رہو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر فرض کی ایک حد مُعَیَّن فرمائی سوائے ذکر کے کہ اس کی کوئی حد نہ رکھی بلکہ فرمایا کہ ذکر کرو کھڑے بیٹھے کروٹوں پر لیٹے، رات میں ہو یا دن میں، خشکی میں ہو یا تری میں، سفر میں اور حضر میں، غناء میں اور فقر میں، تندرستی اور بیماری میں پوشیدہ اور ظاہر۔

(تفسیر طبری، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۴/۲۶۰)

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق 2 شرعی مسائل

یہاں آیت کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق 2 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں

(1)......اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازوں کے بعد جو کلمہ توحید کا ذکر کیا جاتا ہے وہ جائز ہے جیسا کہ مشائخ کی عادت ہے اور بخاری و مسلم کی احادیثِ صحیحہ سے بھی یہ ذکر ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر فرض نماز کے بعد یوں کہا کرتے تھے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ، وَلَا مُعْطِیَ لِمَا

مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ‘‘یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اے اللہ! جو تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولت مند کو تیرے مقابلے پر دولت نفع نہیں دے گی۔

(بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۱/۲۹۴، الحدیث: ۸۴۴)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ہر نماز میں سلام پھیرنے کے بعد یہ فرماتے تھے ’’لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ‘‘اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے کہا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر نماز کے بعد یہ کلمات بلند آواز سے فرماتے تھے۔

(مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ و بیان صفتہ، ص۲۹۹، الحدیث: ۱۳۹(۵۹۴))

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ’’بلند آواز سے ذکر کرنا جبکہ لوگ فرض نماز سے فارغ ہو جاتے یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عہد مبارک میں رائج تھا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’جب میں اس (بلند آواز سے ذکر کرنے) کو سنتا تو اسی سے لوگوں کے (نماز سے) فارغ ہونے کو جان لیتا تھا۔

(بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۱/۲۹۳، الحدیث: ۸۴۱، مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، ص۲۹۹، الحدیث: ۱۲۲(۵۸۳))

البتہ یہ یاد رہے کہ ذکر کرتے وقت اتنی آواز سے ذکر کیا جائے کہ کسی نمازی یا سونے والے کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔

(2)......ذکر میں تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، ثناء، دعا سب داخل ہیں۔

﴿ **كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا: مقررہ وقت پر فرض ہے۔** ﴾ نماز کے اوقات مقرر ہیں لہٰذا لازم ہے کہ ان اوقات کی رعایت کی جائے۔

سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا شرعی حکم

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں دو نمازیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ احادیث میں بھی سفر کے دوران دو نمازوں کو جمع کرنے کی نفی کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی کوئی نماز اس کے غیر وقت میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں کہ ایک ان میں سے

نمازِ مغرب ہے جسے مُزدلفہ میں عشاء کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پہلے تاریکی میں پڑھی تھی۔

(مسلم، کتاب الحج، باب استحباب زيادة التغليس بصلاة الصبح... الخ، ص ٦٧١، الحديث: ٢٩٢(١٢٨٩))

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک بار کے سوا کبھی کسی سفر میں مغرب وعشاء ملا کر نہ پڑھی۔

(ابو داؤد، كتاب صلاة المسافر، باب الجمع بين الصلاتين، ٩/٢، الحديث: ١٢٠٩)

یاد رہے کہ جس سفر میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھا وہ حِجَّۃُ الْوَداع کا سفر تھا اور نویں ذی الحجہ کو مزدلفہ میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھا تھا اور دیگر جن احادیث میں دو نمازیں جمع کرنے کا ذکر ہے وہاں جمع صُوری مراد ہے یعنی پہلی نماز آخری وقت میں اور دوسری نماز اول وقت میں ادا کی گئی جیسا کہ درج ذیل دو روایات سے واضح ہے، چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دیکھا کہ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو پہنچنے کی جلدی ہوتی تو (آخری وقت سے کچھ دیر پہلے) مغرب کی اقامت کہہ کر نماز پڑھ لیتے، سلام پھیر کر کچھ دیر ٹھہرتے پھر عشاء کی اقامت ہوتی اور نماز عشاء کی دو رکعتیں پڑھتے۔

(بخاری، كتاب تقصير الصلاة، باب يصلي المغرب ثلاثاً في السفر، ٣٧٤/١، الحديث: ١٠٩٢)

حضرت نافع اور حضرت عبداللہ بن واقد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے مؤذن نے نماز کے لئے کہا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''چلتے رہو، یہاں تک کہ جب شَفَق ڈوبنے کے قریب ہوئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اتر کر نمازِ مغرب پڑھی، پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی، اس وقت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نمازِ عشاء پڑھی، پھر فرمایا ''حضور سیّدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جب (کسی کام کی وجہ سے) جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا۔

(ابو داؤد، كتاب صلاة المسافر، باب الجمع بين الصلاتين، ١٠/٢، الحديث: ١٢١٢)

نوٹ: اس مسئلے سے متعلق تفصیلی اور تحقیقی معلومات حاصل کرنے لئے فتاوی رضویہ کی پانچویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب ''حَاجِزُ الْبَحْرَیْنِ الْوَاقِیْ عَنْ جَمْعِ الصَّلَاتَیْن'' (دو نمازیں ایک وقت میں پڑھنے کی ممانعت پر رسالہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ لَا تَهِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِؕ-اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ یَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَۚ-وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا یَرْجُوْنَؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا۠ (۱۰۴)

ع ۱۵ / ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: اورکافروں کی تلاش میں سستی نہ کرو اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے جیسا تمہیں پہنچتا ہے اور تم اللّٰہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے اور اللّٰہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور کافروں کی تلاش میں سستی نہ کرو۔ اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو جیسے تمہیں دکھ پہنچتا ہے ویسے ہی انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے حالانکہ تم اللّٰہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔ اور اللّٰہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

﴿وَ لَا تَهِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ: اور کافروں کی تلاش میں سستی نہ کرو۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ اُحُد کی جنگ سے جب ابوسفیان اور ان کے ساتھی واپس ہوئے تو سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جو صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم اُحد میں حاضر ہوئے تھے انہیں مشرکین کے تعاقب میں جانے کا حکم دیا، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم زخمی تھے، انہوں نے اپنے زخموں کی شکایت کی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۱/۴۲۶)

اور فرمایا گیا کہ اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو انہیں بھی پہنچی ہے نیز تمہیں تو تکلیفیں اٹھانے پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ثواب کی امید ہے جبکہ کافروں کو ایسی کوئی امید نہیں تو تم پیچھا کرنے میں سستی نہ کرو۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُؕ-وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآىٕنِیْنَ خَصِیْمًاۙ (۱۰۵) وَّ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاۚ (۱۰۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللّٰہ دکھائے اور دغا والوں کی طرف سے نہ جھگڑو۔ اور اللّٰہ سے معافی چاہو بیشک اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری تاکہ تم لوگوں میں اس (حق) کے ساتھ فیصلہ کرو جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے اور تم خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا نہ کرنا۔ اور اللہ کی بارگاہ میں استغفار کریں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ: اے حبیب! بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص طُعْمَہ بن اُبیرِق نے اپنے ہمسایہ قتادہ بن نعمان کی زرہ چرا کر آٹے کی بوری میں ایک یہودی کے ہاں چھپادی جب زرہ کی تلاش ہوئی اور طعمہ پر شُبہ کیا گیا تو وہ انکار کر گیا اور قسم کھا گیا۔ بوری پھٹی ہوئی تھی اور آٹا اس میں سے گرتا جاتا تھا، اس کے نشان سے لوگ یہودی کے مکان تک پہنچے اور بوری وہاں پائی گئی، یہودی نے کہا کہ طعمہ اس کے پاس رکھ گیا ہے اور یہودیوں کی ایک جماعت نے اس کی گواہی دی اور طعمہ کی قوم بنی ظفر نے یہ عزم کرلیا کہ یہودی کو چور قرار دیں گے اور اس پر قسم کھالیں گے تاکہ ہماری قوم رسوا نہ ہو اور ان کی خواہش تھی کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ طعمہ کو بری کردیں اور یہودی کو سزا دیں۔ اسی لیے انہوں نے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے طعمہ کے حق میں اور یہودی کے خلاف جھوٹی گواہی دی۔ تب یہ آیتِ کریمہ اتری۔
(بیضاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰۵، ۲/۲۴۸)

حکام فیصلہ کرنے میں کوتاہی نہ کریں

اس آیت میں بظاہر خطاب حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ہے لیکن درحقیقت قیامت تک کے حکام کو سنانا مقصود ہے کہ فیصلہ کرنے میں کوتاہی نہ کیا کریں اور صحیح ملزم کو بغیر رُو رعایت سزا پوری دیا کریں۔ طعمہ بظاہر مومن تھا اور یہودی کافر تھا مگر فیصلہ اس موقعہ پر یہودی کے حق میں ہوا۔

تَعَصُّب کا رد

اسی آیت سے تعصب کا رد بھی ہوتا ہے کہ اسلام میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں کہ آدمی اپنی قوم یا خاندان کی ہر معاملے میں تائید کرے اگرچہ وہ باطل پر ہوں بلکہ حق کی اِتباع کرنا ضروری ہے۔ اس میں رنگ و نسل، قوم و علاقہ، ملک وصوبہ، زبان وثقافت کے ہر قسم کے تعصب کا رد ہے۔ کثیر احادیث میں بھی تعصب کا شدید رد کیا گیا ہے، چنانچہ ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت فُسیلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہا فرماتی ہیں: میرے والد نے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا اپنی قوم سے محبت رکھنا بھی تعصب ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، نے ارشاد فرمایا ''نہیں، بلکہ اپنی قوم کی ظلم میں مدد کرنا تعصب ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العصبیۃ، ۴/۳۲۷، الحدیث: ۳۹۴۹)

(2)......حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو بلاوجہ جنگ کرے یا تعصب کی جانب بلائے یا تعصب کی وجہ سے غصہ کرے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العصبیۃ، ۴/۳۲۶، الحدیث: ۳۹۴۸)

(3)......حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن اللہ تعالٰی کے نزدیک بدترین شخص وہ ہوگا جس نے کسی کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کرلی۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب اذا التقی المسلمان بسیفھما، ۴/۳۳۹، الحدیث: ۳۹۶۶)

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًاۚۙ(۱۰۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کی طرف سے نہ جھگڑو جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں بیشک اللہ نہیں چاہتا کسی بڑے دغاباز گنہگار کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑنا جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں۔ بیشک اللہ پسند نہیں کرتا اُسے جو بہت خیانت کرنے والا، بڑا گناہگار ہو۔

﴿وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ: اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑنا۔﴾ گزشتہ آیت میں اور اِس آیت میں فرمایا کہ خیانت کرنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑو۔

خیانت کرنے والوں کا ساتھ دینے کی مذمت

اس سے وکالت کا پیشہ کرنے والوں کو غور کرنا چاہیے کہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ وکیل کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا موکل مجرم

وخائن ہے لیکن وہ مال بٹورنے کے چکر میں مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بنا دیتا ہے اور ظالم کی طرف داری کرتا ہے، اس کی طرف سے دلائل پیش کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، دوسرے فریق کا حق مارتا ہے اور نہ جانے کن کن حرام کاموں کا مُرتکِب ہوتا ہے۔ کورٹ کچہری سے تعلق رکھنے والے حضرات ان باتوں کو بخوبی جانتے ہیں۔ ان حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کو بغور پڑھیں، نیز اللہ تعالیٰ کے ان فَرامین پر غور کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ (بقرہ:۴۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق نہ چھپاؤ۔

اور ارشاد فرمایا:

وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ (بقرہ:۱۸۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو۔

اور ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ (ال عمران:۱۶۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو خیانت کرے تو وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی ہوگی پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ان ارشادات پر غور کریں اور اپنے برے افعال سے توبہ کریں، چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو خیانت کرنے والے کی پردہ پوشی کرے تو وہ بھی اس ہی کی طرح ہے۔

(ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب النهي عن الستر على من غلّ، ۹۳/۳، الحديث: ۲۷۱۶)

حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''وہ شخص ملعون ہے جو اپنے مسلمان بھائی کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ دھوکہ کرے۔

(تاريخ بغداد، ۲۶۲-محمد بن احمد بن محمد بن جابر... الخ، ۳۶۰/۱)

یہ بھی یاد رہے کہ جھوٹی وکالت کی اجرت حرام ہے۔

يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: آدمیوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے اور اللہ ان کے پاس ہے جب دل میں وہ بات تجویزتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ لوگوں سے شرماتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ اللہ اُس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

﴿يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ: وہ لوگوں سے شرماتے ہیں۔﴾ یعنی طعمہ اور اس کی قوم کے افراد لوگوں سے حیا کرنے کی بنا پر اور ان کی طرف سے نقصان پہنچنے کے ڈر سے اُن سے تو شرماتے اور چھپتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے اور اس کے عذاب سے ڈرا جائے کیونکہ وہ ان کے احوال کو جانتا ہے اور اس سے ان کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں حتی کہ وہ ان کے اس عمل سے بھی واقف ہے جب وہ اپنے دل میں ایسی بات تجویز کرتے ہیں اور رات میں ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں جیسے بے گناہ پر الزام لگانا، جھوٹی قسم کھانا اور جھوٹی گواہی دینا، اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام ظاہری و باطنی تمام اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ان کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں۔ (جلالین، النساء، تحت الآية: ۹۷، ص۸۶، روح البیان، النساء، تحت الآية: ۱۰۸، ۲/۲۷۹-۲۸۰، ملتقطاً)

تقویٰ وطہارت کی بنیاد

یہ آیتِ مبارکہ تقویٰ وطہارت کی بنیاد ہے۔ اگر انسان یہ خیال رکھے کہ میرا کوئی حال اللہ عَزَّوَجَلَّ سے چھپا ہوا نہیں تو گناہ کرنے کی ہمت نہ کرے۔ قرآنِ پاک میں جگہ جگہ اسی چیز کے ذریعے لوگوں کو گناہوں سے رکنے کا حکم دیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ دیکھ رہا ہے۔ اس جملے کا اگر کوئی شخص مراقبہ کرلے اور اسے اپنے دل و دماغ میں بٹھالے تو گناہوں کا علاج نہایت آسان ہوجائے گا۔ حضرت سہل بن عبداللہ تُستری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں تین سال کی عمر کا تھا کہ

رات کے وقت اٹھ کر اپنے ماموں حضرت محمد بن سوار رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو نماز پڑھتے دیکھتا۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تو اس اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا جس نے تجھے پیدا کیا ہے؟ میں نے پوچھا: میں اسے کس طرح یاد کروں؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: جب لیٹنے لگو تو تین بار زبان کو حرکت دیئے بغیر محض دل میں یہ کلمات کہو:

"اَللّٰهُ مَعِیَ، اَللّٰهُ نَاظِرٌ اِلَیَّ، اَللّٰهُ شَاهِدٌ"

اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے ساتھ ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے۔

(حضرت سہل رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں) میں نے چند راتیں یہ کلمات پڑھے اور پھر ان کو بتایا، انہوں نے فرمایا: ہر رات سات مرتبہ یہ کلمات پڑھو، میں نے ایسا ہی کیا اور پھر انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا: ہر رات گیارہ مرتبہ یہ کلمات پڑھو۔ میں نے اسی طرح پڑھا تو مجھے اپنے دل میں اس کی لذّت معلوم ہوئی۔ جب ایک سال گزر گیا تو میرے ماموں نے کہا: میں نے جو کچھ تمہیں سکھایا ہے اسے یاد رکھو اور قبر میں جانے تک ہمیشہ پڑھنا، یہ تمہیں دنیا و آخرت میں نفع دے گا۔ میں نے کئی سال تک ایسا کیا تو میں نے اپنے اندر اس کا مزہ پایا، پھر ایک دن میرے ماموں نے فرمایا: اے سہل! اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ ہو، اسے دیکھتا ہو اور اس کا گواہ ہو، کیا وہ اس کی نافرمانی کرتا ہے؟ تم اپنے آپ کو گناہوں سے بچا کر رکھو۔ (احیاء العلوم، کتاب ریاضۃ النفس وتہذیب الاخلاق... الخ، بیان الطریق فی ریاضۃ الصبیان... الخ، ۹۱/۳)

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۱۰۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: سنتے ہو یہ جو تم ہو دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے جھگڑے تو ان کی طرف سے کون جھگڑے گا اللہ سے قیامت کے دن یا کون ان کا وکیل ہوگا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: (اے لوگو!) سن لو، یہ تم ہی ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے تو قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ سے کون جھگڑے گا یا کون ان کا کارساز ہوگا؟

﴿ هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلۡتُمۡ عَنۡهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا : سن لو، یہ تم ہی ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے۔﴾ یہاں عام لوگوں سے اور بطورِ خاص طعمہ کی قوم سے خطاب فرمایا گیا ہے کہ اے لوگو! سن لو، تم جو آج دنیا کی زندگی میں ان خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑتے ہو تو جب قیامت کے دن خیانت کرنے والا مجرم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش ہوگا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے عذاب کا فیصلہ فرمادے گا تو اس وقت کون ان کی طرف سے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جھگڑے گا یا کون ان کا وکیل و کارساز ہوگا؟ یعنی جیسے دنیا میں تم فیصلہ کرنے والے کو دھوکہ دیدیتے ہو اس طرح دھوکہ دینے کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں جھگڑنا ناممکن ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

شفاعت کا ثبوت

یاد رہے کہ اس آیت میں شفاعت کا انکار نہیں کیونکہ محبوبوں کی شفاعت اور چھوٹے بچوں کا اپنے ماں باپ کی بخشش کے لئے رب تعالیٰ سے ناز کے طور پر جھگڑنا آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ — ترجمۂ کنزالعرفان: کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں شفاعت کرسکے۔ (سورۂ بقرہ: ۲۵۵)

اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن جب کچے بچے کے ماں باپ کو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل کرے گا تو وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے جھگڑے گا۔ فرمایا جائے گا ''اَیُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهٗ'' اے کچے بچے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا، تب وہ انہیں اپنے ناف سے کھینچے گا حتّٰی کہ انہیں جنت میں داخل کردے گا۔

(ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ما جاء فیمن اصیب بسقط، ۲۷۳/۲، الحدیث: ۱۶۰۸)

مگر یہ جھگڑا رب کریم کی بارگاہ میں ناز کا ہوگا نہ کہ مقابلے کا۔

وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ یَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ثُمَّ یَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنۡ یَّکۡسِبۡ اِثۡمًا فَاِنَّمَا یَکۡسِبُهٗ عَلٰی نَفۡسِهٖ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنۡ یَّکۡسِبۡ خَطِیۡٓئَةً اَوۡ اِثۡمًا ثُمَّ یَرۡمِ بِهٖ بَرِیۡٓـًٔا

فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا اور جو گناہ کمائے تو اس کی کمائی اسی کی جان پر پڑے اور اللہ علم و حکمت والا ہے اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔ اور جو گناہ کمائے تو وہ اپنی جان پر ہی گناہ کمار ہا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور جو کوئی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرے پھر کسی بے گناہ پر اس کا الزام لگا دے تو یقیناً اس نے بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔

﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا : اور جو برا عمل کرے۔**﴾** اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں تین چیزیں بیان فرمائی گئیں۔ پہلی یہ کہ جو شخص کوئی برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے معافی کا طلبگار رہو اور سچی توبہ کرے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو غفور و رحیم پائے گا۔ سُبْحَانَ اللہ۔ دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ جو گناہ کرے گا وہی اس گناہ کا وبال اٹھائے گا، یہ نہ ہوگا کہ گناہ کوئی کرے اور اس کا وبال کسی دوسرے کی گردن پر رکھ دیا جائے۔

گناہ جاریہ کا سبب بننے والے کو گناہ کرنے والے کے گناہ سے بھی حصہ ملے گا

یہاں یہ بات یاد رہے کہ جو کسی گناہ جاریہ کا سبب بنا تو اسے گناہ کرنے والوں کے گناہ سے بھی حصہ ملے گا جیسے کسی نے سینما کھولا یا شراب خانہ کھولا یا بے حیائی کا اڈا کھولا یا اپنی دکان وغیرہ پر فلمیں چلائیں جہاں لوگ بیٹھ کر دیکھیں یا کسی کو غلط راہ پر لگا دیا یا کسی کو شراب، جوا یا نشے کا عادی بنا دیا تو اس صورت میں گناہ کا کام کرنے والے اور اُسے اِس راہ پر لگانے والے دونوں کو گناہ ہوگا۔ احادیث میں یہ مضمون بکثرت ملتا ہے، چنانچہ ان میں سے 4 اَحادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ہر وہ جان جسے ظُلماً قتل کیا جائے تو اُس کے خون کا گناہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پہلے بیٹے پر ہوگا کیونکہ اس نے قتل کا طریقہ نکالا۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم صلوات اللّٰہ علیہ و ذرّیتہ، ۲/۴۱۳، الحدیث: ۳۳۳۵)

(2)...... حضرت جریر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا پھر اس کے بعد اُس پر عمل کیا گیا تو عمل کرنے والے کے ثواب کی مثل ثواب اِس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور اُن عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد اُس پر عمل کیا گیا تو عمل کرنے والے کے گناہ کی مثل گناہ اُس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور اِن عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔

(مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنّة حسنة او سيئة... الخ، ص١٤٣٧، الحديث: ١٥(٢٦٧٣))

(3)...... حضرت ابو مسعود انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی بھلائی کے کام پر رہنمائی کی تو اس کے لئے وہ کام کرنے والے کی طرح ثواب ہے۔

(مسلم، كتاب الامارة، باب فضل اعانة الغازی فی سبيل الله.. الخ، ص١٠٥٠، الحديث: ١٣٣(١٨٩٣))

(4)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو ہدایت کی طرف بلائے تو اسے ویسا ثواب ملے گا جیسا اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا اور ان پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اسے ویسا گناہ ملے گا جیسا اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا اور ان پیروی کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنّة حسنة او سيئة... الخ، ص١٤٣٨، الحديث: ١٦(٢٦٧٤))

﴿وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا :اور جو کوئی غلطی یا گناہ کا اِرتکاب کرے۔﴾ اس آیت میں تیسری بات ارشاد فرمائی گئی کہ جس نے کسی بے گناہ پر الزام لگایا تو اس نے بہتان اور بہت بڑے گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ آیت میں گناہ سے مراد گناہِ کبیرہ اور خطا سے مراد گناہِ صغیرہ ہے۔

بے گناہ پر تہمت لگانے کی مذمت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے گناہ کو تہمت لگانا سخت جرم ہے وہ بے گناہ خواہ مسلمان ہو یا کافر کیونکہ طعمہ نے یہودی کافر کو بہتان لگایا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی۔ احادیث میں بھی بے گناہ پر تہمت لگانے کی وعیدیں بیان کی گئی ہیں، چنانچہ

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس

نے کسی کی کوئی ایسی بات ذکر کی جو اس میں نہیں تا کہ اس کے ذریعے اس کو عیب زدہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں قید کر دے گا یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات ثابت کرے۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طویل عرصے تک عذاب میں مبتلا رہے گا)
(معجم الاوسط، من اسمه مقدام، ۶/۳۲۷، الحدیث: ۸۹۳۶)

حضرت عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس مرد یا عورت نے اپنی لونڈی کو ’’اے زانیہ‘‘ کہا جبکہ اس کے زنا سے آگاہ نہ ہو تو قیامت کے دن وہ لونڈی انہیں کوڑے لگائے گی، کیونکہ دنیا میں ان کے لئے کوئی حد نہیں۔ (مستدرك، كتاب الحدود، ذكر حد القذف، ۵/۵۲۸، الحديث: ۸۱۷۱)

اسلام کا اعلیٰ اخلاقی اصول

اس آیت سے ایک تو کسی پر بہتان لگانے کا حرام ہونا واضح ہوا اور دوسرا اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کا علم ہوا کہ اسلام میں انسانی حقوق کا کس قدر پاس اور لحاظ ہے، حتّٰی کہ کافر تک کے حقوق اسلام میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ واقعہ اور آیاتِ مبارکہ کفار کے سامنے پیش کرنے کی ہیں کہ دیکھو اسلام کی تعلیمات کتنی حسین اور عمدہ ہیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب اگر اللہ کا فضل ورحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں کے کچھ لوگ یہ چاہتے کہ تمہیں دھوکا دے دیں اور وہ اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں اور تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اے حبیب! اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں ایک گروہ نے آپ

کو (صحیح فیصلہ کرنے سے) ہٹانے کا ارادہ کیا تھا حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو گمراہ کر رہے تھے اور آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

﴿لَهَمَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ :ان میں سے ایک گروہ نے ارادہ کیا تھا۔﴾ یہاں سابقہ واقعہ کے اعتبار ہی سے کلام چل رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر بڑا فضل فرمایا اور رحمت کی کہ تمہیں نبی معصوم بنایا اور رازوں پر مطلع فرمایا۔ اگر پروردگارِ عالم نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معصوم نہ بنایا ہوتا اور آپ پر تمام علوم ظاہر نہ کردیئے ہوئے تو یہ آپ کو بہکا دیتے۔ یہاں بہکانے سے مراد دھوکہ دے کر غلط فیصلہ کروالینا ہے۔ وہ لوگ جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یہ تو اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہیں کیوں کہ اس کا وبال انہیں پر ہے، یہ حضورانور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دھوکا نہیں دے سکتے کیونکہ اُن کی حفاظت ان کا ربّ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ لوگ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ہمیشہ کے لئے معصوم بنایا ہے۔

﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ :اور تمہیں وہ سب کچھ سکھا دیا جو تم نہ جانتے تھے۔﴾ یہ آیتِ مبارکہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظیم مدح پر مشتمل ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو دین کے اُمور، شریعت کے احکام اور غیب کے وہ علوم عطا فرمادیئے جو آپ نہ جانتے تھے۔

نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علمِ غیب سے متعلق چند ضروری باتیں

یہاں حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علمِ غیب سے متعلق چند ضروری باتیں ذہن نشین رکھیں کہ مسلمانوں کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہے۔ یہ باتیں پیشِ نظر رہیں تو اِنْ شَآءَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ کوئی گمراہ بہکا نہ سکے گا، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں:

(1)...... بے شک غیرِ خدا کے لیے ایک ذرہ کا علمِ ذاتی نہیں اس قدر (یعنی اتنی بات) خود ضروریاتِ دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

(2)...... بے شک غیرِ خدا کا علم اللہ تعالیٰ کی معلومات کو حاوی نہیں ہوسکتا، برابر تو درکنار۔ تمام اَوّلین و آخرین، اَنبیاء

ومُرسلین، ملائکہ ومُقَرَّبین سب کے علوم مل کر علومِ الٰہیّہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصے کو ہے کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں مُتَناہی ہیں (یعنی ان کی ایک انتہا ہے)، اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے علوم وہ غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں (یعنی ان کی کوئی انتہا ہی نہیں)۔ اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش وفرش، مشرق ومغرب، روزِ اول تا روزِ آخر جملہ کائنات کو محیط ہو جائیں پھر بھی متناہی ہیں کہ عرش وفرش دو حدیں ہیں۔ روزِ اول وروزِ آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔

(3)......بالفعل غیر متناہی کا علمِ تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علومِ خَلق کو علمِ الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی محالِ قطعی ہے نہ کہ مَعَاذَ اللہ تَوَہُّمِ مساوات۔

(4)......اس پر اجماع ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دیئے سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کثیر ووافر غیبوں کا علم ہے یہ بھی ضروریاتِ دین سے ہے جو اِس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

(5)......اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضلِ جلیل میں **محمدٌ رَّسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا حصہ تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وتمام جہان سے اَتَم واعظم ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے حبیبِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے۔ **(فتاوی رضویہ، ۲۹/۴۵۰-۴۵۱ ملخصاً)**

یاد رہے کہ یہاں "**مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ**" میں وہ سب کچھ داخل ہے جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نہیں جانتے۔ معتبر تفاسیر میں اس کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ درج ذیل پانچ تفاسیر میں اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

(1)......تفسیر البحر المحیط، النساء، تحت الآیة: ۱۱۳، ۳/۳۶۲ (2)......تفسیر طبری، النساء، تحت الآیة: ۱۱۳، ۴/۲۷۵، (3)......نظم الدرر، النساء، تحت الآیة: ۱۱۳، ۲/۳۱۷، (4)......زاد المسیر فی علم التفسیر، النساء، تحت الآیة: ۱۱۳، ص۳۲۴، (5)......روح المعانی، النساء، تحت الآیة: ۱۱۳، ۳/۱۸۷

﴿وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا: اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔﴾ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کو جو علم عطا فرمایا اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل:۸۵) **ترجمۂ کنزُالعِرفان:** اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

اسی طرح پوری دنیا کے بارے میں ارشاد فرمایا:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ (النساء:۷۷) **ترجمۂ کنزالعرفان:** اے حبیب! تم فرما دو کہ دنیا کا ساز و سامان تھوڑا سا ہے۔

تو جس کے سامنے پوری دنیا کا علم اور خود ساری دنیا قلیل ہے وہ جس کے علم کو عظیم فرما دے اس کی عظمتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۱۱۳، ۴/۲۱۷)

لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِؕ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا(۱۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اُن کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی مگر ان لوگوں (کے مشوروں) میں جو صدقے کا یا نیکی کا یا لوگوں میں باہم صلح کرانے کا مشورہ کریں اور جو اللہ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لئے یہ کام کرتا ہے تو اسے عنقریب ہم بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

﴿لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں۔﴾ یہاں عام لوگوں کے حوالے سے بیان فرمایا گیا کہ ان کے زیادہ تر کلام اور مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی کیونکہ عوامی کلام زیادہ تر فضولیات پر مشتمل ہوتا ہے اور ان کے مشورے بے فائدہ مغز ماری پر مبنی ہوتے ہیں جن کا نتیجہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ان کی بجائے وہ لوگ جو آپس میں اچھے کاموں کیلئے کلام یا مشورہ کرتے ہیں جیسے صدقہ دینے کا حکم دیتے ہیں یا لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے ہیں یا نیکی کی دعوت عام کرنے کیلئے مشورے کرتے ہیں یا لوگوں میں صلح کروانے کیلئے مل بیٹھتے ہیں تو ایسے لوگوں کے مشوروں میں خیر اور بھلائی ہے۔

آیت ”لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ“ کے چند پہلو

اس آیتِ مبارکہ میں اُس گروہ کے لئے نصیحت ہے، جن کے مشورے فضولیات پر مشتمل ہوتے ہیں یا جو مَعَاذَ اللہ

گناہ کو پروان چڑھانے کیلئے مشورے کرتے ہیں جیسے سینما بنانے، بے حیائی کے سینٹر بنانے، فلمی صَنعت کی ترقی کیلئے مشورے کرتے ہیں یہ مشورے صرف خیر سے خالی نہیں بلکہ شَر سے بھر پور ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ ان کے مقابلے میں آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کیلئے بشارت ہے جونیکی کے کام کیلئے مشورے کرتے ہیں، ملک کے مسائل حل کرنے کیلئے، قوم کی پریشانیاں دور کرنے کیلئے، عوام کے معاملات سلجھانے کیلئے، لڑنے والوں کے درمیان صلح کرنے والے کیلئے، میاں بیوی اور دیگر رشتے داروں کے جھگڑے ختم کروانے کیلئے، دوستوں میں ناراضگی ختم کر کے جائز دوستی کروانے کیلئے مشورے کرنے والے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ یونہی بطورِ خاص اِس آیت میں جن حضرات کا تذکرہ ہے وہ ہے نیکی کی دعوت کیلئے مشورے کرنے والے۔ ایسے تمام لوگوں کے مشورے خیر اور بھلائی سے بھر پور ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ نیکی کی دعوت عام ہو، مسلمانوں کا بچہ بچہ نمازی بنے، لوگ سنتوں کے پابند ہوں، ان میں خوفِ خدا اور عشقِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پیدا ہو، بے حیائی کا خاتمہ ہو، لڑائی جھگڑے ختم ہو جائیں، مسلمان باعمل بن جائیں، لوگوں کے گھر امن کا گہوارہ بن جائیں، گھروں میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر ہو، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیاروں کا ذکر ہو۔ الغرض جو لوگ ان کاموں کیلئے مشورے کرتے ہیں وہ سب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے ہیں۔ آیتِ مبارکہ کے چند پہلوؤں کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے ورنہ حقیقت میں یہ آیت نجی معاملات سے لے کر صوبائی، قومی، ملکی اور بین الاقوامی معاملات سب کو شامل ہے۔

﴿ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ :اور جو اللّٰہ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لئے یہ کام کرتا ہے۔﴾ اچھے مشوروں پر اجر و ثواب ملتا ہے لیکن اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرما دیا کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ کام اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کیلئے کئے جائیں تب اجرِ عظیم ہے ورنہ اگر ریا کاری کیلئے، اپنی واہ واہ کروانے کیلئے، خود کو بڑا لیڈر، یا مُصلح کہلوانے کیلئے، لوگوں میں عزت و شہرت و دولت حاصل کرنے کیلئے، نیک نامی کیلئے، بڑا عالم یا مُبلِّغ یا مُتَحَرِّک کہلوانے کیلئے یہ عمل کئے تو سراسر تباہی اور خسارہ ہے۔

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ یَتَّبِـعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جو اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت بالکل واضح ہو چکی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

﴿وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ: اور جو رسول کی مخالفت کرے۔﴾ اس آیت میں دو چیزوں سے منع کیا گیا ہے جو حقیقت میں ایک ہیں۔ پہلی چیز کہ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت جائز نہیں اور دوسری بات کہ مسلمانوں کے راستے سے ہٹ کر چلنا جائز نہیں کیونکہ مسلمانوں کا راستہ اطاعتِ رسول کا راستہ ہے تو اس سے ہٹنا اطاعتِ رسول سے ہٹنا ہوگا۔

مسلمانوں کا اجماع حجت اور دلیل ہے

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کا اجماع واتفاق حجت ودلیل ہے اور اس کی مخالفت جائز نہیں جیسا کہ کتاب وسنت کی مخالفت جائز نہیں۔ (مدارك، النساء، تحت الآية: ۱۱۵، ص۲۵۳)

نیز اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جماعت پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ہاتھ ہے (نسائي، كتاب تحريم الدم، قتل من فارق الجماعة... الخ، ص٦٥٦، الحديث: ٤٠٢٧)

ایک اور حدیث میں ہے کہ سوادِ اعظم یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو جو اس گروہ سے جدا ہوا وہ جہنم میں گرا۔ (مستدرك، كتاب العلم، من شذّ شذّ في النار، ۳۱۷/۱، الحديث: ۴۰۳)

اس سے واضح ہے کہ حق مذہب اہلِ سنت وجماعت ہے کیونکہ یہی مسلمانوں کی اکثریت کا ہے اور یہی بڑی جماعت ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ: اللہ شرک کو نہیں بخشے گا۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کا قول ہے کہ یہ آیت ایک بوڑھے اَعرابی کے حق میں نازل ہوئی جس نے سیدُ الانبیاء صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا نبیَّ اللہ! میں بوڑھا ہوں، گناہوں میں غرق ہوں، اس کے سوا کہ جب سے میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پہچانا اور اس پر ایمان لایا ہوں اس وقت سے کبھی میں نے اس کے ساتھ شرک نہیں کیا اور اس کے سوا کسی اور کو کارسازِ حقیقی نہیں بنایا اور جرأت و دلیری کے ساتھ گناہوں میں مبتلا نہ ہوا اور ایک پل بھی میں نے یہ گمان نہ کیا کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بھاگ سکتا ہوں، میں شرمندہ ہوں، تائب ہوں، مغفرت چاہتا ہوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہاں میرا کیا حال ہوگا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۱۶، ۱/۴۳۰)

آیت " اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ " سے معلوم ہونے والے مسائل

(1)...... یہ آیت اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ شرک نہیں بخشا جائے گا جبکہ مشرک اپنے شرک پر مرے اور یہی حکم کفر کا ہے بلکہ علماء نے یہاں شرک سے مراد کفر لیا ہے۔ ہاں کافر و مشرک زندگی میں توبہ کرے تو اس کی توبہ یقیناً مقبول ہے۔

(2)...... آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہِ کبیرہ، حقوقُ اللہ اور حقوقُ العِباد تمام گناہ قابلِ مغفرت ہیں اگرچہ حقوقُ العِباد کی مغفرت کا طریقہ یہ ہوگا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ حقُّ العبد صاحبِ حق سے معاف کرا دے گا۔

(3)...... یہ بھی معلوم ہوا کہ کفر و شرک کے علاوہ گناہوں کی بخشش یقینی نہیں بلکہ امید ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ جسے چاہے بخشے۔ اب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسے چاہے گا یہ معلوم نہیں لہٰذا یہ آیت گناہ پر دلیر نہیں کرتی بلکہ گناہ سے روکتی ہے۔

اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًاۚ وَ اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًاۙ (۱۱۷)

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ شرک کرنے والے اللہ کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند عورتوں کی اور یہ عبادت نہیں کرتے مگر سرکش شیطان کی۔

﴿اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا: یہ شرک کرنے والے اللہ کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند عورتوں کی۔﴾ مشرکین کے بارے میں فرمایا کہ یہ کچھ عورتوں کو پوجتے ہیں یعنی مُؤنَّث بتوں کو پوجتے ہیں جیسے لات، عُزّٰی، مَنات وغیرہ یہ سب مؤنث نام ہیں۔ (بغوی، النساء، تحت الآیة: ۱۱۷، ۱/۳۸۴)

یونہی عرب کے ہر قبیلے کا ایک بت ہوتا تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور اس کو اس قبیلہ کی اُنثیٰ یعنی عورت کہتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مشرکینِ عرب اپنے باطل معبودوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اس لئے آیت میں فرمایا کہ مشرک عورتوں کو پوجتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ مشرکین بتوں کو زیور وغیرہ پہنا کر عورتوں کی طرح سجاتے تھے۔ اس لئے انہیں عورتیں فرمایا گیا ہے۔ (ابو سعود، النساء، تحت الآیة: ۱۱۷، ۱/۵۸۵)

ان مشرکین کے متعلق فرمایا کہ یہ حقیقت میں شیطان مردود کو پوجتے ہیں کیونکہ اسی کے بہکانے سے ہی یہ بت پرستی کرتے ہیں۔

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا قسم ہے میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرایا ہوا حصہ لوں گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس نے کہا: میں ضرور تیرے بندوں سے مقررہ حصہ لوں گا۔

﴿لَعَنَهُ اللّٰهُ: جس پر اللہ نے لعنت کی۔﴾ یہاں شیطان مراد ہے، اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لعنت کی اور اس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے مقررہ حصہ ضرور لوں گا یعنی انہیں اپنا اطاعت گزار بناؤں گا۔

وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِؕ-وَ مَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًاؕ(۱۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: قسم ہے میں ضرور انھیں بہکادوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللّٰہ کی پیدا کی ہوئی چیز بدل دیں گے اور جو اللّٰہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح ٹوٹے میں پڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور انہیں امیدیں دلاؤں گا تو یہ ضرور جانوروں کے کان چیریں گے اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو یہ اللّٰہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور جو اللّٰہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے تو وہ کھلے نقصان میں جا پڑا۔

﴿ وَ لَاُضِلَّنَّهُمْ: اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا۔﴾ یہ شیطان کا کہنا تھا کہ میں ضرور لوگوں کو طرح طرح کی چیزوں کی، کبھی لمبی عمر کی، کبھی لذّاتِ دنیا کی، کبھی باطل خواہشات اور کبھی اور قسم کی امیدیں دلاؤں گا اور وہ ان امیدوں کی دنیا میں پھرتے رہیں گے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے غافل رہیں گے۔

لمبی امید رکھنے کی مذمت

شیطان مردود کا بڑا مقصد لوگوں کو بہکانا اور عملی اعتبار سے ایسا کر دینا ہے کہ نجات و مغفرت کا کوئی راستہ باقی نہ رہے، اس کے لئے وہ مختلف طریقے اپناتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ لمبے عرصے تک زندہ رہنے کی سوچ انسان کے دل، دماغ میں بٹھا کر موت سے غافل رکھتا ہے، حتّٰی کہ اسی آس امید پر جیتے جیتے اچانک وہ وقت آجاتا ہے کہ موت اپنے دردناک شکنجے میں کس لیتی ہے پھر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت، ناچار اپنے کئے اعمال کے انجام سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ فی زمانہ لوگوں کی اکثریت موت کو بھول کر دنیا کی لمبی امیدوں میں کھوئی ہوئی ہے۔ امام غزالی

رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’لمبی زندگی کی امید دل میں باندھ لینا جہالت اور نادانی کی وجہ سے ہوتا ہے یا پھر دنیا کی محبت کی وجہ سے۔ جہالت اور نادانی تو یہ ہے کہ آدمی اپنی جوانی پر بھروسہ کر بیٹھے اور بڑھاپے سے پہلے مرنے کا خیال ہی دل سے نکال دے، اسی طرح آدمی کی ایک نادانی یہ ہے کہ تندرستی کی حالت میں ناگہانی موت کو ناممکن سمجھے۔ لہٰذا ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ ان باتوں میں غور کرے ’’کیا لاکھوں بچے جوانی کی دہلیز پر پہنچنے سے پہلے ہی راہیِ عدم نہ ہوئے؟ کیا ہزاروں انسان چڑھتی جوانی میں موت سے ہم آغوش نہ ہوئے؟ کیا سینکڑوں نوجوان بھری جوانی میں لقمۂ اَجل نہ بنے؟ کیا دسیوں نوجوان بیماریوں کا شکار نہ ہوئے؟ ان باتوں میں غور وفکر کے ساتھ ایک اور بات دل میں بٹھالے کہ موت اس کے اختیار میں نہیں کہ جب یہ چاہے گا تو اسی وقت آئے گی، اس طرح جوانی یا کسی اور چیز پر بھروسہ کرنا خود ہی ایک نادانی نظر آئے گی۔ لمبی زندگی کی امید کی دوسری وجہ دنیا کی محبت ہے، انسان اپنے دل کو تسلی دیتا رہتا ہے کہ ابھی تو زمانہ پڑا ہے، ابھی کس نے مرنا ہے میں پہلے یہ مکان بنالوں، فلاں کاروبار شروع کرلوں، اچھی گاڑی خریدلوں، سہولیات سے اپنی زندگی بھرلوں جب بڑھاپا آئے گا تو اللہ اللہ کرنے لگ جائیں گے اس طرح ہر کام سے دس کام نکلتا چلا جاتا ہے حتّٰی کے ایک دن پیغامِ اجل آپہنچتا ہے اب پچھتانے کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں بچتا۔ اس میں مبتلا شخص کو چاہئے کہ دنیا کی بے ثباتی اور اس کی حقیقت کے بارے میں معلومات حاصل کرے کیونکہ جس پر دنیا کی حقیقت آشکار ہوجائے کہ دنیا کی لذت چندروزہ ہے اور موت کے ہاتھوں اسے ایک دن ختم ہونا ہی ہے وہ اسے عزیز نہیں رکھ سکتا۔

(کیمیائے سعادت، رکن چھارم: منجیات، اصل دھم، اسباب طول امل، ۲/۹۹۵-۹۹۶، ملخصاً)

دِلا غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے　　　باغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے

﴿وَلَاٰمُرَنَّهُمْ: اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا۔﴾ یہ شیطان کا قول ہے کہ اس نے کہا میں لوگوں کو حکم دوں گا کہ وہ بتوں کے نام پر جانوروں کے کان چیریں یا اس طرح کی دوسری حرکتیں کریں۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا کہ اونٹنی جب پانچ مرتبہ بچہ جن دیتی تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور اس سے نفع اٹھانا اپنے اوپر حرام کرلیتے اور اس کا دودھ بتوں کے لئے وقف کردیتے اور اس کو بَحِیرہ کہتے تھے۔ شیطان نے اُن کے دِل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ ایسا کرنا عبادت ہے۔

اللہ تعالٰی کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلیاں کرنے کا شرعی حکم

شیطان نے ایک بات یہ کہی کہ وہ لوگوں کو حکم دے گا تو وہ اللہ تعالٰی کی پیدا کی ہوئی چیزیں ضرور بدلیں گے۔

یاد رہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلیاں حرام ہیں۔ احادیث میں اس کی کافی تفصیل موجود ہے۔ ان میں سے 4 احادیث درج ذیل ہیں

(1)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورت کا لباس پہنے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مرد کا لباس پہنے۔

(ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، ۸۳/۴، الحدیث: ۴۰۹۸)

(2)...... حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے زنانہ مَردوں اور مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا: ''انہیں اپنے گھروں سے باہر نکال دو۔

(بخاری، کتاب اللباس، باب اخراج المتشبّھین بالنساء من البیوت، ۷۴/۴، الحدیث: ۵۸۸۶)

(3)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''عورتوں سے مُشابہت اختیار کرنے والے مرد اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتیں صبح شام اللہ تعالٰی کی ناراضی اور اس کے غضب میں ہوتے ہیں۔ (شعب الایمان، السابع و الثلاثون من شعب الایمان... الخ، ۳۵۶/۴، الحدیث: ۵۳۸۵)

(4)...... حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں'' تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے بالوں میں دوسرے کے بال لگانے والی اور لگوانے والی اور بدن گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی۔

(مسلم، کتاب اللباس و الزینة، باب تحریم فعل الواصلة و المستوصلة... الخ، ص ۱۱۷۵، الحدیث: ۱۱۹(۲۱۲۴))

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۖ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۖ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انہیں وعدے نہیں دیتا مگر فریب

کے اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کچھ دیر جاتی ہے کہ ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کا سچا وعدہ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انہیں صرف فریب کے وعدے دیتا ہے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور یہ اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو عنقریب ہم انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے؟

﴿ یَعِدُهُمْ: شیطان انہیں وعدے دیتا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کا طریقۂ واردات بیان فرمایا کہ یہ لوگوں کو طرح طرح کی اُمیدیں دلاتا اور وسوسے ڈالتا ہے تاکہ انسان گمراہی میں پڑے جیسے مشرکوں کو ان کا شرک اچھا کرکے دکھاتا ہے، منافقوں کو ان کی منافقت پسند کرواتا ہے، گناہ کے کام کرنے والوں مثلاً فلمیں بنانے، گانے بجانے والوں کو ان کے کام کلچر، تہذیب، آزادی اور روشن خیالی جیسے ناموں سے مرغوب کرکے دکھاتا ہے، یونہی ریاکاری، شادی بیاہ کی غلط رسومات اور فضول خرچی کے کام لوگوں سے مقام و مرتبہ اور اسٹیٹس وغیرہ کے نام پر کرواتا ہے لیکن حقیقتِ حال یہ ہے کہ شیطان انہیں دھوکہ دیتا ہے کیونکہ وہ جس چیز کے نفع اور فائدہ کی توقُّع دلاتا ہے درحقیقت اس میں سخت ضَرَر اور نقصان ہوتا ہے۔

﴿ اُولٰٓىٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ: ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔﴾ یعنی جو لوگ شیطان کو اپنا دوست بناتے اور اس کی باتوں پر عمل کرتے ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ لوگ جہنم سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے بلکہ یہ جہنم میں ضرور داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۲۱، ۱/۴۳۲)

﴿ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اور جو ایمان لائے۔﴾ کفار کے بارے میں وعید بیان کرنے کے بعد یہاں ایمان والوں کے لئے جنت کے وعدہ کا بیان فرمایا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو عنقریب ہم انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے پانی، دودھ، شراب اور شہد کی نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کی بات سچی نہیں۔

(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۲۲، ۱/۴۳۲-۴۳۳، روح البیان، النساء، تحت الآیۃ: ۱۲۲، ۲/۲۹۰، ملتقطاً)

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کام نہ کچھ تمہارے خیالوں پر ہے اور نہ کتاب والوں کی ہوس پر، جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا نہ مددگار اور جو کچھ بھلے کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور انہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نہ تمہاری جھوٹی امیدوں کی کوئی حیثیت ہے اور نہ ہی اہلِ کتاب کی جھوٹی امیدوں کی۔ جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔ اور جو کوئی مرد ہو یا عورت اچھے عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر تل کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ: جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔﴾ یہاں لوگوں سے فرمایا گیا کہ نجات کا دارومدار نہ تو تمہاری جھوٹی امیدیں ہیں کہ اے مشرکو! تم نے سوچ رکھا ہے کہ بت تمہیں نفع پہنچائیں گے اور نہ ہی نجات اہلِ کتاب کی جھوٹی امیدوں پر ہے جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، ہمیں آگ چند روز سے زیادہ نہ جلائے گی یہود و نصاریٰ کا یہ خیال بھی مشرکین کی طرح باطل ہے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قانون یہ ہے کہ جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا خواہ مشرکین میں سے ہو یا یہود و نصاریٰ میں سے اور کافر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا اور نہ مددگار، البتہ جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی باعمل مسلمان لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور یہ اپنے عمل کی جس جزا کے مستحق ہیں اس میں سے تل کے برابر بھی کم کر کے ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

وَ مَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ﴿۱۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا منہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی والا ہے اور ابراہیم کے دین پر چلا جو ہر باطل سے جدا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اُس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو اور وہ ابراہیم کے دین کا پیروکار ہو جو ہر باطل سے جدا تھے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنالیا۔

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ: اور اُس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا ﴾ کفار ومشرکین کے مذاہب کا باطل ہونا بیان کرنے کیلئے ایمان والوں کا بیان کیا گیا اور اب ایمان والوں کے امام و پیشوا اور قائد ورہنما حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بیان کیا جارہا ہے کہ اچھا دین تو تابعِ فرمان مسلمان کا ہے جو اطاعت و اخلاص اختیار کرے اور دینِ ابراہیمی کی پیروی کرے جو کہ دینِ اسلام کے مُوافق ہے۔ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت وملت سیدُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی ملت میں داخل ہے اور دینِ محمدی کی خصوصیات اس کے علاوہ ہیں۔ دینِ محمدی کی اتباع کرنے سے شریعتِ ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی پیروی بھی ہوجاتی ہے۔ چونکہ عرب اور یہود ونصاریٰ سب حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے نسبت پر فخر کرتے تھے اور آپ کی شریعت ان سب کو مقبول تھی اور شریعتِ محمدی اس پر حاوی ہے تو ان سب کو دینِ محمدی میں داخل ہونا اور اس کو قبول کرنا لازم ہے۔

﴿ خَلِیْلًا: گہرا دوست۔ ﴾ خُلَّت کے معنی ہیں غیر سے مُنْقطع ہوجانا، یہ اس گہری دوستی کو کہا جاتا ہے جس میں دوست کے غیر سے اِنْقِطاع ہوجائے۔ ایک معنیٰ یہ ہے کہ خلیل اس مُحِب کو کہتے ہیں جس کی محبت کاملہ ہو اور اس میں کسی قسم کا خَلَل اور نقصان نہ ہو۔ یہ معنیٰ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں پائے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے خلیل وحبیب

یہ یاد رہے کہ تمام انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جو کمالات ہیں وہ سب کے سب سیدُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حاصل ہیں۔ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خلیل بھی ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا خلیل بنایا اسی طرح مجھے بھی اپنا خلیل بنایا ہے۔

(مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النهی عن بناء المساجد علی القبور... الخ، ص ۲۷۰، الحدیث: ۲۳(۵۳۲))

اوراس سے بڑھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب بھی ہیں جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے، حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حبیب ہوں اور یہ فخراً نہیں کہتا۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱-تابع باب، ۵/۳۵۴، الحدیث: ۳۶۳۶)

خلیل اور حبیب کا فرق

بزرگانِ دین نے خلیل وحبیب کے فرق کو یوں بیان فرمایا ہے۔

(1)...... حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قیامت کے دن رسوائی سے بچنے کی دعا مانگی۔ (سورۃ الشعراء:۸۷)

جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اوران کے صدقے ان کے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو قیامت کی رسوائی سے بچانے کا مژدہ سنایا۔ (سورۃ التحریم:۸)

(2)...... حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے رب تعالیٰ سے ملاقات کی تمنا کی۔ (سورۃ الصافات:۹۹)

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خود بلا کر شرف ملاقات سے سرفراز فرمایا۔

(سورۂ بنی اسرائیل:۱)

(3)...... حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہدایت کی آرزو فرمائی۔ (سورۃ الصافات:۹۹)

اور حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔ (سورۃ الفتح:۲)

(4)...... حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس فرشتے معزز مہمان بن کر آئے۔ (سورۃ الذاریات:۲٤)

اور حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کیلئے رب تعالیٰ نے فرمایا: فرشتے ان کے لشکری وسپاہی بنے۔

(سورۃالتوبہ:۱۰، ال عمران:۱۲۵، التحریم: ٤)

(5)...... حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی امت کی مغفرت کی دعا مانگی۔ (سورۂ ابراھیم:٤۱)

اور حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خود اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ''اپنی امت کی مغفرت مانگو۔ (سورۂ محمد:۱۹)

(6)...... حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بعد والوں میں اپنا ذکرِ جمیل باقی رہنے کی دعا کی۔ (الشعراء:۸٤)

اور حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خود ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا

ذکر بلند کردیا۔ (الم نشرح:٤)

(7)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہوں نے قومِ لُوط سے عذاب دور کئے جانے میں بہت کوشش کی۔ (ھود: ٧٤، ٧٦۔عنکبوت:٣٢)

اور حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے ربِّ غَفّار عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اللہ ان کافروں پر بھی عذاب نہ کرے گا جب تک اے رحمتِ عالَم تو ان میں تشریف فرما ہے۔ (انفال:٣٣)

(8)......حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے اللہ! میری دعا قبول فرما۔ (ابراھیم: ٤٠)

اور حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے ماننے والوں سے اللہ ربُّ الْعٰلَمِیْن عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ (المؤمن: ٦٠)

(فتاوی رضویہ، ۳۰/ ۱۷۸-۱۸۲، ملخصاً)

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا ﴿۱۲۶﴾

ع ۱۸ ۱۱ ۱۵

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔

﴿ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا :اور اللہ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر شے کو محیط ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم اور قدرت ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور کسی شے کے جتنے پہلو ہو سکتے ہیں وہ تمام کے تمام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ہیں کوئی اس سے خارج نہیں۔ یہاں علمی اِفادے کے طور پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی ایک عبارت پیشِ خدمت ہے، فرماتے ہیں ''علم وقدرتِ الٰہی ہر شے کو محیط ہونے کے بھی یہ معنی نہیں کہ اس کے علم و قدرت ہر جگہ مُتَمَکِّن ہیں کہ جگہ یا طرف میں ہونا جسم و جسمانیّت کی شان ہے اور وہ اور اس کے صفات ان سے مُتَعالی، بلکہ اِحاطۂ علم کے معنی یہ ہیں کہ ہر شے واجب یا ممکن یا مُمتَنِع معدوم یا موجود حادث یا قدیم اسے معلوم ہے۔ احاطۂ قدرت کے معنی یہ ہیں کہ ہر ممکن پر اسے قدرت ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۱۴/ ۶۲۰)

وَ یَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِیْهِنَّ ۙ وَ مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ فِی

الْكِتٰبِ فِیْ یَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰى بِالْقِسْطِؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِیْمًا ﴿۱۲۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں ان کا فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو تم پر قرآن میں پڑھا جاتا ہے ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں کہ تم انہیں نہیں دیتے جو ان کا مقرر ہے اور انہیں نکاح میں بھی لانے سے منہ پھیرتے ہو اور کمزور بچوں کے بارے میں اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھلائی کرو تو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ مانگتے ہیں: تم فرماؤ کہ اللہ اور جو کتاب تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی ہے وہ تمہیں ان (عورتوں) کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں (کہ ان کے حقوق ادا کرو) اور (وہ تمہیں فتوی دیتا ہے) ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں جنہیں تم ان کا مقرر کیا ہوا (میراث کا) حصہ نہیں دیتے اور ان سے نکاح کرنے سے بے رغبتی کرتے ہو (حکم یہ دیتا ہے کہ تم یہ کام نہ کرو۔) اور کمزور بچوں کے بارے میں (فتوی دیتا ہے کہ ان کے حقوق ادا کرو) اور یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو نیکی کرتے ہو تو اللہ اسے جانتا ہے۔

﴿ وَ یَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِ: اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ مانگتے ہیں۔﴾ شانِ نزول: زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لوگ عورت اور چھوٹے بچوں کو میت کے مال کا وارث قرار نہیں دیتے تھے۔ جب آیتِ میراث نازل ہوئی تو انہوں نے عرض کیا، یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا عورت اور چھوٹے بچے وارث ہوں گے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُن کو اِس آیت سے جواب دیا۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا کہ یتیموں کے اولیاء کا دستور یہ تھا کہ اگر یتیم لڑکی صاحبِ مال و جمال ہوتی تو اس سے تھوڑے مہر پر نکاح کر لیتے اور اگر حسن و مال نہ رکھتی تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر حسنِ صورت نہ رکھتی اور ہوتی مالدار تو اس سے نکاح نہ کرتے اور اس اندیشہ سے دوسرے کے نکاح

میں بھی نہ دیتے کہ وہ مال میں حصہ دار ہو جائے گا اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر انہیں ان عادتوں سے منع فرمایا۔
(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۲۷، ۱/۴۳۵)

عورتوں اور کمزور لوگوں کو ان کے حقوق دلانا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے

قرآنِ پاک میں یتیموں، بیواؤں اور معاشرے کے کمزور و محروم افراد کیلئے بہت زیادہ ہدایات دی گئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یتیموں، بیواؤں، عورتوں، کمزوروں اور محروم لوگوں کو ان کے حقوق دلانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سنت ہے اور اس کیلئے کوشش کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بہت پسند ہے۔ اس ضمن میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)...... حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، ایک شخص نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا: تیرے پاس کوئی یتیم آئے تو اس کے سر پہ ہاتھ پھیرو اور اپنے کھانے میں سے اسے کھلاؤ، تیرا دل نرم ہو جائے گا اور تیری حاجتیں بھی پوری ہوں گی۔
(مصنف عبد الرزاق، کتاب الجامع، باب اصحاب الاموال، ۱۰/۱۳۵، الحدیث: ۲۰۱۹۸)

(2)...... حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے تین یتیموں کی پرورش کی وہ رات کو قیام کرنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور صبح شام اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی تلوار سونتنے والے کی طرح ہے اور میں اور وہ جنت میں دو بھائیوں کی طرح ہوں گے جیسا کہ یہ دو بہنیں ہیں۔'' اور اپنی انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو ملایا۔ (ابن ماجہ، کتاب الادب، باب حق الیتیم، ۴/۱۹۴، الحدیث: ۳۶۸۰)

(3)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بیواؤں اور مسکینوں پر خرچ کرنے والا راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں جہاد کرنے والے اور رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، ۳/۶، الحدیث: ۲۱۴۰)

(4)...... حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو میرے کسی امتی کی حاجت پوری کرے اور اُس کی نیت یہ ہو کہ اِس کے ذریعے اُس امتی کو خوش کرے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو خوش کیا اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو خوش کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (شعب الایمان، الثالث والخمسون من شعب الایمان... الخ، ۶/۱۱۵، الحدیث: ۷۶۵۳)

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ

اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًاؕ-وَ الصُّلْحُ خَیْرٌؕ-وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّؕ-وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح خوب ہے اور دل لالچ کے پھندے میں ہیں اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو ان پر کوئی حرج نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح بہتر ہے اور دل کو لالچ کے قریب کردیا گیا ہے۔ اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿ وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا : اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی کا اندیشہ ہو۔﴾ قرآن نے گھریلو زندگی اور معاشرتی برائیوں کی اصلاح پر بہت زور دیا ہے اسی لئے جو گناہ معاشرے میں بگاڑ کا سبب بنتے ہیں اور جو چیزیں خاندانی نظام میں بگاڑ کا سبب بنتی ہیں اور خرابیوں کو جنم دیتی ہیں ان کی قرآن میں بار بار اصلاح فرمائی گئی ہے جیسا کہ یہاں فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو، زیادتی تو اس طرح کہ شوہر اس سے علیحدہ رہے، کھانے پہننے کو نہ دے یا اس میں کمی کرے یا مارے یا بدزبانی کرے اور **اعراض یعنی منہ پھیرنا** یہ کہ بیوی سے محبت نہ رکھے، بول چال ترک کردے یا کم کردے۔ تو ان پر کوئی حَرَج نہیں کہ آپس میں اِفہام وتفہیم سے صلح کرلیں جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے اپنے مُطالبات کچھ کم کردے اور اپنے کچھ حقوق کا بوجھ کم کردے اور شوہر یوں کرے کہ باوجود رغبت کم ہونے کے اس بیوی سے اچھا برتاؤ بہ تکلّف کرے۔ یہ نہیں کہ عورت ہی کو قربانی کا بکرا بنایا جائے۔ مرد وعورت کا یوں آپس میں صلح کرلینا زیادتی کرنے اور جدائی ہوجانے دونوں سے بہتر ہے کیونکہ طلاق اگرچہ بعض صورتوں میں جائز ہے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں نہایت ناپسندیدہ چیز ہے۔ حضرت **عبداللہ** بن **عمر** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: **اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے ناپسند چیز طلاق دینا ہے۔** (ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب کراھیۃ الطلاق، ۲/۳۷۰، الحدیث: ۲۱۷۸)

دل لالچ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں

میاں بیوی کے اعتبار سے بھی اور اس سے ہٹ کر بھی معاملہ یہ ہے کہ دل لالچ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں، ہر ایک اپنی راحت و آسائش چاہتا ہے اور اپنے اوپر کچھ مشقت گوارا کر کے دوسرے کی آسائش کو ترجیح نہیں دیتا۔ لہٰذا جو شخص دوسرے کی راحت کو مقدم رکھتا ہے اور خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو سکون پہنچاتا ہے وہ بہت باہمت ہے، اسی طرح کی چیزوں کے بارے میں قرآنِ مجید میں فرمایا:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۫ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ(۹) (سورۂ حشر:۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۫ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ(۱۸۶) (ال عمران:۱۸۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بے شک ضرور تمہاری آزمائش ہوگی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور بے شک ضرور تم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ برا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ(۳۴) وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ(۳۵) (سورۂ حم السجدہ ۳۴،۳۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔ اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔

حدیث شریف میں ہے، حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو تم سے قطع تعلق کرے تم اس سے رشتہ جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے تم اس سے درگزر کرو۔

(شعب الایمان، السادس والخمسون من شعب الایمان... الخ، ۶/۲۲۲، الحدیث: ۷۹۵۷)

﴿وَاِنْ تُحْسِنُوْا: اور اگر تم نیکی کرو۔﴾ یہاں بطورِ خاص عورتوں کے حوالے سے فرمایا گیا کہ اے مَردو! اگر تم نیکی اور خوفِ خدا اختیار کرو اور باوجود نامرغوب ہونے کے اپنی موجودہ عورتوں پر صبر کرو اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور انہیں ایذا اور رنج دینے سے اور جھگڑا پیدا کرنے والی باتوں سے بچتے رہو اور ان کے ساتھ زندگی گزارنے میں نیک سلوک کرو اور یہ جانتے رہو کہ وہ تمہارے پاس امانتیں ہیں اور یہ جان کر حُسنِ سلوک کرتے رہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا كُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۲۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے ہرگز نہ ہوسکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اَدھر میں لٹکتی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم سے ہرگز نہ ہوسکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو اگرچہ تم کتنی ہی (اس کی) حرص کرو تو یہ نہ کرو کہ (ایک ہی بیوی کی طرف) پورے پورے جھک جاؤ اور دوسری لٹکتی ہوئی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری اختیار کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ: اور تم سے ہرگز نہ ہوسکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو۔﴾ یعنی اگر تمہاری ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو یہ تمہاری قدرت میں نہیں کہ ہر چیز میں تم انہیں برابر رکھو اور کسی چیز میں ایک کو دوسری پر ترجیح نہ ہونے دو، نہ میلان و محبت میں اور نہ خواہش و رغبت میں اور نہ نظر و توجہ میں، تم کوشش کر کے یہ تو کر نہیں سکتے لیکن اگر اتنا تمہاری قدرت میں نہیں ہے اور اس وجہ سے ان تمام پابندیوں کا بوجھ تمہارے اوپر نہیں رکھا گیا اور قلبی محبت اور طبعی مَیلان جو تمہارے اختیار میں نہیں ہے اس میں برابری کرنے کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا تو یہ تو نہ کرو کہ ایک ہی بیوی کی طرف پورے پورے جھک جاؤ اور دوسری بیوی کے لازمی حقوق بھی ادا نہ کرو بلکہ تم پر لازم ہے کہ جہاں تک تمہیں قدرت و اختیار ہے وہاں تک یکساں برتاؤ کرو، محبت اختیاری شے نہیں تو بات چیت، حسنِ اخلاق، کھانے، پہننے، پاس رکھنے اور ایسے امور جن

میں برابری کرنا اختیار میں ہے ان امور میں دونوں کے ساتھ ضرور یکساں سلوک کرو۔

وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖؕ وَ كَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِیْمًا(۱۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کردے گا اور اللہ کشائش والا حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ (میاں بیوی) دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کردے گا اور اللہ وسعت والا، حکمت والا ہے۔

﴿وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا: اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں۔﴾ یعنی اگر میاں بیوی میں صلح نہ ہو سکے اور طلاق واقع ہو جائے تو دونوں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کریں، اللہ کریم، عورت کو اچھا خاوند اور مرد کو اچھی بیوی عطا فرمادے گا اور وسعت بھی بخشے گا۔

عورت اور مرد بالکل ایک دوسرے کے محتاج نہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نہ عورت بالکل مرد کی محتاج ہے اور نہ مرد بالکل عورت کا حاجت مند، سب رب عَزَّوَجَلَّ کے حاجت مند ہیں، ایک دوسرے کے بغیر کام چل سکتا ہے۔ عام طور پر طلاق کے بعد عورت اور اس کے گھر والے بہت غمزدہ ہوتے ہیں۔ ایسے موقع پر اگر یہ آیتِ مبارکہ بار بار پڑھی جائے تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ دل کو تسکین ملے گی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ مناسب حل بھی عطا فرمادے گا۔ اس میں شوہروں کو بھی ہدایت ہے کہ وہ اپنے آپ کو بیویوں کے مالک ومختار نہ سمجھیں اور یہ نہ سمجھیں کہ اگر انہوں نے چھوڑ دیا تو اب کائنات میں کوئی ان عورتوں کا سہارا نہیں رہے گا۔ نہیں نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کو سہارا دے گا۔ اسی سلسلے میں یہاں ایک مفید وظیفہ پیشِ خدمت ہے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ’’میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھ لے ’’اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا‘‘ تو اللہ تعالیٰ اسے مصیبت پر ثواب عطا فرمائے گا اور اس سے بہتر چیز اسے عطا کرے گا۔ فرماتی ہیں: جب میرے شوہر حضرت ابو سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا انتقال ہوا تو میں نے یہی دعا پڑھی، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بہترین شوہر یعنی رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عطا فرمادیئے۔ (مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المصیبة، ص۴۵۷، الحدیث: ۴(۹۱۸))

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِؕ وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَ يَاْتِ بِاٰخَرِيْنَؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور بیشک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللّٰہ سے ڈرتے رہو اور اگر کفر کرو تو بیشک اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللّٰہ بے نیاز ہے سب خوبیوں والا۔ اور اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللّٰہ کافی ہے کارساز۔ اے لوگو وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور اوروں کو لے آئے اور اللّٰہ کو اس کی قدرت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور بیشک ہم نے ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمہیں بھی تاکید فرمادی ہے کہ اللّٰہ سے ڈرتے رہو اور اگر نہ مانو تو بیشک اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللّٰہ بے نیاز ہے، خوبیوں کا مالک ہے۔ اور اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللّٰہ کافی کارساز ہے۔ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور دوسروں کو لے آئے اور اللّٰہ اس پر قادر ہے۔

﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ: اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے۔**﴾** اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کائنات سے غنی ہے۔ ساری کائنات اس کی عبادت کرنے لگے تو اس کی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہوجاتا اور ساری دنیا اس کی نافرمان ہوجائے تو اس کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ وہ غنی، بے پرواہ ہے وہ چاہے تو تم سب کو فنا کردے اور دوسرے لوگوں کو لے

آئے، تمہیں موت دے کر دوسری قوم کو یہاں آباد کردے جیسے فرعون کے ملک کا دوسروں کو مالک بنا دیا۔ اس کی شان بلند ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں لہٰذا مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا اور تم سب فقیر ہو سوائے اس کے جسے میں غنی کردوں لہٰذا مجھ سے مانگو، میں تمہیں روزی دوں گا اور تم سب مجرم ہو سوائے اس کے جسے میں سلامت رکھوں تو تم میں سے جو یہ جان لے کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے بخش دوں گا اور پرواہ بھی نہ کروں گا اور اگر تمہارے اگلے پچھلے، زندہ مردے، تر وخشک سب میرے بندوں میں سے سب سے نیک بندے کے دل پر ہو جائیں (یعنی سارے انسان اس نیک آدمی کی طرح ہو جائیں) تو یہ ان کی نیکی میرے ملک میں مچھر کے پر برابر اضافہ نہ کرے گی اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندہ مردے تر وخشک میرے بندوں میں سے بدبخت ترین آدمی کے دل کے مطابق ہو جائیں تو ان کے یہ جرم میرے ملک سے مچھر کے پر برابر کم نہ کریں گے اور اگر تمہارے پچھلے زندہ مردے تر وخشک ایک میدان میں جمع ہوں اور پھر تم میں سے ہر شخص اپنی انتہائی تمنا و آرزو مجھ سے مانگے پھر میں ہر مانگنے والے کو دیدوں تو یہ میرے ملک کے مقابل ایسے ہی کم ہو گا جیسے تم میں سے کوئی دریا پر گزرے اور اس میں سوئی ڈبوئے پھر اسے اٹھائے (یعنی کچھ بھی کم نہ ہوگا۔) یہ اس لیے ہے کہ میں عطا کرنے والا ہوں، بہت دینے والا ہوں، جو چاہتا ہوں کرتا ہوں میری عطا کیلئے صرف میرا فرما دینا کافی ہے اور میرے عذاب کیلئے صرف میرا فرما دینا ہی کافی ہے۔ میرا حکم کسی شئے کے متعلق یہ ہے کہ جب کچھ چاہتا ہوں تو صرف اتنا فرماتا ہوں ''ہوجا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔ (ترمذی، کتاب صفة القیامة، ۴۸-باب، ۴/۲۲۲، الحدیث: ۲۵۰۳)

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ ثَوَابَ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا۠(۱۳۴)

ع ۱۹ ۸ ۱۲

ترجمۂ کنزالایمان: جو دنیا کا انعام چاہے تو اللّٰہ ہی کے پاس دنیا و آخرت دونوں کا انعام ہے اور اللّٰہ سنتا دیکھتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو دنیا کا انعام چاہتا ہے تو دنیا و آخرت کا انعام اللّٰہ ہی کے پاس ہے اور اللّٰہ ہی سنتا دیکھتا ہے۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا: جو دنیا کا انعام چاہے۔﴾ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جس کو اپنے عمل سے دنیا مقصود ہو تو وہ دنیا ہی پا سکتا ہے لیکن وہ ثوابِ آخرت سے محروم رہتا ہے اور جس نے عمل رضائے الٰہی اور ثوابِ آخرت کے لئے کیا ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا و آخرت دونوں میں ثواب دینے والا ہے تو جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے فقط دنیا کا طالب ہو وہ نادان، خسیس اور کم ہمت ہے۔ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس دنیا و آخرت سب کچھ ہے تو اس سے دنیا و آخرت کی بھلائی مانگو، مانگنے والے میں ہمت چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نہ تو دنیا کو اپنا اصل مقصود بنایا جائے کہ آخرت کو فراموش کر دے اور نہ بالکل ترکِ دنیا ہی کر دینی چاہیے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا ۚ وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر ہو بہرحال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ چاہے تمہارے اپنے یا والدین یا رشتے داروں کے خلاف ہی (گواہی) ہو۔ جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر بہرحال اللہ ان کے زیادہ قریب ہے تو (نفس کی) خواہش کے پیچھے نہ چلو کہ عدل نہ کرو۔ اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ: انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں عدل و انصاف کے تقاضے پورا کرنے کا

اہم حکم بیان کیا گیا اور جو چیزیں آدمی کو ناانصافی کی طرف مائل کرنے کا سبب بن سکتی ہیں ان کو وضاحت کے ساتھ بیان کردیا کہ یہ چیزیں انصاف کرنے میں آڑے نہ آئیں۔ اَقرِبا پروری، رشتے داروں کی طرف داری کرنا، تعلق والوں کی رعایت کرنا، کسی کی امیری کی وجہ سے اس کی حمایت کرنا یا کسی کی غریبی پر ترس کھا کر دوسرے فریق پر زیادتی کر دینا، یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو انصاف کے تقاضے پورے کرنے میں رکاوٹ ہیں ان سب کو شمار کروا کر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ فیصلہ کرتے ہوئے اور گواہی دیتے ہوئے جو صحیح حکم ہے اس کے مطابق چلو اور کسی قسم کی تعلق داری کا لحاظ نہ کرو حتّٰی کہ اگر تمہارا فیصلہ یا تمہاری گواہی تمہارے سگے ماں باپ کے بھی خلاف ہو تو عدل سے نہ ہٹو۔

حق فیصلے کی عظیم ترین مثال

اس کی عظیم ترین مثال اس حدیثِ مبارک کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں ”قبیلہ قریش کی ایک عورت نے چوری کی تو اس کے خاندان والوں نے حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں سفارش کرنے کے لئے کہا: حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سفارش کی تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا، پھر فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کو اس بات نے ہلاک کیا کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا) بھی چوری کرلیتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

(بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ٥٦-باب، ٤٦٨/٢، الحدیث: ٣٤٧٥)

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا (۱۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے ان رسول پر اتاری

اوراس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو نہ مانے اللہ اوراس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اوراس کے رسول پر اوراس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی (ان سب پر ہمیشہ) ایمان رکھو اور جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کو نہ مانے تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ: اللہ اوراس کے رسول پر ایمان رکھو۔﴾ یہاں اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا "اٰمِنُوْا" "ایمان لاؤ" اگر یہ خطاب حقیقی مسلمانوں کو ہے تو اس کا معنیٰ ہوگا کہ ایمان پر ثابت قدم رہو۔ اور اگر یہ خطاب یہود و نصاریٰ سے ہو تو معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے بعض کتابوں اور بعض رسولوں پر ایمان لانے والو! تم مکمل ایمان لاؤ یعنی تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر جن میں قرآن اور محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی داخل ہیں۔ اور اگر یہ خطاب منافقین سے ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اے ایمان کا ظاہری دعویٰ کرنے والو! اخلاص کے ساتھ ایمان لے آؤ۔ یہاں جو فرمایا گیا کہ رسول اور کتاب پر ایمان لاؤ تو رسول سے سیدُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور کتاب سے قرآنِ پاک مراد ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ اہلِ ایمان کا لفظ حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے موجودہ زمانے میں صرف مسلمانوں پر بولا جا سکتا ہے، کسی اور مذہب والے پر خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی اس لفظ کو نہیں بول سکتے۔ آیت میں فرمایا گیا ہے کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اور اس کے رسول، محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اور قرآن پر اور اس سے پہلی ہر کتاب اور رسول پر ایمان لاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے مگر عمل صرف قرآن شریف پر ہی ہوگا۔ ان کتابوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بھیجی ہوئی کتابیں ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا ﴿۱۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے

اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے نہ انہیں راہ دکھائے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوگئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوگئے پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے گا اور نہ انہیں راہ دکھائے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: بیشک جو ایمان لائے۔﴾ شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائے پھر بچھڑے کی پوجا کر کے کافر ہوئے پھر اس کے بعد ایمان لائے پھر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور انجیل کا انکار کر کے کافر ہوگئے پھر محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن کا انکار کر کے اور کفر میں بڑھ گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ ایمان لائے پھر ایمان کے بعد کافر ہوگئے پھر ایمان لائے یعنی انہوں نے اپنے ایمان کا اظہار کیا تاکہ ان پر مؤمنین کے احکام جاری ہوں پھر کفر میں بڑھے یعنی کفر پر ان کی موت ہوئی۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۳۷، ۱/۴۴۰)

ان کے متعلق فرمایا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں نہیں بخشے گا یعنی جبکہ یہ کفر پر رہیں اور کفر پر مریں کیونکہ کفر بخشا نہیں جاتا مگر جب کہ کافر توبہ کرے اور ایمان لائے تو بخشش کا مستحق ہوگیا جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمایا:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ (انفال: ۳۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو ہو گزرا وہ انہیں معاف فرما دیا جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے "اسلام سارے سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔"

(مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ... الخ، ص۷۴، الحدیث: ۱۹۲(۱۲۱))

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمَاۙ (۱۳۸) الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَؕ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًاؕ (۱۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو

دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ کے لیے ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: منافقوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے۔

﴾اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ: وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔﴿ اس سے پہلی آیتِ مبارکہ میں منافقوں کیلئے دردناک عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے اور پھر منافقوں کی ایک کرتوت بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اسلام غالب نہ ہوگا اور اس لئے وہ کُفّار کو صاحبِ قوت وشوکت سمجھ کر ان سے دوستی کرتے تھے اور ان سے ملنے میں عزت جانتے تھے حالانکہ کفار کے ساتھ دوستی ممنوع ہے اور ان سے ملنے میں عزت سمجھنا باطل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافروں سے محبت اور دوستی رکھنا منافقوں کی علامت ہے خصوصاً مسلمانوں کے مقابلہ میں۔ ایسے سب لوگوں کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ کیا یہ لوگوں کے پاس جا کر عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ تمام عزتوں کا مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے تو وہی خداوندِ کریم ہی عزت والا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے وہ عزت والے جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ عزت دے جیسے انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور مؤمنین۔ منافقوں کے مذکورہ بالا طرزِ عمل کو سامنے رکھ کر آج دنیا کے حالات کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ مرض آج کل بکثرت پایا جا رہا ہے، اپنوں کو چھوڑ کر بیگانوں سے دوستیاں، مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے پیار، باہمی اتحاد سے عزت حاصل کرنے کی بجائے کفار کے قدموں میں بیٹھ کر عزت حاصل کرنے کی کوشش کرنا مسلمان قوم میں کس طرح سرایت کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَ یُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ ﳲ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَاۙ ﴿۱۴۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بیشک اللہ کافروں اور منافقوں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرما چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ کسی دوسری بات میں مشغول نہ ہو جائیں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

﴿ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ: اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرما چکا ہے۔ ﴾ اِس آیتِ مبارکہ میں واضح طور پر فرما دیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں جب وہ اِس خبیث فعل میں مصروف ہوں تو ان کے پاس نہ بیٹھو بلکہ حکم یہ ہے کہ ایسی جگہ پر جاؤ ہی نہیں اور اگر جانا پڑ جائے تو جب ہاتھ سے روکنا ممکن ہو تو ہاتھ سے روکو اور اگر زبان سے روک سکتے ہو تو زبان سے روکو اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو دل میں اس حرکت سے نفرت کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ جاؤ اور ان کی ہم نشینی ہرگز اختیار نہ کرو کیونکہ جب قرآن، شریعت یا دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہو اور اس کے باوجود کوئی آدمی وہاں بیٹھا رہے تو یا تو یہ خود اِس فعل میں مبتلا ہو جائے گا یا ان کی صحبت کی نحوست سے متاثر ہوگا یا کم از کم اتنا تو ثابت ہو ہی جائے گا کہ اِس شخص کے دل میں بھی دین کی قدر و قیمت نہیں ہے کیونکہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، قرآنِ مجید اور دینِ مبین سے محبت ہوتی تو جہاں اِن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہاں ہرگز نہ بیٹھتا کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ جہاں آدمی کے پیارے کو برا کہا جائے وہاں وہ نہیں بیٹھتا جیسے کسی کے ماں باپ کو جس جگہ گالی دی جائے وہاں بیٹھنا آدمی برداشت نہیں کر سکتا۔ تو جب ماں باپ کی توہین اور گالی والی جگہ پر بیٹھنا آدمی کو گوارا نہیں تو جہاں اللہ تعالیٰ، رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن و دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہو وہاں کوئی مسلمان کیسے بیٹھ سکتا ہے؟ کیا مَعَاذَ اللہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قدر ماں باپ کے بھی برابر نہیں ہے۔

اس آیت سے وہ لوگ سبق حاصل کریں جو فلموں، ڈراموں، گانوں، تھیٹروں، دوستوں کی گپوں اور بدمذہبوں کی صحبتوں میں دین کا مذاق اڑتا ہوا دیکھتے ہیں اور پھر بھی وہاں بیٹھتے رہتے ہیں بلکہ مَعَاذَ اللہ ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہوتے ہیں۔ بری صحبت کے بارے میں احادیث بکثرت ہیں۔ان میں سے 5 احادیث درج ذیل ہیں

(1)......رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا: ''برے ساتھی سے بچ کہ تو اسی کے ساتھ پہچانا جائے گا (یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست و برخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں۔)

(ابن عساکر، الحسین بن جعفر بن محمد بن حمدان... الخ، ٤٦/١٤)

(2)......حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: نیک اور برے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونک رہا ہے مشک والا یا تو تجھے مشک ویسے ہی دے گا یا تو اس سے خرید لے گا، اور کچھ نہ سہی تو خوشبو تو آئے گی اور وہ دوسرا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔ (بخاری، کتاب البیوع، باب فی العطار وبیع المسک، ٢٠/٢، الحدیث: ٢١٠١)

(3)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو کسی بدمذہب کو سلام کرے یا اس سے بکشادہ پیشانی ملے یا ایسی بات کے ساتھ اس سے پیش آئے جس میں اس کا دل خوش ہو تو اس نے اس چیز کی تحقیر کی جو اللہ تعالیٰ نے محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اتاری۔

(تاریخ بغداد، ٥٣٧٨- عبد الرحمن بن نافع، ابوزیاد المخرّمی... الخ، ٢٦٢/١٠)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم ان سے دور رہو اور وہ تم سے دور رہیں کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(صحیح مسلم، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء والاحتیاط فی تحمّلها، ص٩، الحدیث: ٧(٧))

(4)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمانِ عالیشان ہے: ''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ دیکھے کس سے دوستی کر رہا ہے۔

(ترمذی، کتاب الزهد، ٤٥-باب، ١٦٧/٤، الحدیث: ٢٣٨٥)

مولانا معنوی قدس سرّہ فرماتے ہیں:

صحبتِ صالح تُرا صالح کُنَد　　　صحبتِ طالح تُرا طالح کند

یعنی اچھے آدمی کی صحبت تجھے اچھا کردے گی اور برے آدمی کی صحبت تجھے برا بنادے گی۔ (1)

الَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ٘ وَ اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِیْنَ نَصِیْبٌ ۙ قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَیْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِیْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا ﴿۱۴۱﴾ ع

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو تمہاری حالت تکا کرتے ہیں تو اگر اللّٰہ کی طرف سے تم کو فتح ملے کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کا حصہ ہو تو ان سے کہیں کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچایا تو اللّٰہ تم سب میں قیامت کے دن فیصلہ کردے گا اور اللّٰہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ جو تمہارے اوپر (گردشِ زمانہ) کا انتظار کرتے رہتے ہیں پھر اگر اللّٰہ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کے لئے (فتح کا) حصہ ہو تو (ان سے) کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہ تھے؟ اور (کیا) ہم نے مسلمانوں کو تم سے روکے (نہ) رکھا؟ تو اللّٰہ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کردے گا اور اللّٰہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ: وہ جو تم پر انتظار کرتے ہیں۔﴾ یہاں منافقوں کی حالت کا بیان ہے کہ اے مسلمانو! یہ منافق تمہارے اوپر گردشِ زمانہ کا انتظار کرتے ہیں پھر اگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ لہٰذا ہمیں بھی مالِ غنیمت دو۔ اور اگر کافروں کو فتح نصیب ہو جائے تو ان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ تھے کہ تمہیں پکڑ سکتے تھے مگر پھر بھی ہم نے تمہیں نہ پکڑ کر تمہاری مدد کی اور ہم نے مسلمانوں کو تم سے روکے رکھا لہٰذا ہمارا حصہ دو۔ الغرض منافقوں کی زندگی صرف اپنے مفاد کے گرد گھومتی ہے وہ کسی کے ساتھ بھی حقیقی طور پر مخلص نہیں۔

1 ...... اچھی صحبت اور نیک ماحول پانے کے لئے دعوتِ اسلامی کے ساتھ وابستہ ہوجایئے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْۚ وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰىۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کرکے مارے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے لوگوں کا دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کرکے مارے گا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑے سست ہوکر لوگوں کے سامنے ریاکاری کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں۔

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں۔﴾ یہاں منافقوں کی ایک اور بری خصلت کا بیان ہے وہ یہ کہ یہ اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، حقیقتاً تو مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں کیونکہ حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ کو فریب دینا ممکن نہیں۔ ان کے اس فریب کا جواب انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ دے گا کہ انہیں غافل کرکے مارے گا، دنیا میں انہیں رسوا کرے گا اور قیامت میں انہیں عذاب میں مبتلا کرے گا۔ ان منافقوں کی علامت یہ ہے کہ جب مؤمنین کے ساتھ نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو مرے دل سے اور سستی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان تو ہے نہیں جس سے عبادت کا ذوق اور بندگی کا لطف انہیں حاصل ہوسکے، محض لوگوں کو دکھانے کیلئے نماز پڑھتے ہیں۔

نماز میں سستی کرنا منافقوں کی علامت ہے

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سستی کرنا منافقوں کی علامت ہے۔ نماز نہ پڑھنا یا صرف لوگوں کے سامنے پڑھنا جبکہ تنہائی میں نہ پڑھنا یا لوگوں کے سامنے خشوع وخضوع سے اور تنہائی میں جلدی جلدی پڑھنا یا نماز میں ادھر ادھر خیال لیجانا، دلجمعی کیلئے کوشش نہ کرنا وغیرہ سب سستی کی علامتیں ہیں۔

نماز میں خشوع و خضوع پیدا کرنے کا آسان نسخہ

کسی نے حضرت حاتم اصم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے ان کی نماز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: جب نماز کا وقت قریب آتا ہے تو میں کامل وضو کرتا ہوں پھر جس جگہ نماز ادا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے وہاں آ کر اتنی دیر بیٹھ جاتا ہوں کہ میرے اَعضا اکٹھے ہو جائیں، اس کے بعد یہ تَصَوُّر باندھ کر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں کہ کعبہ معظمہ میرے سامنے ہے، پل صراط میرے قدموں کے نیچے ہے، جنت میرے دائیں طرف اور جہنم بائیں طرف ہے، مَلَکُ الْموت عَلَیْہِ السَّلَام میرے پیچھے کھڑے ہیں اور میرا یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ میری آخری نماز ہے، پھر میں امید اور خوف کے درمیان قیام کرتا ہوں اور جیسے تکبیر کہنی چاہئے ویسے تکبیر کہتا ہوں اور ٹھہر ٹھہر کر قراءت کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، ڈرتے ہوئے سجدہ کرتا ہوں، بائیں پنڈلی پر بیٹھ کر اپنے قدم کا پچھلا حصہ بچھا دیتا ہوں اور دایاں قدم انگوٹھے پر کھڑا کر دیتا ہوں، پھر اخلاص کے ساتھ باقی افعال ادا کرتا ہوں اب میں نہیں جانتا کہ میری نماز قبول بھی ہوئی یا نہیں۔

(احیاء العلوم، کتاب اسرار الصلاۃ ومهماتها، الباب الاول، فضيلة الخشوع، ۱/ ۲۰۶)

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں، نہ اِن کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف اور جسے اللہ گمراہ کرے تو تم اس کے لئے کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔

﴿مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ: درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں۔﴾ یعنی منافقین کفر اور ایمان کے درمیان ڈگمگا رہے ہیں کیونکہ نہ تو یہ حقیقی طور پر مومن اور مخلص ایمان والوں کے ساتھ ہیں اور نہ واضح طور پر کافر اور صریح شرک کرنے والوں کے ساتھ ہیں اور اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ ان منافقین کے راہِ راست پر آنے کی امید نہ رکھیں کیونکہ جسے ہدایت و توفیق کی لیاقت نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لئے کوئی ایسا راستہ نہ پائیں گے جس پر چل کر

وہ حق تک پہنچ سکے۔(خازن، النساء، تحت الآية: ۱٤۳، ۱/٤٤۲، روح البیان، النساء، تحت الآیة: ۱٤۳، ۲/۳۰۸، ملتقطاً)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱٤٤﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو کافروں کو دوست نہ بناؤ مسلمانوں کے سوا کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لئے صریح حجت کرلو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لئے صریح حجت قائم کرلو۔

﴿اَوْلِيَآءَ: دوست۔﴾ اس آیت میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ کفار کو دوست بنانا منافقین کی خصلت ہے، لہٰذا تم اس سے بچو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کافروں کو دوست بنا کر منافقت کی راہ اختیار کرو اور یوں اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کی حجت قائم کرلو۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱٤۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا جو انہیں عذاب سے بچا سکے اور جہنم کے سب سے نچلے طبقے سے انہیں باہر نکال سکے۔ (روح البیان، النساء، تحت الآیة: ۱٤۵، ۲/۳۰۹)

یاد رہے کہ منافق کا عذاب کافر سے بھی زیادہ ہے کیونکہ وہ دنیا میں خود کو مسلمان کہہ کر کے مجاہدین کے ہاتھوں

سے بچا رہا ہے اور کافر ہونے کے باوجود مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اسلام کے ساتھ استہزاء کرنا اس کا شیوہ رہا ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَؕ-وَ سَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا(۱۴۶) مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِیْمًا(۱۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور سنورے اور اللہ کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کرلیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔ اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ اور اللہ ہے صلہ دینے والا جاننے والا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کرلیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔ اور اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لاؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ قدر کرنے والا، جاننے والا ہے۔

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا: مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفاق سے توبہ کرلی اور اپنے فاسد احوال کی اصلاح کرلی اور اللہ تعالیٰ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرلیا اور اس کی اطاعت میں صرف اسی کی رضا چاہی تو ایسے لوگ جنت کے بلند درجات میں مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور انہیں ان کا سابقہ نفاق کوئی نقصان نہ دے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا جس میں یہ نفاق سے سچی توبہ کرنے والے بھی شریک ہوں گے اور اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن جاؤ اور اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ شکر گزار مسلمانوں کی قدر کرنے والا اور انہیں جاننے والا ہے۔ (روح البیان، النساء، تحت الآیۃ: ۱۴۶-۱۴۷، ۲/۳۰۹-۳۱۱)

چھٹا پارہ
(لَا یُحِبُّ اللّٰہُ)

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر مظلوم سے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ: بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا۔﴾ ایک قول یہ ہے کہ بری بات کے اعلان سے مراد کسی کے پوشیدہ معاملات کو ظاہر کرنا ہے جیسے کسی کی غیبت کرنا یا کسی کی چغلی کھانا وغیرہ۔
(جمل، النساء، تحت الآیۃ: ۱۴۸، ۲/۱۴۴)

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ کوئی شخص کسی کے پوشیدہ معاملات کو ظاہر کرے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بری بات کے اعلان سے مراد گالی دینا ہے۔ (مدارک، النساء، تحت الآیۃ: ۱۴۸، ص ۲۶۱)

یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو گالی دے۔

ایک دوسرے کو گالی دینے کی مذمت

گالی دینا گناہ اور مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ اس کے بارے میں 3 اَحادیث درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اسے گالی دیتا ہے۔
(شرح السنہ، کتاب البر والصلۃ، باب الستر، ۶/۴۸۹، الحدیث: ۳۴۱۲)

(2)......حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔
(بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا ترجعوا بعدی کفّاراً... الخ، ۴/۴۳۴، الحدیث: ۷۰۷۶)

(3)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: آپس میں گالی دینے والے دو آدمی جو کچھ کہیں تو وہ (یعنی اس کا وَبال) ابتداء کرنے والے پر ہے جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھے۔ (مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب النهي عن السباب، ص١٣٩٦، الحديث: ٦٨(٢٥٨٧))

بری بات کا اعلان اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند نہیں البتہ مظلوم کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ ظالم کے ظلم کو بیان کرے، لہٰذا وہ چور یا غاصب کی نسبت کہہ سکتا ہے کہ اس نے میرا مال چرایا یا غصب کیا ہے۔(جمل، النساء، تحت الآية: ١٤٨، ٢/١٤٥)

اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک شخص ایک قوم کا مہمان ہوا تھا اور انہوں نے اچھی طرح اس کی میزبانی نہ کی، جب وہ وہاں سے نکلا تو اُن کی شکایت کرتا ہوا نکلا۔ (بيضاوى، النساء، تحت الآية: ١٤٨، ٢/٢٧٢)

اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے متعلق نازل ہوئی۔ ایک شخص سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان میں زبان درازی کرتا رہا، حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خاموش رہے مگر وہ باز نہ آیا تو ایک مرتبہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کو جواب دیدیا، اس پر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا، یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یہ شخص مجھے برا بھلا کہتا رہا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کچھ نہ فرمایا اور میں نے ایک مرتبہ جواب دیا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اٹھ گئے۔ ارشاد فرمایا ''ایک فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا اور جب تم نے جواب دیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، النساء، تحت الآية: ١٤٨، ١/٤٤٤)

مہمان نوازی سے خوش نہ ہونے والوں کو نصیحت

پہلے یعنی مہمان نوازی والے شانِ نزول کو لیں تو اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو میزبان کی مہمان نوازی سے خوش نہیں ہوتے اگرچہ گھر والے نے کتنی ہی تنگی سے کھانے کا اہتمام کیا ہو۔ خصوصاً رشتے داروں میں اور بالخصوص سسرالی رشتے داروں میں مہمان نوازی پر شکوہ شکایت عام ہے۔ ایک کھانا بنایا تو اعتراض کہ دو کیوں نہیں بنائے؟ دو بنائے تو اعتراض کہ تین کیوں نہیں بنائے؟ نمکین بنایا تو اعتراض کہ میٹھا کیوں نہیں بنایا؟ میٹھا بنایا تو اعتراض کہ فلاں میٹھا کیوں نہیں بنایا؟ الغرض بہت سے مہمان ظلم وزیادتی اور ایذاءرَسانی سے باز نہیں آتے اور ایسے رشتے داروں

کو دیکھ کر گھر والوں کی طبیعت خراب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ حدیثِ مبارک میں مہمان کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی مسلمان شخص کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے پاس اتنا عرصہ ٹھہرے کہ اسے گناہ میں مبتلا کر دے، صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ اسے گناہ میں کیسے مبتلا کرے گا؟ ارشاد فرمایا: وہ اپنے بھائی کے پاس ٹھہرا ہوگا اور حال یہ ہوگا کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہوگی جس سے وہ اس کی مہمان نوازی کر سکے۔
(مسلم، کتاب اللقطة، باب الضیافة ونحوها، ص۹۵۱، الحدیث: ۱۵(۱۷۲۶))

ظالم کے ظلم کو بیان کرنا جائز ہے

آیت میں مظلوم کو ظلم بیان کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مظلوم، حاکم کے سامنے ظالم کی برائی بیان کر سکتا ہے، یہ غیبت میں داخل نہیں۔ اس سے ہزار ہا مسائل معلوم ہو سکتے ہیں۔ حدیث کے راویوں کا فسق یا عیب وغیرہ بیان کرنا، چور یا غاصِب کی شکایت کرنا، ملک کے غداروں کی حکومت کو اطلاع دینا سب جائز ہے۔ غیبت کے جواز کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب کسی نہ کسی بڑے فائدے کی وجہ سے ہیں۔

اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم کوئی بھلائی علانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر و تو بیشک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بیشک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔

﴿اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا: اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر تم کوئی نیک کام اِعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو یہ افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سزا دینے پر ہر طرح سے قادر ہونے کے باوجود اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر کرتا اور انہیں معاف فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اپنے اوپر ظلم و ستم کرنے والوں کو معاف کر دو اور لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرو۔
(تفسیر سمرقندی، النساء، تحت الآیة: ۱۴۹، ۱/۴۰۱، روح البیان، النساء، تحت الآیة: ۱۴۹، ۲/۳۱۲، ملتقطاً)

معاف کرنے کے فضائل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظالم سے بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے لیکن ظالم سے بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود اس کے ظلم پر صبر کرنا اور اسے معاف کر دینا بہتر اور اجر و ثواب کا باعث ہے، اسی چیز کے بارے میں ایک اور مقام پر اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَ لَىٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ (۱۲۶) (نحل:۱۲۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۴۳) (شوریٰ:۴۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ ضرور ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (۴۰) (شوریٰ:۴۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللّٰہ (کے ذمہ کرم) پر ہے، بیشک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۲۲) (نور:۲۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللّٰہ تمہاری بخشش فرما دے اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللّٰہ تعالیٰ درگزر فرمانے والا ہے اور درگزر کرنے کو پسند فرماتا ہے۔

(مستدرك، كتاب الحدود، اول سارق قطعه رسول الله صلى الله عليه وسلم، ۵/۵۴۶، الحديث: ۸۲۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تیرے بندوں میں سے کون تیری بارگاہ میں زیادہ عزت والا ہے؟ اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’وہ بندہ جو بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود معاف کردے۔

(شعب الایمان، السابع والخمسون من شعب الایمان... الخ، فصل فی ترک الغضب... الخ، ۳۱۹/۶، الحدیث: ۸۳۲۷)

مخلوقِ خدا پر شفقت کے فضائل

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوقِ خدا پر شفقت و رحم کرنا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو بہت محبوب ہے۔ اَحادیث میں لوگوں پر شفقت و مہربانی اور رحم کرنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ترغیب کے لئے 4 اَحادیث درج ذیل ہیں:

(1)...... حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمانوں کی بادشاہت کا مالک تم پر رحم کرے گا۔

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ المسلمین، ۳۷۱/۳، الحدیث: ۱۹۳۱)

(2)...... حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کی مدد چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت (پوری کرنے کی کوشش) میں ہو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی حاجت پوری فرما دیتا ہے اور جو شخص مسلمان سے کسی ایک تکلیف کو دور کرے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کی تکالیف میں سے اس کی ایک تکلیف دور کرے گا اور جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب لا یظلم المسلمُ المسلمَ ولا یسلمہ، ۱۲۶/۲، الحدیث: ۲۴۴۲)

(3)...... حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کی توقیر نہ کرے اور اچھی بات کا حکم نہ دے اور بری بات سے منع نہ کرے۔ (ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ الصبیان، ۳۶۹/۳، الحدیث: ۱۹۲۸)

(4)...... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم میں اچھا وہ شخص ہے جس سے بھلائی کی امید ہو اور جس کے شر سے امن ہو اور تم میں برا وہ شخص ہے جس سے بھلائی کی امید نہ ہو اور جس کے شر سے امن نہ ہو۔ (ترمذی، کتاب الفتن، ۷۶-باب، ۱۱۶/۴، الحدیث: ۲۲۷۰)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ یہی ہیں ٹھیک ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کریں اور کہتے ہیں ہم کسی پر تو ایمان لاتے ہیں اور کسی کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ تو یہی لوگ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ: اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کریں۔﴾ یہ آیتِ مبارکہ یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی کہ یہودی حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام پر ایمان لائے لیکن حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام اور امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ انہوں نے کفر کیا اور عیسائی حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام پر ایمان لائے لیکن انہوں نے سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ کفر کیا۔

(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۵۰، ۱/۴۴۴)

ان کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے میں فرق کرتے ہیں اس طرح کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لائیں اور اس کے رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام پر نہ لائیں اور انہی کے متعلق فرمایا کہ یہ پکے کافر ہیں

کیونکہ صرف بعض رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام پر ایمان لانا کفر سے نہیں بچاتا بلکہ سب پر ایمان لانا ضروری اور ایک نبی کا انکار بھی تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے انکار کے برابر ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىٕكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۠ (۱۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی (پر ایمان لانے) میں فرق نہ کرے تو عنقریب اللہ انہیں ان کے اجر عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔﴾ یہاں آیت میں ایمان والوں سے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے اور اس میں کبیرہ گناہوں کا مُرتکِب بھی داخل ہے کیونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان رکھتا ہے۔

کبیرہ گناہ کرنے والا کافر نہیں

مُعتزِلہ فرقے والے کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے ہمیشہ کے عذابِ جہنم کا عقیدہ رکھتے ہیں، اس آیت سے ان کے اس عقیدہ کا بُطلان (یعنی غلط ہونا) ثابت ہوگیا۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ طَآىٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا (حجرات: ۹) ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کا اِرتکاب کفر نہیں کیونکہ جنگ وجِدال گناہ ہے لیکن دونوں گروہوں کو مومن فرمایا گیا۔ نیز صحیح بخاری میں ہے، حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سفید کپڑے پہن کر آرام فرما رہے تھے، پھر میں دوبارہ حاضر ہوا تو

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بیدار ہو چکے تھے، چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جو بندہ یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی وعدے پر اس کا انتقال ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوا۔ میں نے عرض کی: خواہ اس نے زنا یا چوری کی، ارشاد فرمایا ’’خواہ اس نے زنا یا چوری کی۔ میں نے پھر عرض کی: اگرچہ وہ زنا یا چوری کرے! ارشاد فرمایا ’’اگرچہ وہ زنا یا چوری کرے، میں نے پھر عرض کی: خواہ اس نے زنا یا چوری کی، ارشاد فرمایا ’’خواہ اس نے زنا یا چوری کی، خواہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ (بخاری، کتاب اللباس، باب الثیاب البیض، ۴/۵۷، الحدیث: ۵۸۲۷)

اور حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہے جو کبیرہ گناہوں کے مُرتَکِب ہوں۔

(ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ۱۱-باب منہ، ۴/۱۹۸، الحدیث: ۲۴۴۴)

ان اَحادیث سے بھی معلوم ہوا کبیرہ گناہ کرنے والا کافر نہیں کیونکہ کافر نہ تو کبھی جنت میں جائے گا اور نہ ہی سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کی شفاعت فرمائیں گے بلکہ جنت میں صرف مسلمان جائیں گے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت بھی صرف مسلمانوں کو نصیب ہو گی اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں۔

یاد رہے کہ اہلِ سنت کا اِجماع ہے کہ مومن کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا، چنانچہ شرح عقائدِ نَسفِیَہ میں ہے ’’نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے سے لے کر آج تک امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے جو شخص بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کے لئے دعا و اِستغفار بھی کی جائے گی اگرچہ اس کا گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہونا معلوم ہو حالانکہ اس بات پر پہلے ہی امت کا اتفاق ہے کہ مومن کے علاوہ کسی اور کے لئے نمازِ جنازہ اور دعاء و استغفار جائز نہیں۔ (شرح عقائد نسفیہ، مبحث الکبیرۃ، ص ۱۱۰)

شرح فِقہِ اکبر میں ہے ’’ہم خارجیوں کی طرح کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کسی مسلمان کی تکفیر نہیں کریں گے اگرچہ وہ گناہِ کبیرہ ہو البتہ اگر وہ کسی ایسے گناہ کو حلال جانے جس کی حرمت قطعی دلیل سے ثابت ہو تو وہ کافر ہے، اور ہم معتزلہ کی طرح کسی کبیرہ گناہ کرنے والے سے ایمان کا وصف ساقط نہیں کریں گے اور کبیرہ گناہ کرنے والے کو حقیقی مومن کہیں گے کیونکہ اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک ایمان دل سے تصدیق کرنے اور زبان سے اقرار کرنے کا نام ہے جبکہ عمل کا تعلق کمالِ ایمان سے ہے (شرح فقہ اکبر، الکبیرۃ لا تخرج المؤمن عن الایمان، ص ۷۱ و ۷۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیرِ خدا کو معبود یا مُستَقِل بالذّات وواجب الوجود نہ جانے۔ بعض نُصوص میں بعض افعال پر اطلاقِ شرک تشبیہاً یا تغلیظاً یا بارادہ ومقارنت باعتقاد منافی توحید وامثال ذلک من التاویلات المعروفۃ بین العلماء وارد ہوا ہے، جیسے کفر نہیں مگر انکارِ ضروریاتِ دین اگرچہ ایسی ہی تاویلات سے بعض اعمال پر اطلاقِ کفر آیا ہے یہاں ہر گز علی الاطلاق شرک وکفر مصطلح علم عقائد کہ آدمی کو اسلام سے خارج کردیں اور بے توبہ مغفور نہ ہوں زنہار مراد نہیں کہ یہ عقیدۂ اجماعیۂ اہلسنّت کے خلاف ہے، ہر شرک کفر ہے اور کفر مزیلِ اسلام، اور اہلسنّت کا اجماع ہے کہ مومن کسی کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج نہیں ہوتا ایسی جگہ نصوص کو علی اطلاقہا کفر وشرک مصطلح پر حمل کرنا اشقیائے خوارج کا مذہب مطرود ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۲۱/۱۳۱)

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ آدمی صرف دو چیزوں سے مشرک ہوتا ہے (1) غیرِ خدا کو معبود ماننے سے، (2) اللہ کے علاوہ کسی کو مستقل بالذّات ماننے سے۔ ان دو چیزوں کے علاوہ کسی تیسری چیز سے آدمی حقیقتاً مشرک نہیں ہوتا۔ اور بعض اَحادیث وغیرہ میں جو کچھ کاموں کو بغیر کسی قید کے شرک یا کفر کہا گیا ہے ان کی تاویلات وتَوجیہات علماء میں مشہور ہیں یعنی یا تو وہاں کفر وشرک سے تشبیہ مراد ہوتی ہے یا اس کام پر شریعت نے شدت ظاہر کرنے کیلئے لفظِ شرک استعمال کیا ہوتا ہے یا وہاں شرک سے مراد وہ صورت ہوتی ہے کہ جب اس فعل کے ساتھ کوئی ایسا ارادہ یا اعتقاد ملا ہو جو توحید کے منافی ہو۔ (جیسے غیرِ خدا کو سجدہ کرنا مطلقاً شرک نہیں لیکن اگر اس کے ساتھ ارادۂ شرک موجود ہو تو یقیناً شرک ہے۔) تو غیرِ شرک کو جہاں شرک کہا گیا ہو وہاں وہ حقیقی کفر وشرک مراد نہیں ہوتا جس کی وجہ سے آدمی اسلام سے خارج اور بغیر توبہ کے مرنے پر دائمی جہنمی قرار پائے کیونکہ اہلسنّت کا اجماع ہے کہ مسلمان کبیرہ گناہ کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ قرآن وحدیث کی مذکورہ بالا قسم کی تصریحات کو ہماری بیان کردہ تفصیل کے ملحوظ رکھے بغیر حقیقی کفر وشرک قرار دینا خارجیوں کا مردود مذہب ہے۔

يَسْــَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا

عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَ اٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب اہلِ کتاب تم سے سوال کرتے ہیں کہ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دو تو وہ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کرچکے کہ بولے ہمیں اللہ کو علانیہ دکھا دو تو انہیں کڑک نے آلیا ان کے گناہوں پر پھر بچھڑا لے بیٹھے بعد اس کے کہ روشن آیتیں ان کے پاس آچکیں تو ہم نے یہ معاف فرمادیا اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) اہلِ کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دیں تو یہ لوگ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کرچکے ہیں جو انہوں نے کہا تھا: (اے موسیٰ!) اللہ ہمیں اعلانیہ دکھا دو تو ان کے ظلم کی وجہ سے انہیں کڑک نے پکڑ لیا پھر ان کے پاس روشن نشانیاں آجانے کے باوجود وہ بچھڑے کو (معبود) بنا بیٹھے۔ پھر ہم نے یہ معاف کردیا اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ عطا فرمایا۔

﴿يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ: اہلِ کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہودیوں میں سے کعب بن اشرف اور فنحاص بن عازوراء نے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے پاس آسمان سے یکبارگی کتاب لائیے جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام توریت لائے تھے۔ ان کا یہ سوال ہدایت حاصل کرنے کے لئے نہ تھا بلکہ سرکشی و بغاوت کی وجہ سے تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(خازن، النساء، تحت الآية: ١٥٣، ١/٤٤٥)

اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی کے طور پر فرمایا گیا کہ آپ ان کے سوالوں پر تعجب نہ کریں کہ یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یکبارگی قرآن نازل ہونے کا سوال کرتے ہیں کیونکہ یہ سوال ان کی کمال درجے کی جہالت کی وجہ سے ہے اور اس قسم کی جہالتوں میں ان کے باپ دادا بھی گرفتار تھے۔ اگر ان کا سوال طلبِ ہدایت کے لئے ہوتا تو پھر دیکھا جاتا مگر وہ تو کسی حال میں ایمان لانے والے نہ تھے۔ ان کے باپ داداؤں کے ایسے کردار کی وضاحت کیلئے ان کی دو حرکتوں کو بیان کیا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ اُنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کوہِ طور پر تشریف لے جانے کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا اور دوسری بات یہ کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مطالبہ کیا کہ ہم آپ

کا اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک آپ ہمیں خدا اعلانیہ دکھا نہ دیں۔ اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے تو یہ مطالبہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یکبارگی کتاب نازل کروائیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کریں گے لیکن جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر یکبارگی تورات نازل ہوئی تو بجائے اطاعت کرنے کے اُنہوں نے خدا عَزَّوَجَلَّ کے دیکھنے کا سوال کر دیا اور اصل مسئلہ ہی یہ ہے کہ نہ کرنے کے سو بہانے ہوتے ہیں۔

﴿ وَاٰتَیْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا: اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ عطا فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو روشن غلبہ وتسلُّط عطا فرمایا گیا کہ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کو توبہ کے لئے خود ان کے اپنے قتل کا حکم دیا تو وہ انکار نہ کر سکے اور انہوں نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اطاعت کی۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِیْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِی السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۱۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے ان پر طور کو اونچا کیا ان سے عہد لینے کو اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ ہفتہ میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر ہم نے ان سے عہد لینے کے لئے ان پر کوہِ طور کو بلند کر دیا اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ ہفتہ کے دن میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا۔

﴿ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ: پھر ہم نے ان پر کوہِ طور کو بلند کر دیا۔﴾ یہودیوں کے متعلق مزید تین باتوں کا بیان کیا جا رہا ہے۔ پہلی یہ کہ ان سے تورات پر عمل کرنے کا عہد لینے کیلئے کوہِ طور کو ان کے سروں پر مُعلَّق کر دیا۔ دوسری بات یہ کہ بیتُ المقدس یا اَرِیْحا نامی بستی کے دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے گزرنے کا حکم دیا جس کی انہوں نے نافرمانی کی۔ تیسری بات یہ کہ انہیں ہفتے کے دن شکار کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن انہوں نے تینوں باتوں میں خلاف ورزی کی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مضبوط عہد کر کے توڑ دیا۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کی کیسی بدعہدیوں کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور اس لئے کہ وہ آیاتِ الٰہی کے منکر ہوئے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے اور ان کے اس کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو (ہم نے ان پر لعنت کی) ان کے عہد کو توڑنے اور اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرنے اور انبیاء کو ناحق شہید کرنے اوران کے یہ کہنے کی وجہ سے (کہ) ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے تو (ان میں سے) بہت تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ: تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے۔﴾ یہاں سے اہلِ کتاب کے جرائم کی ایک فہرست اور اس پر غضبِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کا بیان شروع ہے۔ یہودیوں کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔ اس آیت اور اس سے اگلی آیات میں ان کے نصف درجن سے زائد جرائم بیان کئے گئے ہیں:

(1)...... یہودیوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کئے ہوئے عہد کو توڑا۔ اس کی تفصیل اس سے گزشتہ آیت میں گزر چکی۔

(2)...... یہودیوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں کا انکار کیا جو انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں جیسا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزات۔

(3)...... یہودیوں نے انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کیا اور یہودی خود سمجھتے تھے کہ ان کا انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کرنا ناحق ہی تھا۔

(4)...... یہودیوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے کہا تھا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں، چونکہ

یہ بھی ان کا جھوٹ اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعوت کو ٹھکرانا تھا لہٰذا یہ بھی سببِ عذاب ہوا۔ پانچواں اور چھٹا جرم اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا : بلکہ اللّٰہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یہودی کہتے ہیں ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے لہٰذا کوئی وعظ ونصیحت ان کے دلوں پر کارگر نہیں ہوسکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفر اور بدکاریاں دل پر مہر لگ جانے کا باعث ہوجاتی ہیں۔

وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا ﴿۱۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان اٹھایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ان پر لعنت کی) ان کے کفر اور مریم پر بڑا بہتان لگانے کی وجہ سے۔

﴿ وَ بِكُفْرِهِمْ : اور ان کے کفر کی وجہ سے۔﴾ یہودیوں کا پانچواں جرم یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ کفر کیا اور ان کا چھٹا جرم یہ تھا کہ انہوں نے حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پاکدامن عورت پر تہمت لگانا سخت گناہ ہے اور خصوصاً کسی مقدس عورت پر اور مقدس نسبت رکھنے والی پر تہمت لگانا اور بھی زیادہ سنگین ہے۔ اسی لئے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگانے والوں کی مذمت زیادہ بیان کی گئی۔

وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا ﴿۱۵۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللّٰہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے

نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لئے اس کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہ کیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا حالانکہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان (یہودیوں) کے لئے (عیسیٰ سے) ملتا جلتا (ایک آدمی) بنا دیا گیا اور بیشک یہ (یہودی) جو اس عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) سوائے گمان کی پیروی کے ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا۔

﴿وَقَوْلِهِمْ: اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے۔﴾ اس آیت میں یہودیوں کے ساتویں سنگین جرم کا بیان کیا گیا کہ یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو قتل کر دیا ہے اور عیسائیوں نے اس کی تصدیق کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی تکذیب فرما دی۔ کیونکہ واقعہ یوں ہوا کہ جو منافق شخص یہودیوں کو حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا پتہ دینے کے لئے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے گھر میں داخل ہوا وہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا ہم شکل ہو گیا اور آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام آسمان پر تشریف لے گئے۔ یہودیوں نے اسی منافق کو حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دھوکے میں سولی دے دی لیکن پھر خود بھی حیران تھے کہ ہمارا آدمی کہاں گیا نیز اس کا چہرہ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام جیسا تھا اور ہاتھ پاؤں مختلف۔ (مدارك، النساء، تحت الآية: ۱۵۷، ص۲۶۳-۲۶۴)

اس کا ذکر اس آیتِ کریمہ میں ہو رہا ہے اور اسی وجہ سے وہ شک میں پڑ گئے اور یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ مقتول کون ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ مقتول حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ چہرہ تو حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا ہے لیکن جسم حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا نہیں، لہٰذا یہ وہ نہیں۔ یہودیوں کی پیروی میں آج کل قادیانی بھی اسی جہالت میں گرفتار ہیں۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۵۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا تھا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ: بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا تھا۔﴾ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صحیح سلامت آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق بکثرت اَحادیث وارد ہیں۔ اس کا کچھ بیان سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 55 کے تحت تفسیر میں گزر چکا ہے۔

وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًاۚ(۱۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے گا اور قیامت کے دن وہ (عیسیٰ) ان پر گواہ ہوں گے۔

﴿اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ: مگر وہ اس پر ایمان لائے گا۔﴾ اس آیت کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کو اپنی موت کے وقت جب عذاب کے فرشتے نظر آتے ہیں تو وہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آتے ہیں اور اس وقت کا ایمان مقبول و معتبر نہیں۔

(قرطبی، النساء، تحت الآیة: ۱۵۹، ۳/۲۹۸، الجزء الخامس، جلالین، النساء، تحت الآیة: ۱۵۹، ص ۹۱، ملتقطاً)

لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر کتابی اپنی موت سے پہلے اللہ تعالیٰ یا نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے گا لیکن موت کے وقت کا ایمان مقبول نہیں، اور اس سے کچھ نفع نہ ہوگا۔

(بغوی، النساء، تحت الآیة: ۱۵۹، ۱/۳۹۷)

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات سے پہلے ہر یہودی اور عیسائی اور وہ افراد جو غیرِ خدا

کی عبادت کرتے ہوں گے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آئیں گے حتی کہ اس وقت ایک ہی دین، دینِ اسلام ہوگا۔ اور یہ اس وقت ہوگا کہ جب آخری زمانے میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے۔ اُس وقت حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شریعتِ محمدیہ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مطابق حکم کریں گے اور دینِ محمدی کے اماموں میں سے ایک امام کی حیثیت میں ہوں گے اور عیسائیوں نے ان کے متعلق جو گمان باندھ رکھے ہیں انہیں باطل فرمائیں گے، دینِ محمدی کی اشاعت کریں گے اور اس وقت یہود و نصاریٰ کو یا تو اسلام قبول کرنا ہوگا یا قتل کر ڈالے جائیں گے، جزیہ قبول کرنے کا حکم حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے نزول کرنے کے وقت تک ہے۔ (بغوی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۱/۳۹۷، خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۱/۴۴۸-۴۴۹، صاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۱/۴۵۶، ملتقطاً)

اس قول سے معلوم ہوا کہ ابھی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات واقع نہیں ہوئی کیونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات سے پہلے سارے اہلِ کتاب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لائیں گے۔ حالانکہ ابھی یہودی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان نہیں لائے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام قریبِ قیامت زمین پر تشریف لائیں گے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اس آمد پر سارے یہودی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لے آئیں گے اس طرح کہ سب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک کلمہ ہونے کا اقرار کر کے مسلمان ہو جائیں گے۔

﴿ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا : وہ ان پر گواہ ہوں گے۔﴾ یعنی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام قیامت کے دن یہودیوں پر تو یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حق میں زبانِ طعن دراز کی اور نصاریٰ پر یہ گواہی دیں گے کہ اُنہوں نے آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو رب ٹھہرایا اور خدا عَزَّوَجَلَّ کا شریک جانا جبکہ اہلِ کتاب میں سے جو لوگ ایمان لے آئیں گے ان کے ایمان کی بھی آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شہادت دیں گے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَثِیْرًا ﴿۱۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو یہودیوں کے بڑے ظلم کے سبب ہم نے وہ بعض ستھری چیزیں کہ ان کے لئے حلال تھیں ان پر

حرام فرما دیں اور اس لئے کہ انہوں نے بہتوں کو اللہ کی راہ سے روکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو یہودیوں کے بڑے ظلم کی وجہ سے اور ان کے بہت سے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ بعض پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو ان کے لئے حلال تھیں۔

﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا : تو یہودیوں کے بڑے ظلم کی وجہ سے۔﴾ یہودیوں کی کرتوتیں اوپر بیان کی گئیں اور اس آیت میں ان کے جرائم کی سزا کی ایک صورت یہ بیان فرمائی گئی کہ ان کی زیادتیوں کی وجہ سے ان پر کئی حلال چیزیں بھی حرام کردی گئیں۔

وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لئے کہ وہ سود لیتے حالانکہ وہ اس سے منع کیے گئے تھے اور لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے اور ان میں جو کافر ہوئے ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس لئے (حرام کیں) کہ وہ سود لیتے حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور وہ باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے تھے اور ان میں سے کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا : اور ان کے سود لینے کی وجہ سے۔﴾ یہودیوں میں اعتقادی خرابیوں کے ساتھ عملی برائیاں بھی موجود تھیں چنانچہ سود کھانا اور رشوت لینا ان میں عام تھا۔ فیصلہ کرنے میں رشوت لیتے حتّٰی کہ رشوت کی خاطر شرعی احکام بھی بدل دیتے۔

سود اور رشوت کی مذمت

اس آیت سے سود کی حرمت اور رشوت کی قباحت و خباثت بھی معلوم ہوئی۔ سود لینا شدید حرام ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک سود ستر

گناہوں کا مجموعہ ہے، ان میں سب سے چھوٹا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔

(ابن ماجه، کتاب التجارات، باب التغليظ فی الربا، ۳/۷۲، الحديث: ۲۲۷٤)

سود سے متعلق مزید کلام سورۂ بقرہ آیت نمبر 275 تا 278 اور سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 130 کے تحت گزر چکا ہے، اور رشوت کے بارے میں حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ’’سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رشوت لینے والے، دینے والے اور اُن کے مابین لین دین میں مدد کرنے والے پر لعنت فرمائی۔

(مسند امام احمد، مسند الانصار، ومن حديث ثوبان رضی الله تعالی عنه، ۸/۳۲۷، الحديث: ۲۲٤٦۲)

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓىٕكَ سَنُؤْتِیْهِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۱۶۲﴾ ع

ع ۲۲ ۲

ترجمۂ کنزالایمان: ہاں جو اُن میں علم میں پکے اور ایمان والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اُترا اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللّٰہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لیکن اُن میں علم میں پختگی والے اور ایمان والے ایمان لاتے ہیں اُس پر جو، اے حبیب! تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللّٰہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

﴿لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ: لیکن ان میں علم میں پختگی والے۔﴾ یہودیوں کی اکثریت گمراہ اور بدکردار تھی لیکن ان میں کچھ لوگ اچھے بھی تھے جیسے حضرت عبداللّٰہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور اُن کے ساتھی جو گزشتہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان، راسخ و مضبوط علم، صاف عقل اور کامل بصیرت رکھتے تھے، انہوں نے اپنے علم سے دینِ اسلام کی حقانیت کو جانا اور سیدُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے۔

راسخ فی العلم کی تعریف

رَاسِخٌ فِی الْعِلْمِ وہ عالم ہے جس کا علم اس کے دل میں اتر گیا ہو جیسے مضبوط درخت وہ ہے جس کی جڑیں زمین میں جگہ پکڑ چکی ہوں، اس سے مراد خوش عقیدہ اور باعمل علماء ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالمِ باعمل کا ثواب دوسروں سے زیادہ ہے کیونکہ باعمل عالم خود بھی نیک ہے اور وہ دوسروں کو بھی نیک بنادیتا ہے۔ چاہیے کہ عالم کا عمل سنتِ نبوی کا نمونہ ہو اور اس کی ہرادا تبلیغ کرے۔ اس سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ بے دین یا بے عمل عالم کا عذاب بھی دوسروں سے زیادہ ہے کیونکہ وہ گمراہ بھی ہے اور گمراہ گن بھی اور اس کی بدعملی دوسروں کو بھی بدعمل بنادے گی۔

اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰى وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَۚ وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًاۚ(۱۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اے محبوب ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کو وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

﴿اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ: بیشک ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا تھا کہ اُن کے لئے آسمان سے یکبارگی کتاب نازل کی جائے تو وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پر ایمان لے آئیں گے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ان پر حُجت قائم کی گئی کہ

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سوا بکثرت انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں جن میں سے گیارہ کے اَسماء شریفہ یہاں آیت میں بیان فرمائے گئے ہیں، اہلِ کتاب اُن سب کی نبوت کو مانتے ہیں، تو جب اس وجہ سے ان میں سے متعدد کی نبوت تسلیم کرنے میں اہلِ کتاب کو کچھ پس وپیش نہ ہوا تو امامُ الانبیاء، سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت تسلیم کرنے میں کیا عذر ہے؟ نیز رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھیجنے کا مقصد مخلوق کی ہدایت اور ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید ومعرفت کا درس دینا اور ایمان کی تکمیل اور عبادت کے طریقوں کی تعلیم ہے اور کتاب کے مُتَفَرِّق طور پر نازل ہونے سے یہ مقصد بڑے کامل طریقے سے حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ تھوڑا تھوڑا بہ آسانی دل نشین ہوتا چلا جاتا ہے، اس حکمت کو نہ سمجھنا اور اعتراض کرنا کمال درجے کی حماقت ہے۔ سُبْحَانَ اللہ! کیسا دل نشین اور پیارا جواب ہے۔

وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا (۱۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور رسولوں کو جن کا ذکر آگے ہم تم سے فرما چکے اور ان کو جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (ہم نے بھیجے) بہت سے ایسے رسول جن کا ذکر ہم تم سے پہلے فرما چکے اور بہت سے وہ رسول جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا۔

﴿وَرُسُلًا: اور بہت سے رسول۔﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ بہت سے رسول وہ ہیں جن کا قرآن شریف میں نام لے کر ذکر ہو چکا اور بہت سے وہ ہیں جن کا اب تک ان کے ناموں کی تفصیل کے ساتھ قرآنِ پاک میں ذکر نہیں فرمایا گیا۔ ان سب رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں وہ کتنے ہیں جن پر یکبارگی کتاب اتری۔ تو جب سب نبیوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر یکبارگی کتاب نہیں اتری تو نبیِ آخرالزّمان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یکبارگی کتاب نہ اترنا یہودیوں کیلئے کیوں باعثِ اعتراض بنا ہوا ہے؟

﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا: اور اللہ نے موسیٰ سے کلام فرمایا۔﴾ یہ بھی یہودیوں کے اعتراض کے جواب کا حصہ ہے کہ

جس طرح حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے بے واسطہ کلام فرمانا دوسرے انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت کیلئے انکار کا ذریعہ نہیں ہوسکتا جن سے اس طرح کلام نہیں فرمایا گیا تو ایسے ہی حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر کتاب کا یکبارگی نازل ہونا بھی دوسرے انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت کے انکار کا ذریعہ نہیں ہوسکتا۔(خازن، النساء، تحت الآیة: ١٦٤، ١/ ٤٥٢)

آیت کے اس حصے سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضرت موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام انبیاءِ بنی اسرائیل عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں بہت شان والے ہیں کہ ان کا ذکر خصوصیت سے علیحدہ ہوا۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خاص عظمتیں بخشی ہیں، ایک نبی کی خصوصیت تمام نبیوں میں ڈھونڈنا غلطی ہے جیسے ہر نبی کَلِیْمُ اللہ نہیں۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (ہم نے) رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے (بھیجے) تاکہ رسولوں (کو بھیجنے) کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کے لئے کوئی عذر (باقی) نہ رہے اور اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ: رسول بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے۔﴾ رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تشریف آوری کا مقصد نیک اعمال پر ثواب کی بشارت اور برے اعمال پر عذاب سے ڈرانا ہے اور ایک حکمت یہ ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تشریف آوری کے بعد لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ مل سکے کہ اگر ہمارے پاس رسول آتے تو ہم ضرور ان کا حکم مانتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مطیع و فرمانبردار ہوتے۔ اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کی بِعْثَت سے پہلے مخلوق پر عذاب نہیں فرماتا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں۔

(بنی اسرائیل: ۱۵)

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: لیکن اے محبوب اللہ اس کا گواہ ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا وہ اس نے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے گواہ ہیں اور اللہ کی گواہی کافی۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: لیکن اے حبیب! اللہ گواہی دیتا ہے اس کی جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا، اس نے اسے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور فرشتے گواہی دیتے ہیں اور اللہ کافی گواہ ہے۔

﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ: لیکن اللہ گواہی دیتا ہے۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں دو طرح کے اقوال ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے

(1)...... مَشْهُوْدٌ لَهٗ یعنی جس کے حق میں گواہی دی جارہی ہے وہ قرآنِ پاک ہے کیونکہ یہودیوں نے آسمان سے یکبارگی کتاب اتارنے کا مطالبہ کیا تھا (النساء، آیت ۱۵۳)

اس آیت میں ان کے مطالبے کا جواب ہے۔ اس صورت میں مفہوم یہ بنتا ہے کہ یہودی اگرچہ قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کو نہ مانیں لیکن اے حبیب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی طرف اترنے والے قرآن کی حقانیت کی گواہی دیتا ہے اور اس کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نازل ہونے کے فرشتے بھی گواہ ہیں، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی گواہی کافی ہے۔

(2)...... دوسرا مفہوم یہ ہے کہ مَشْهُوْدٌ لَهٗ یعنی جس کے حق میں گواہی ہے وہ خَاتَمُ الْمُرْسَلِين صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی نبوت ہے اور جس کے ذریعے گواہی دی جارہی ہے وہ قرآنِ پاک ہے اور معنیٰ یہ بنا کہ یہودیوں نے تاجدارِ رسالت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی گواہی قرآن کے ذریعے دی اور فرشتے بھی نبوت پر گواہ ہوئے۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية: ۱۶۶، ۴/۲۶۸-۲۶۹، صاوی، النساء، تحت الآية: ۱۶۶، ۲/۴۶۰، ملتقطاً)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی گواہی یہ ہے کہ اس نے گزشتہ کتابوں میں سرکارِ دوعالم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خبر دی اور سرکارِ کائنات صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کو معجزات عطا فرمائے جیسے وزیر یا حاکم کا شاہی تمغہ بادشاہ کی گواہی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿۱۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ دور کی گمراہی میں پڑے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ دور کی گمراہی میں جا پڑے۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: بیشک جنہوں نے کفر کیا۔﴾ یہاں یہودیوں کی حالت کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کیا اور حضور تاجدارِ انبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت چھپا کر اور لوگوں کے دلوں میں شبہ ڈال کر لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ سے روکا، بے شک وہ ان حرکتوں کی وجہ سے دور کی گمراہی میں جا پڑے کیونکہ ان میں گمراہ ہونا اور گمراہ کرنا دونوں چیزیں جمع ہو گئیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۱۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور حد سے بڑھے اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا نہ انہیں کوئی راہ دکھائے۔ مگر جہنم کا راستہ کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کسی راستے کی ہدایت فرمائے گا۔ مگر جہنم کے راستے (کی) جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: بیشک جنہوں نے کفر کیا۔﴾ یہاں بھی یہودیوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کفر اور کتابِ الٰہی یعنی توریت میں موجود سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف بدل کر اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا انکار کر کے ظلم کیا تو ایسے لوگ جب تک اپنے کفر پر قائم رہیں اور کفر پر مریں ان کی بخشش کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ انہیں کسی صحیح راہ کی ہدایت ملے گی البتہ جہنم کا راستہ ان کیلئے ضرور کھلا ہوا ہے اور وہ بالکل واضح ہو گا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو اور اگر تم کفر کرو تو بیشک اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللّٰہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تشریف لائے تو ایمان لاؤ، تمہارے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم کفر کرو گے تو بیشک اللّٰہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللّٰہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ: بیشک تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تشریف لے آئے۔﴾ تمام بنی نوعِ انسان کو عظیم خوشخبری سنائی جارہی ہے کہ اے لوگو! تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حق کے ساتھ تشریف لا چکے، وہ خود بھی حق ہیں اور ان کا ہر قول، ہر ادا حق ہے، ان کی شریعت حق ہے، ان کی طبیعت حق ہے، ان کی تعلیم حق ہے، وہاں باطل کا گزر نہیں۔ لہٰذا ان پر ایمان لے آؤ، اس میں تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے اور اگر تم خاتَمُ الْمُرْسَلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی رسالت کا انکار کرو گے تو اس میں ان کا کچھ ضرر نہیں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے۔

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ٘ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ﳜ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌؕ

اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے کتاب والو اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ پر نہ کہو مگر سچ، مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو اللہ تو ایک ہی خدا ہے پاکی اُسے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہو اسی کا مال ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ کافی کارساز ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے کتاب والو! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ پر سچ کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ بیشک مسیح، مریم کا بیٹا عیسیٰ صرف اللہ کا رسول اور اس کا ایک کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک خاص روح ہے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو (کہ معبود) تین ہیں۔ (اس سے) باز رہو، (یہ) تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللہ ہی ایک معبود ہے، وہ پاک ہے اس سے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے۔

﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ: اے اہلِ کتاب۔﴾ اس سے پہلے والی آیات میں یہودیوں کی دین میں زیادتیوں اور ان کے جرائم کو بیان فرمایا، اب عیسائیوں کے دین میں غُلُو اور حد سے بڑھنے کے بارے میں بیان فرمایا جارہا ہے۔

عیسائیوں کے فرقے اور ان کے عقائد

عیسائی چار بڑے فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے (1) یعقوبیہ۔ (2) ملکانیہ۔ (3) نسطوریہ۔ (4) مرقوسیہ۔ ان میں سے ہر ایک حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں جداگانہ کفریہ عقیدہ رکھتا تھا۔ **یعقوبیہ** اور **ملکانیہ** حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کہتے تھے۔ **نسطوریہ** حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے جبکہ **مرقوسیہ** فرقے کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ تین میں سے تیسرے ہیں، اور اس جملے کا کیا مطلب ہے اس میں بھی ان میں اختلاف تھا، بعض تین

اُقْنُوم (یعنی وجود) مانتے تھے اور کہتے تھے کہ باپ، بیٹا، روحُ القدس تین ہیں اور باپ سے ذات، بیٹے سے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور روحُ القدس سے ان میں حُلُول کرنے والی حیات مراد لیتے تھے گویا کہ اُن کے نزدیک اِلٰہ تین تھے اور اس تین کو ایک بتاتے تھے۔ بعض کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ناسُوتِیَّت (یعنی انسانیت) اور اُلُوہیت کے جامع ہیں، ماں کی طرف سے اُن میں ناسوتیت آئی اور باپ کی طرف سے الوہیت آئی ''تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا'' (اللہ تعالیٰ ظالموں کی بات سے پاک اور بہت ہی بلند و بالا ہے) یہ فرقہ بندی عیسائیوں میں ایک یہودی نے پیدا کی جس کا نام بُولَس تھا، اُس نے اُنہیں گمراہ کرنے کے لیے اس طرح کے عقیدوں کی تعلیم دی۔ (خازن، النساء، تحت الآية: ١٧١، ١/٤٥٤)

اس آیت میں اہلِ کتاب کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں اِفراط وتفریط سے باز رہیں، انہیں خدا اور خدا کا بیٹا بھی نہ کہیں اور حلول و اِتّحاد کے عیب لگا کر ان کی تَنقیص بھی نہ کریں، بلکہ ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے بیٹے ہیں، ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی نسب نہیں، صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کا ایک کلمہ ہیں جو رب تعالیٰ نے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی طرف بھیجا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص روح ہیں۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور تصدیق کریں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک ہے، بیٹے اور اولاد سے پاک ہے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کریں اور اس کی کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسولوں میں سے ہیں۔

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ : اور نہ کہو (کہ معبود) تین ہیں۔﴾ بعض عیسائی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، بعض انہیں تیسرا خدا مانتے تھے اور بعض انہیں کو خدا مانتے تھے، ان تینوں فرقوں کی تردید کے لئے یہ آیتِ کریمہ اتری۔ لفظ ''اَللّٰهُ'' میں ایک فرقے کی تردید ہے۔ ''وَاحِدٌ'' میں دوسرے کی اور ''سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ'' میں تیسرے کی۔ عقل مند انسان خود ہی غور کر لے آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، جتنے انسان ہیں سب اسی کے بندے اور مملوک ہیں انہی میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا بھی داخل ہیں اور جب یہ بھی بندے اور مملوک ہیں تو ان کا بیٹا اور بیوی ہونا کیسے مُتَصَوَّر ہو سکتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب بیہودہ باتوں سے پاک اور مُنَزَّہ ہے۔

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓىٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَؕ

وَ مَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا(۱۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: ہرگز مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت نہیں کرتا اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان سب کو اپنی طرف ہانکے گا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: نہ تو مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ عار کرتا ہے اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو عنقریب وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

﴿ لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ : مسیح اللہ کا بندہ بننے سے ہرگز عار نہیں کرتا۔﴾ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے کہا: آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو عیب لگاتے ہیں کہ انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ کہتے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری (بیضاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۷۲، ۲/۲۸۴)

جس میں فرمایا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہونا باعثِ فخر ہے نہ کہ باعثِ شرم۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے نفرت کرنا اور اس میں شرم محسوس کرنا کافر کا کام ہے مسلمان کا نہیں۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ۬ وَّ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا(۱۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کی مزدوری انہیں بھرپور دے کر اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا اور اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے تو (اللہ) انہیں ان کے پورے اجر عطا فرمائے گا اور انہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا اور وہ اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: تو جو ایمان والے ہیں۔﴾ یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندگی کو اپنا اعزاز اور اپنے سر کا تاج سمجھنے والوں یعنی مومنین صالحین کو بشارت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندگی سے نفرت وتکبر کرنے والوں کو وعید بیان کی گئی ہے۔ پہلے گروہ کو بھرپور اجر ملے گا اور اس کے ساتھ ان پر فضلِ الٰہی کی مزید بارش برسے گی جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دیدار بھی شامل ہے۔ اس کے برعکس عباداتِ الٰہی کے منکروں اور اس سے تکبر کرنے والوں کو دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ﴿۱۷۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آ گئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ: اے لوگو!۔﴾ یہاں تمام انسانوں سے خطاب ہے، وہ کہیں کے ہوں اور کبھی بھی ہوں۔

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان کا بیان

اس سے معلوم ہوا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کسی زمانے، کسی جگہ اور کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں۔ عام اعلان فرما دیا گیا، اے لوگو! تمہارے پاس وہ تشریف لائے جو سرتاپا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت کی دلیل ہیں جن کی صداقت پر اُن کے معجزے گواہ ہیں اور وہ منکرین کی عقلوں کو حیران کر دیتے ہیں۔ جس قدر معجزے پہلے پیغمبروں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ملے ان سے زائد حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا ہوئے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ از سرتا قدمِ پاک خود اللہ تعالٰی کی وَحدانیت اور ذات وصفات کی دلیل ہیں چنانچہ

سرکارِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا **بال شریف معجزہ** کہ حضرت خالد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ٹوپی میں رہا تو ان کو ہمیشہ دشمنوں پر فتح ہوتی رہی۔ ہرقل کی پگڑی میں رہا تو اس کے سر کے درد کو آرام رہا۔ حضرت سیدنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بال شریف رکھ دیئے جائیں تا کہ قبر کی مشکل آسان ہو۔ حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وصیت فرمائی کہ مجھے غسل دے کر میری آنکھوں اور لَبوں پر سلطانِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ناخن اور بال شریف رکھ دیئے جائیں تا کہ حسابِ قبر میں آسانی ہو۔ معلوم ہوا کہ بال مبارک قبر کی مشکل آسان کرتے ہیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم بیماروں کو بال مبارک کا غسل شدہ پانی پلایا کرتے تھے۔ حضرت طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر ایک بار بال مبارک پہنچ گئے تو انہوں نے ساری رات ملائکہ کی تسبیح و تہلیل سنی۔

چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو	سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
سایہ اَفگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو	ہم سیہ کاروں پہ یا رب تپشِ محشر میں

آنکھ شریف کا معجزہ کہ قیامت تک کے واقعات کو دیکھا، جنت و دوزخ، عرش و کرسی کو ملاحظہ فرمایا، بلکہ خود ربّ عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا۔ نمازِ کسوف میں جنت و دوزخ کو مسجد کی دیوار میں دیکھا۔ پیچھے مقتدی جو کچھ کریں اس کو ملاحظہ فرما دیں۔ **ناک مبارک کا معجزہ** کہ جس نے محبت کی خوشبو یمن سے آتی ہوئی سونگھی۔ **زبان کا معجزہ** کہ جن کی ہر بات وحیِ خدا اور وہ زبان جو کہ کُن کی کُنجی ہے۔ **منہ کا لُعاب معجزہ** کہ حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر ہانڈی میں ڈال دیا تو ہانڈی کی ترکاری میں برکت ہوئی۔ آٹے میں ڈال دیا تو چار سیر آٹا ہزاروں آدمیوں نے کھایا پھر بھی اُتنا ہی رہا۔ خیبر میں حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی دُکھتی آنکھ میں لگا دیا تو آنکھ کو آرام ہو گیا۔ حضرت صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاؤں میں غار میں سانپ نے کاٹا اس پر لگا دیا تو اس کو آرام۔ کھاری کنویں میں ڈال دیا تو اس کا پانی میٹھا ہو گیا۔ **ہاتھ مبارک بھی دلیل** کہ بدر کے دن ایک مٹھی کنکر کفار کو مارے تو ربّ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''آپ نے نہ پھینکے بلکہ ہم نے پھینکے۔ اسی ہاتھ میں آکر کنکروں نے کلمہ شریف پڑھا۔ اس ہاتھ سے بیعت لی گئی تو ربّ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ ''ان کے ہاتھوں پر ہمارا ہاتھ ہے۔ **انگلیاں معجزہ** کہ ایک پیالہ پانی میں انگلیاں رکھ دیں، اس سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ انگلی ہی کے اشارے سے چاند چیر دیا۔

پاؤں مبارک بھی معجزہ کہ پتھر پر چلیں تو پتھر ان کا اثر لے لے اور فرش پر بھی چلیں اور عرش پر بھی۔ غرض کہ ان کا ہر ہر عُضوِ پاک اور ہر ہر بال مبارک رب عَزَّوَجَلَّ کے پہچاننے کی دلیل ہے۔ پسینہ مبارک معجزہ کہ جس میں گلاب کی بے مثل خوشبو۔ جاگنا اور سونا معجزہ کہ ہر ایک کی نیند وضو توڑ دے مگر سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نیند وضو نہیں توڑتی۔ تمام جسم پاک سایہ سے محفوظ کہ سایہ بھی کسی کے قدم کے نیچے نہ آئے غرض کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہر وصف معجزہ اور ہر حالت رب تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے۔

﴿وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا: اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔﴾ روشن نور سے مراد قرآنِ پاک ہے جو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے ہمیں ملا۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍۙ وَّ یَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًاؕ(۱۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی رسی مضبوط تھامی تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کی رسی مضبوطی سے تھام لی تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔

﴿فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍ: تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا۔﴾ ایمان والوں کو رحمت، فضل اور سیدھے راستے کی بشارت عطا فرمائی گئی ہے۔ رحمت جنت ہے اور فضل جنت میں کرم بالائے کرم والے اُمور ہیں اور سیدھا راستہ دینِ اسلام ہے جو سیدھا قربِ الٰہی تک لیجاتا ہے۔

یَسْتَفْتُوْنَكَؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَیْسَ لَهٗ

وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

رکوع ۲۴ | ۵

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں سے اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر اللہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کسی مرد کا انتقال ہو جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی (حصہ ہوگا) اور اگر بھائی بہن ہوں (جن میں) مرد بھی (ہوں) اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم بھٹک نہ جاؤ اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

﴿ **يَسْتَفْتُوْنَكَ:** تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔﴾ آیتِ مبارکہ میں کَلالَہ کی وراثت کا بیان کیا گیا ہے۔ کَلالَہ اس کو کہتے ہیں جو اپنے بعد نہ باپ چھوڑے، نہ اولاد۔ اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیمار تھے تو سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ

ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے، حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بے ہوش تھے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وضو فرما کر اس کا پانی اُن پر ڈالا تو انہیں اِفاقہ ہوا (آنکھ کھول کر دیکھا تو نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف فرما تھے)۔ عرض کیا، یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں اپنے مال کا کیا انتظام کروں؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (بخاری، کتاب الفرائض، باب قول اللّٰہ تعالی: یوصیکم اللّٰہ... الخ، ۳۱۲/۴، الحدیث: ۶۷۲۳، مسلم، کتاب الفرائض، باب میراث الکلالۃ، ص ۸۷۲، الحدیث: ۵(۱۶۱۶))

ابوداوٗد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا، اے جابر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، میرے علم میں تمہاری موت اس بیماری سے نہیں ہے۔

(ابو داؤد، کتاب الفرائض، باب من کان لیس له ولد وله اخوات، ۱۶۵/۳، الحدیث: ۲۸۸۷)

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔

(1)...... بزرگوں کا وضو کا پانی تبرُّک ہے اور اس کو حُصولِ شِفا کے لئے استعمال کرنا سنت ہے۔

(2)...... مریضوں کی عیادت سنت ہے۔

(3)...... نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے عُلومِ غیب عطا فرمائے ہیں اس لئے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو معلوم تھا کہ حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی موت اس مرض میں نہیں ہے۔

کلالہ کی وراثت کے احکام

آیت میں جو مسائل بیان ہوئے ان کا خلاصہ و وضاحت یہ ہے:

(1)...... اگر کوئی شخص فوت ہو اور اس کے ورثاء میں باپ اور اولاد نہ ہو تو سگی اور باپ شریک بہن کو وراثت سے مال کا آدھا حصہ ملے گا جبکہ صرف ایک ہو اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی حصہ ملے گا۔

(2)...... اور اگر بہن فوت ہوئی اور ورثاء میں نہ باپ ہو نہ اولاد تو بھائی اُس کے کل مال کا وارث ہوگا۔

(3)...... اگر فوت ہونے والے نے بہن بھائی دونوں چھوڑے تو بھائی کو بہن سے دُگنا حصہ ملے گا۔

اہم تنبیہ: وراثت کے مسائل میں بہت وسعت اور قُیود ہوتی ہیں۔ آیت میں جو صورتیں موجود تھیں ان کو بیان کر دیا لیکن اگر وراثت کا کوئی مسئلہ درپیش ہو تو بغیر کسی ماہرِ میراث عالم کے خود حل نہ نکالیں۔

سورۂ مائدہ کا تعارف

مقامِ نزول

سورۂ مائدہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے، البتہ یہ آیت ’’ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ ‘‘ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ میں اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ (خازن، تفسیر سورۃ المائدۃ، ۱/۴۵۸)

آیات اور حروف کی تعداد

اس سورت میں 16 رکوع، 120 آیتیں، 12464 حروف ہیں۔

’’مائدہ‘‘ نام رکھے جانے کی وجہ

عربی میں دسترخوان کو ’’مائدہ‘‘ کہتے ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر 112 تا 115 میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حواریوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے آسمان سے مائدہ یعنی کھانے کے ایک دسترخوان کے نزول کا مطالبہ کیا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ سے مائدہ کے نازل ہونے کی دعا کی، اس واقعے کی مناسبت سے اس سورت کا نام ’’سورۂ مائدہ‘‘ رکھا گیا۔

سورۂ مائدہ کے فضائل

(1)......اس سورت کی ایک آیتِ مبارکہ کے بارے میں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا ’’اے امیر المؤمنین! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ اپنی کتاب میں ایک آیت کی تلاوت کرتے ہیں، اگر وہ آیت ہم یہودیوں کے گروہ پر نازل ہوئی ہوتی تو (جس دن یہ نازل ہوتی) ہم اس دن کو عید بناتے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’وہ کون سی آیت ہے؟ اس یہودی نے عرض کی (وہ یہ آیت ہے)

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ:۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''ہم اس دن اور اس جگہ کو بھی جانتے ہیں جس میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ آیت نازل ہوئی، (جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت) حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جمعہ کے دن عرفات کے میدان میں مقیم تھے (اور جمعہ و عرفہ دونوں مسلمانوں کی عید کے دن ہیں۔)

(بخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان و نقصانہ، ۲۸/۱، الحدیث: ۴۵)

(2)......حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ''جب حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر سورۂ مائدہ نازل ہوئی اور اس وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی سواری پر سوار تھے تو سواری میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رہی اس لئے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سواری سے نیچے تشریف لے آئے۔

(مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہما، ۵۸۹/۲، الحدیث: ۶۶۵۴)

(3)......حضرت مجاہد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''تم اپنے مَردوں کو سورۂ مائدہ اور عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ۔

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ۴۶۹/۲، الحدیث: ۲۴۲۸)

علامہ عبد الرؤف مناوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''سورۂ مائدہ میں چونکہ مردوں کے لئے بہت (زجر و توبیخ) ڈانٹ ڈپٹ ہے اس لئے انہیں سورہ مائدہ سکھانے کا حکم دیا گیا اور سورۂ نور میں عورتوں کے لئے بہت (زجر و توبیخ) ڈانٹ ڈپٹ ہے کہ اس میں واقعہ اِفک اور زینت کے مقام ظاہر کرنے کی حرمت وغیرہ ان چیزوں کا بیان ہے جو عورتوں سے متعلق ہیں، اس لئے انہیں سورۂ نور سکھانے کا حکم دیا گیا۔ (فیض القدیر، حرف العین، ۴۳۳/۴، تحت الحدیث: ۵۴۸۲)

سورۂ مائدہ کے مضامین

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں یہودیوں اور عیسائیوں کے باطل عقائد و نظریات ذکر کر کے ان کا رد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)......مسلمانوں کو تمام جائز معاہدے پورا کرنے کا حکم دیا گیا اور ان جانوروں کے بارے میں بتایا گیا جو مسلمانوں

پر حرام ہیں اور جو مسلمانوں کے لئے حلال ہیں۔

(2)...... وضو، غسل اور تیمم کے احکام بیان کئے گئے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے اور ناانصافی کرنے سے بچنے کا حکم دیا گیا۔

(3)...... بنی اسرائیل سے عہد لینے، ان کے عہد کی خلاف ورزی کرنے اور اس کے انجام کو بیان کیا گیا۔

(4)...... بنی اسرائیل کا جبّارین سے جہاد نہ کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

(5)...... چوری کرنے اور ڈاکہ ڈالنے کی سزا کا بیان، شراب اور جوئے کی حرمت کا بیان، قسم کے کفّارے کا بیان، احرام کی حالت میں شکار کے احکام۔ قرآن کے احکامات پر عمل کو ترک کرنے کی وعید، یہودیوں، عیسائیوں، منافقوں اور مشرکوں سے ہونے والی بحث کا بیان ہے۔

(6)...... مسلمانوں کو اپنی اصلاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اصلاح کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی فرمایا گیا کہ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کی جائے اور گناہ وسرکشی کے کاموں پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون حرام ہے، کفار کے ساتھ دوستی کرنا حرام ہے نیز گواہی کے متعلق فرمایا کہ گواہی دینے والا عادل ہو اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے اور مسلمانوں کے درمیان مساوات قائم کی جائے۔

(7)...... اللہ تعالیٰ کا دین ایک ہی ہے اگرچہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت اور ان کے طریقے مختلف تھے۔

(8)...... نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پوری مخلوق کو عام ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عام تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(9)...... عبرت اور نصیحت کے لئے اس سورت میں یہ تین واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ (1) حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور بنی اسرائیل کا واقعہ۔ (2) حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دو بیٹوں قابیل اور ہابیل کا واقعہ۔ (3) حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے معجزے ''کھانے کے دستر خوان'' کے نازل ہونے کا واقعہ۔

سورۂ نساء کے ساتھ مناسبت

سورہ مائدہ کی اپنے سے ماقبل سورت ''نساء'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورۂ نساء میں مختلف صریح اور ضمنی معاہدے بیان کئے گئے تھے جیسے نکاح اور مہر کے معاہدے، وصیت، امانت، وکالت، عاریت، اجارہ وغیرہ کے معاہدے اور سورۂ مائدہ میں ان معاہدوں کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (تناسق الدرر، سورة المائدة، ص ٨١)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ۬ اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَهِیۡمَۃُ الۡاَنۡعَامِ اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ غَیۡرَ مُحِلِّی الصَّیۡدِ وَ اَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنے قول پورے کرو تمہارے لئے حلال ہوئے بے زبان مویشی مگر وہ جو آگے سنایا جائے گا تم کو لیکن شکار حلال نہ سمجھو جب تم احرام میں ہو بیشک اللہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! تمام عہد پورے کیا کرو۔ تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کردیے گئے سوائے ان کے جو (آگے) تمہارے سامنے بیان کئے جائیں گے لیکن احرام کی حالت میں شکار حلال نہ سمجھو۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے۔

﴿اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ: تمام عہد پورے کرو۔﴾ عقود کا معنیٰ عہد ہیں، انہیں پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مراد کون سے عہد ہیں اس بارے میں مفسرین کے چند اقوال ہیں:

(1)......امام ابن جریج رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ یہاں اہلِ کتاب کو خطاب فرمایا گیا ہے اور معنیٰ یہ ہیں کہ اے اہلِ کتاب کے مومنو! میں نے گزشتہ کتابوں میں سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے کے متعلق جو تم سے عہد لئے ہیں وہ پورے کرو۔

(2)......بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت میں خطاب مؤمنین کو ہے، انہیں اپنے عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(3)......حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ان عقود یعنی عہدوں سے مراد ایمان اور وہ عہد ہیں جو حرام وحلال کے متعلق قرآنِ پاک میں لئے گئے۔

(4)......بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس میں مومنین کے باہمی معاہدے مراد ہیں۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۱/۴۵۸)

﴿ اُحِلَّتْ لَكُمْ :تمہارے لئے حلال کردیئے گئے۔﴾ یہاں سے حلال جانوروں کا بیان کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ جن کی حرمت شریعت میں بیان ہوئی ہے ان کے سوا تمام چوپائے تمہارے لئے حلال کئے گئے۔ اس میں ان کفار کا رد ہے جو بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور بَحیرہ، سائبہ وغیرہ کو حرام سمجھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرام صرف وہ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حرام فرما دیں۔ حلال کے لئے خاص دلیل کی ضرورت نہیں، کسی چیز کا حرام نہ ہونا ہی حلال کی دلیل ہے جس طرح اس آیت میں واضح طور پر فرما دیا گیا۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو مسلمانوں کے پاکیزہ کھانوں کو حیلے بہانوں سے حرام بلکہ شرک قرار دیتے رہتے ہیں۔

﴿وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ :اور تم حالتِ احرام میں ہو۔﴾ احرام کی حالت میں خشکی کا شکار کرنا حرام ہے جبکہ دریائی شکار جائز ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل واما بیان انواعه، ۲/۴۲۷)

خیال رہے کہ مُحْرِم (یعنی احرام والے) کا شکار کیا ہوا نہ مُحْرِم کو حلال ہے نہ غیر کو، احرام خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا۔ اس سورۃ کے آخر میں بھی مُحْرِم کے شکار کے مسائل کا بیان آئے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ وَ لَا الْقَلَآىِٕدَ وَ لَاۤ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ②

وقف لازم

الربع

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو حلال نہ ٹھہرالو اللہ کے نشان اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں اور نہ جن کے گلے میں علامتیں آویزاں اور نہ ان کا مال آبرو جو عزت والے گھر کا قصد کرکے آئیں اپنے رب کا فضل اوراس کی خوشی چاہتے اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی عداوت کہ انہوں نے تم کو مسجدِ حرام سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ ابھارے اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کی نشانیاں حلال نہ ٹھہرالو اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی گئی قربانیاں اور (نہ حرم میں لائے جانے والے وہ جانور) جن کے گلے میں علامتی پٹے ہوں اور نہ ادب والے گھر کا قصد کرکے آنے والوں (کے مال وعزت) کو جو اپنے رب کا فضل اوراس کی رضا تلاش کرتے ہیں اور جب احرام سے باہر جاؤ تو شکار کر سکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے زیادتی کرنے پر نہ ابھارے کہ انہوں نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

﴿لَا تُحِلُّوْا شَعَآىٕرَ اللّٰهِ : اللہ کی نشانیاں حلال نہ ٹھہرالو۔﴾ اس آیت میں دین کی نشانیوں کی قدر کرنے کا حکم فرمایا ہے اور معنیٰ یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرض کیں اور جو منع فرمائیں سب کی حرمت کا لحاظ رکھو۔ نیز جو چیزیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیاں قرار پا جائیں ان کا احترام کرنا بہت ضروری ہے لہٰذا دینی عظمت والی چیزوں کا احترام کیا جائے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ (الحج:۳۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔

اس شَعَائِرَ اللّٰہ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں میں خانہ کعبہ، قرآنِ پاک، مساجد، اذان، بزرگوں کے مزارات وغیرہ سب ہی داخل ہیں بلکہ جس چیز کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندوں سے نسبت ہو جائے وہ بھی شَعَائِرَ اللّٰہ بن جاتی ہے جیسے حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے قدم صفا و مروہ پہاڑوں پر پڑے تو وہ پہاڑ شَعَائِرَ اللّٰہ بن گئے اور ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ نے فرما دیا:

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِ (البقرہ:۱۵۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں۔

﴿وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ : اور نہ حرمت والے مہینوں کو۔﴾ فرمایا گیا کہ حرمت والے مہینوں کو حلال نہ ٹھہرالو۔ محترم مہینے چار ہیں، رجب، ذیقعد، ذوالحجہ اور محرم۔ زمانہ جاہلیت میں بھی کفار ان کا ادب کرتے تھے اور اسلام نے بھی ان کا احترام

باقی رکھا۔ یاد رہے کہ اولاً اسلام میں ان مہینوں میں جنگ حرام تھی، اب ہر وقت جہاد ہو سکتا ہے، لیکن ان کا احترام بدستور باقی ہے۔ اس کی تفصیل سورۂ توبہ، آیت نمبر 36 میں آئے گی۔

﴿ وَلَا الْهَدْیَ وَلَا الْقَلَآىِٕدَ: اور نہ حرم کی قربانیاں اور نہ علامتی پٹے والی قربانیاں۔﴾ عرب کے لوگ قربانیوں کے گلے میں حرم شریف کے درختوں کی چھال وغیرہ سے ہار بُن کر ڈالتے تھے تاکہ دیکھنے والے جان لیں کہ یہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں ہیں اور ان سے چھیڑ خوانی نہ کریں۔ حرم شریف کی اُن قربانیوں کے احترام کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿ وَلَاۤ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ: اور نہ ادب والے گھر کا قصد کرکے آنے والوں (کے مال وعزت) کو ﴾ ادب والے گھر کا قصد کرکے آنے والوں سے مراد حج وعمرہ کرنے کے لئے آنے والے ہیں۔ آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ شُرَیح بن ہند ایک مشہور بدبخت تھا وہ مدینہ طیبہ میں آیا اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مخلوقِ خدا کو کیا دعوت دیتے ہیں؟ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے اور اپنی رسالت کی تصدیق کرنے اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگا، بہت اچھی دعوت ہے، میں اپنے سرداروں سے رائے لے لوں تو میں بھی اسلام لاؤں گا اور انہیں بھی لاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کے آنے سے پہلے ہی اپنے اصحاب کو خبر دے دی تھی کہ قبیلہ ربیعہ کا ایک شخص آنے والا ہے جو شیطانی زبان بولے گا۔ اس کے چلے جانے کے بعد حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ "کافر کا چہرہ لے کر آیا اور غدار و بدعہد کی طرح پیٹھ پھیر کر گیا، یہ اسلام لانے والا نہیں۔ چنانچہ اس نے فریب کیا اور مدینہ شریف سے نکلتے ہوئے وہاں کے مویشی اور اموال لے گیا۔ اگلے سال وہ یمامہ کے حاجیوں کے ساتھ تجارت کا کثیر سامان اور حج کی قَلَادَہ پوش یعنی مخصوص ہار والی قربانیاں لے کر حج کے ارادہ سے نکلا۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے اصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے اسی شُرَیح کو دیکھا اور چاہا کہ مویشی اس سے واپس لے لیں لیکن نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے منع فرما دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲، ۱/۴۵۹) اور حکم دیا گیا کہ جو حج کے ارادے سے نکلا ہو اسے کچھ نہ کہا جائے۔

﴿ وَاِذَا حَلَلْتُمْ: اور جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ۔﴾ احرام سے فارغ ہونے کے بعد حرم شریف سے باہر شکار کرنے کی اجازت ہے۔ یہ حکم درحقیقت ایک اجازت ہے مگر یہ اِباحت (جائز ہونا) ایسی قطعی ہے کہ اس کا منکر کافر ہے۔

﴿ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ :اور تمہیں برانگیختہ نہ کرے۔﴾ مراد یہ ہے کہ اہلِ مکہ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو حُدَیْبِیَہ کے دن عمرہ کرنے سے روکا لیکن تم ان کے اس مُعانِدانہ فعل کا انتقام نہ لو۔ البتہ یہ یاد رہے کہ اب کافر کو مسجدِ حرام سے روکا جائے گا کیونکہ بعد میں ممانعت کا حکم نازل ہو گیا تھا، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

ترجمۂ کنزالعرفان: مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔ (التوبہ:۲۸)

﴿ وَتَعَاوَنُوْا: اور ایک دوسرے کی مدد کرو۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللّٰہ تعالیٰ نے دو باتوں کا حکم دیا ہے (1) نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا۔ (2) گناہ اور زیادتی پر باہمی تعاون نہ کرنے کا۔ بِر سے مراد ہر وہ نیک کام ہے جس کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے اور تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ ہر اس کام سے بچا جائے جس سے شریعت نے روکا ہے۔ اِثم سے مراد گناہ ہے اور عُدْوَان سے مراد اللّٰہ تعالیٰ کی حدود میں حد سے بڑھنا۔ (جلالین، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲، ص۹۴)

ایک قول یہ ہے کہ اِثم سے مراد کفر ہے اور عُدْوَان سے مراد ظلم یا بدعت ہے۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲، ۱/۴۶۱)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں نیکی سے مراد سنت کی پیروی کرنا ہے۔
(صاوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲، ۲/۴۶۹)

حضرت نواس بن سمعان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "میں نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: نیکی حسنِ اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور لوگوں کا اس سے واقف ہونا تجھے ناپسند ہو۔
(ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی البرّ والاثم، ۴/۱۷۳، الحدیث: ۲۳۹۶)

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور گناہ کے کاموں میں مدد نہ کرنے کا حکم

یہ انتہائی جامع آیتِ مبارکہ ہے، نیکی اور تقویٰ میں ان کی تمام اَنواع و اَقسام داخل ہیں اور اِثم اور عُدْوَان میں ہر وہ چیز شامل ہے جو گناہ اور زیادتی کے زُمرے میں آتی ہو۔ علمِ دین کی اشاعت میں وقت، مال، درس و تدریس اور تحریر وغیرہ سے ایک دوسرے کی مدد کرنا، دینِ اسلام کی دعوت اور اس کی تعلیمات دنیا کے ہر گوشے میں پہنچانے کے لئے باہمی تعاون کرنا، اپنی اور دوسروں کی عملی حالت سدھارنے میں کوشش کرنا، نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا، ملک و ملت

کے اجتماعی مفادات میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا، سوشل ورک اور سماجی خدمات سب اس میں داخل ہے۔ گناہ اور ظلم میں کسی کی بھی مدد نہ کرنے کا حکم ہے۔ کسی کا حق مارنے میں دوسروں سے تعاون کرنا، رشوتیں لے کر فیصلے بدل دینا، جھوٹی گواہیاں دینا، بلاوجہ کسی مسلمان کو پھنسا دینا، ظالم کا اس کے ظلم میں ساتھ دینا، حرام و ناجائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں میں کسی بھی طرح شریک ہونا، بدی کے اڈوں میں نوکری کرنا یہ سب ایک طرح سے برائی کے ساتھ تعاون ہے اور ناجائز ہے۔ سُبْحٰنَ اللّٰہ! قرآنِ پاک کی تعلیمات کتنی عمدہ اور اعلیٰ ہیں، اس کا ہر حکم دل کی گہرائیوں میں اترنے والا، اس کی ہر آیت گمراہوں اور گمراہ گروں کے لئے روشنی کا ایک مینار ہے۔ اس کی تعلیمات سے صحیح فائدہ اسی وقت حاصل کیا جا سکتا ہے جب ان پر عمل بھی کیا جائے۔ افسوس، فی زمانہ مسلمانوں کی ایک تعداد عملی طور پر قرآنی تعلیمات سے بہت دور جا چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ سبھی مسلمانوں کو قرآن کے احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّیَةُ وَ النَّطِیْحَةُ وَ مَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ ۟ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْیَوْمَ یَىٕسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِیْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِ ؕ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم پر حرام ہے مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیرِ خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ

کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کرلو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام ہے، آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم پر حرام کردیا گیا ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیرُ اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور وہ جو بغیر دھاری دار چیز (کی چوٹ) سے مارا جائے اور جو بلندی سے گر کر مرا ہو اور جو کسی جانور کے سینگ مارنے سے مرا ہو اور وہ جسے کسی درندے نے کھالیا ہو مگر (درندوں کا شکار کیا ہوا) وہ جانور جنہیں تم نے (زندہ پاکر) ذبح کرلیا ہو اور جو کسی بت کے آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور (حرام ہے) کہ پانسے ڈال کر قسمت معلوم کرو یہ گناہ کا کام ہے۔ آج تمہارے دین کی طرف سے کافر ناامید ہوگئے تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت میں مجبور ہو اس حال میں کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو (تو وہ کھاسکتا ہے۔) تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ: تم پر حرام کردیا گیا ہے۔﴾ سورت کی پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ تم پر چوپائے حلال ہیں سوائے ان چوپایوں کے جو آگے بیان کئے جائیں گے۔ یہاں انہیں کا بیان ہے اور گیارہ چیزوں کے حرام ہونے کا ذکر کیا گیا ہے:

(1)...... مردار یعنی جس جانور کے لیے شریعت میں ذبح کا حکم ہو اور وہ بے ذبح مر جائے۔

(2)...... بہنے والا خون۔

(3)...... سور کا گوشت اور اس کے تمام اجزاء۔

(4)...... وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیرِ خدا کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور جس جانور کو ذبح تو صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام پر کیا گیا ہو مگر دوسرے اوقات میں وہ غیرِ خدا کی طرف منسوب رہا ہو وہ حرام نہیں جیسا کہ عبد اللہ کی گائے، عقیقے کا بکرا، ولیمہ کا جانور یا وہ جانور جن سے اولیاء کی ارواح کو ثواب پہنچانا منظور ہو اُن کو ذبح کے وقت کے علاوہ اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے ناموں کے ساتھ نامزد کیا جائے مگر ذبح اُن کا فقط اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام پر ہو، اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے وہ حلال وطیّب ہیں۔ اس آیت میں صرف اسی کو حرام فرمایا گیا ہے

جس کو ذبح کرتے وقت غیرِ خدا کا نام لیا گیا ہو، جو لوگ ذبح کی قید نہیں لگاتے وہ آیت کے معنیٰ میں غلطی کرتے ہیں اور ان کا قول تمام معتبر تفاسیر اور خود مفہومِ قرآن کے خلاف ہے۔

(5)...... گلا گھونٹ کر مارا ہوا جانور۔

(6)...... وہ جانور جو لاٹھی پتھر، ڈھیلے، گولی چھرے یعنی بغیر دھاردار چیز سے مارا گیا ہو۔

(7)...... جو گر کر مرا ہو خواہ پہاڑ سے یا کنوئیں وغیرہ میں۔

(8)...... وہ جانور جسے دوسرے جانور نے سینگ مارا ہو اور وہ اس کے صدمے سے مر گیا ہو۔

(9)...... وہ جسے کسی درندہ نے تھوڑا سا کھایا ہو اور وہ اس کے زخم کی تکلیف سے مر گیا ہو لیکن اگر یہ جانور مر نہ گئے ہوں اور ایسے واقعات کے بعد زندہ بچ گئے ہوں پھر تم انہیں باقاعدہ ذبح کر لو تو وہ حلال ہیں۔

(10)...... وہ جو کسی بت کے تھان پر بطورِ عبادت کے ذبح کیا گیا ہو جیسا کہ اہلِ جاہلیت نے کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ پتھر نصب کئے تھے جن کی وہ عبادت کرتے اور ان کے لیے ذبح کرتے تھے اور اس ذبح سے اُن کی تعظیم و تَقَرُّب کی نیت کرتے تھے۔ اس صورت کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ طریقہ بطورِ خاص ان میں رائج تھا۔

(11)...... کسی کام وغیرہ کا حکم معلوم کرنے کے لئے پانسہ ڈالنا، زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کو جب سفر یا جنگ یا تجارت یا نکاح وغیرہ کام درپیش ہوتے تو وہ تین تیروں سے پانسے ڈالتے اور جو ''ہاں'' یا ''نہ'' نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے اور اس کو حکمِ الٰہی جانتے۔ ان سب کی ممانعت فرمائی گئی۔

﴿ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ : آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔﴾ تکمیلِ دین سے متعلق یہ آیتِ مبارکہ حَجَّۃُ الوداع میں عرفہ کے روز، جمعہ کے دن، عصر کے بعد نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ حرام و حلال کے جو احکام ہیں وہ اور قیاس کے قانون سب مکمل کر دیئے، اسی لئے اس آیت کے نزول کے بعد بیانِ حلال و حرام کی کوئی آیت نازل نہ ہوئی اگرچہ ''**وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ**'' نازل ہوئی جو وعظ و نصیحت پر مشتمل ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ دین کامل کرنے کے معنی اسلام کو غالب کرنا ہے جس کا یہ اثر ہے کہ حَجَّۃُ الوداع میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہو سکا۔ ایک قول یہ ہے کہ آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے تمہیں دشمن سے امن دی، ایک قول یہ ہے کہ دین کا اِکمال یعنی مکمل کرنا یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہوگا اور قیامت تک باقی رہے گا۔

(خازن، المائدة، تحت الآية: ٣، ١/٤٦٤)

دینی کامیابی کے دن خوشی منانا جائز ہے

اس آیت کے متعلق بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا، اے امیر المومنین! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے، اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن عید مناتے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس سے فرمایا ''کون سی آیت؟ اس یہودی نے یہی آیت ''اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ'' پڑھی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس کے نازل ہونے کے مقام کو بھی پہچانتا ہوں، وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا۔

(بخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان ونقصانہ، ۱/۲۸، الحدیث: ۴۵، مسلم، کتاب التفسیر، ص۱۶۰۹، الحدیث: ۵(۳۰۱۷))

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لئے وہ دن عید ہے۔ نیز ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ جس روز یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں، جمعہ اور عرفہ۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المائدۃ، ۵/۳۳، الحدیث: ۳۰۵۵)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے ثابت ہے ورنہ حضرت عمر اور عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم صاف فرما دیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ عیدِ میلاد منانا جائز ہے کیونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سب سے عظیم نعمت کی یادگار و شکر گزاری ہے۔

﴿ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ: اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔﴾ مراد یہ ہے کہ مکہ مکرمہ فتح فرما کر میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔ مکہ مکرمہ کی فتح اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظیم نعمت تھی۔

﴿وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا: اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔﴾ یعنی میں نے تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کرلیا کہ اس کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں۔

آیت ''وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا'' سے معلوم ہونے والے احکام

اس آیت سے کئی احکام معلوم ہوئے:

پہلا یہ کہ صرف اسلام اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے یعنی جواَب دینِ محمدی کی صورت میں ہے، باقی سب دین اب نا قابلِ قبول ہیں۔

دوسرا یہ کہ اس آیت کے نزول کے بعد قیامت تک اسلام کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہوسکتا۔

تیسرا یہ کہ اصولِ دین میں زیادتی کمی نہیں ہوسکتی۔ اجتہادی فروعی مسئلے ہمیشہ نکلتے رہیں گے۔

چوتھا یہ کہ سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا کیونکہ دین کامل ہو چکا، سورج نکل آنے پر چراغ کی ضرورت نہیں، لہٰذا قادیانی جھوٹے، بے دین اور خدا عَزَّوَجَلَّ کے کلام اور دین کو ناقص سمجھنے والے ہیں۔

پانچواں یہ کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی لاکھوں نیکیاں کرے خدا عَزَّوَجَلَّ کو پیارا نہیں کیونکہ اسلام جڑ ہے اور اعمال شاخیں اور پتے اور جڑ کٹ جانے کے بعد شاخوں اور پتوں کو پانی دینا بے کار ہے۔

﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ : تو جو بھوک پیاس کی شدت میں مجبور ہو۔﴾ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اوپر حرام چیزوں کا بیان کر دیا گیا ہے لیکن جب کھانے پینے کو کوئی حلال چیز مُیَسَّر ہی نہ آئے اور بھوک پیاس کی شدت سے جان پر بن جائے اس وقت جان بچانے کے لئے بقدرِ ضرورت کھانے پینے کی اجازت ہے اس طرح کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھائے اور ضرورت اسی قدر کھانے سے رفع ہو جاتی ہے جس سے خطرۂ جان جاتا رہے۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ ۙ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ٘ فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَیْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝۴

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لئے کیا حلال ہوا تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور جو شکاری جانور تم نے سدھا لیے اُنہیں شکار پر دوڑاتے جو علم تمہیں خدا نے دیا اس میں سے اُنہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے حبیب! تم سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لئے کیا حلال ہوا؟ تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور ان شکاری جانوروں (کا شکار) جنہیں تم نے شکار پر دوڑاتے ہوئے شکار کرنا سکھادیا ہے۔ تم انہیں وہ سکھاتے ہو جس کی اللہ نے تمہیں تعلیم دی ہے تو اس میں سے کھاؤ جو وہ شکار کرکے تمہارے لئے روک دیں اور (شکاری جانور کو چھوڑتے وقت) اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

﴿مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ: اُن کے لئے کیا حلال ہوا؟﴾ یہ آیت حضرت عدی بن حاتم اور حضرت زید بن مہلہل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے حق میں نازل ہوئی جن کا نام سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ''زَیْدُ الْخَیر'' رکھا تھا۔ ان دونوں صاحبوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم لوگ کتے اور باز کے ذریعے سے شکار کرتے ہیں تو کیا ہمارے لئے حلال ہے؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (بغوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۴، ۲/۸)

آیت میں ''طَیِّبَاتْ'' کو حلال فرمایا گیا ہے اور ''طَیِّبَاتْ'' وہ چیزیں ہیں جن کی حرمت قرآن وحدیث اور اِجماع وقیاس میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ طَیِّبَاتْ وہ چیزیں ہیں جن کو سلیمُ الطَّبع لوگ پسند کرتے ہیں اور خبیث وہ چیزیں ہیں جن سے سلیم طبیعتیں نفرت کرتی ہیں۔ (بیضاوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۴، ۲/۲۹۵)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی حرمت پر دلیل نہ ہونا بھی اس کی حلت کے لئے کافی ہے۔

﴿اَلْجَوَارِحِ: شکاری جانور۔﴾ شکاری جانوروں سے کیا ہوا شکار بھی حلال ہے خواہ وہ شکاری جانور درندوں میں سے ہوں جیسے کتے اور چیتے کے شکار یا شکاری جانور کا تعلق پرندوں سے ہو جیسے شکرے، باز، شاہین وغیرہ کے شکار۔ جب اس طرح سدھا کر ان کی تربیت کردی جائے کہ وہ جو شکار کریں اس میں سے نہ کھائیں اور جب شکاری ان کو چھوڑے تب شکار پر جائیں اور جب بلائے واپس آجائیں ایسے شکاری جانوروں کو معلَّم (یعنی سکھایا ہوا) کہتے ہیں۔

﴿مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَیْكُمْ: جو وہ شکار کرکے تمہارے لئے روک دیں۔﴾ یعنی تمہارے سدھائے ہوئے شکاری کتے یا جانور جب شکار کرکے لائیں اور اُس میں سے خود کچھ نہ کھائیں تو اگرچہ جانور مر گیا ہو، تب بھی حلال ہے اور اگر کتے نے کچھ کھالیا ہو تو حرام ہے کہ یہ اس نے اپنے لئے شکار کیا، تمہارے لئے نہیں۔

آیت کا خلاصہ: آیت سے جو معلوم ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے کتا یا شکرہ وغیرہ کوئی شکاری جانور شکار پر چھوڑا تو اس کا شکار چند شرطوں سے حلال ہے۔

(1)......شکاری جانور مسلمان یا کتابی کا ہو اور سکھایا ہوا ہو۔

(2)......اس نے شکار کو زخم لگا کر مارا ہو۔

(3)......شکاری جانور بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر چھوڑا گیا ہو۔

(4)......اگر شکاری کے پاس شکار زندہ پہنچا ہو تو اس کو بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کرے اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو حلال نہ ہوگا۔ مثلاً اگر شکاری جانور مُعَلَّم (یعنی سکھایا ہوا) نہ ہو یا اس نے زخم نہ کیا ہو یا شکار پر چھوڑتے وقت جان بوجھ کر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ نہ پڑھا ہو یا شکار زندہ پہنچا ہو اور اس کو ذبح نہ کیا ہو یا مُعَلَّم (یعنی سکھائے ہوئے جانور) کے ساتھ غیر مُعَلَّم (یعنی نہ سکھایا ہوا جانور) شکار میں شریک ہو گیا ہو یا ایسا شکاری جانور شریک ہو گیا ہو جس کو چھوڑتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ نہ پڑھا گیا ہو یا وہ شکاری جانور مجوسی کافر کا ہو، ان سب صورتوں میں وہ شکار حرام ہے۔

شکار کے دوسرے طریقے کا شرعی حکم

تیر سے شکار کرنے کا بھی یہی حکم ہے اگر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر تیر مارا اور اس سے شکار مجروح (یعنی زخمی) ہو کر مر گیا تو حلال ہے اور اگر نہ مرا تو دوبارہ اس کو بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ کر ذبح کرے اگر اس پر بِسْمِ اللّٰہ نہ پڑھی یا تیر کا زخم اس کو نہ لگا یا زندہ پانے کے بعد اس کو ذبح نہ کیا ان سب صورتوں میں حرام ہے۔

نوٹ: شکار کے مسائل کی مزید تفصیل کیلئے بہار شریعت حصہ **17** کا مطالعہ فرمائیں۔

اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُؕ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ۪ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ٘ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَ لَا مُتَّخِذِیْۤ اَخْدَانٍؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ٘ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۠(۵)

ع ۱ / ۵

ترجمۂ کنزالایمان: آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی جب تم انہیں ان کے مہر دو قید میں لاتے ہوئے نہ مستی نکالتے اور نہ آشنا بناتے اور جو مسلمان سے کافر ہو اس کا کیا دھرا سب اکارت گیا اور وہ آخرت میں زیاں کار ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کردی گئیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پاکدامن مسلمان عورتیں اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان کی پاکدامن عورتیں (تمہارے لئے حلال کردی گئیں) جبکہ تم ان سے نکاح کرتے ہوئے انہیں ان کے مہر دو، نہ زنا کرتے ہوئے اور نہ انہیں پوشیدہ آشنا بناتے ہوئے اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہو جائے تو اس کا ہر عمل برباد ہو گیا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔

﴿ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ : آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کردی گئیں۔﴾ اہلِ کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی مسلمانوں کیلئے حلال ہے خواہ یہودی ذبح کرے یا عیسائی، یونہی مرد ذبح کرے یا عورت یا سمجھدار بچہ۔ لیکن یہ یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اُن اہلِ کتاب کا ذبیحہ حلال ہے جو واقعی اہلِ کتاب ہوں، موجودہ زمانے میں عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد دَہریہ اور خدا کے منکر ہو چکے ہیں لہٰذا نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ عورتیں۔

اہلِ کتاب سے نکاح کے چند اہم مسائل

(1)......اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہے لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ واقعی اہلِ کتاب ہوں، دہریہ نہ ہوں جیسے آج کل بہت سے ایسے بھی ہیں۔

(2)...... یہ اجازت بھی دارُالاسلام میں رہنے والی ذِمِّیَہ اہلِ کتاب عورت کے ساتھ ہے۔ موجودہ زمانے میں جو اہلِ کتاب ہیں یہ حَربی ہیں اور حَربِیّہ اہلِ کتاب کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(3)......ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ یہ اجازت صرف مسلمان مردوں کو ہے مسلمان عورت کا نکاح کتابی مرد سے قطعی حرام ہے۔

(4)......اہلِ کتاب عورتوں میں سے اچھے کردار والی سے نکاح کیا جائے یہ حکم مستحب ہے۔

(5)......اہلِ کتاب عورت سے ازدواجی تعلقات نکاح کے ذریعے ہی قائم کئے جائیں، پوشیدہ دوستیاں لگانا یا پوشیدہ یا اعلانیہ بدکاری کرنا ان کے ساتھ بھی حرام ہے۔

(6)......اہلِ کتاب عورت کو بھی مہر دیا جائے گا۔

﴿غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ: نہ کہ مستی نکالتے ہوئے۔﴾ ناجائز طریقہ پر مستی نکالنے سے بے دھڑک زنا کرنا اور آشنا بنانے سے پوشیدہ زنا مراد ہے۔

﴿وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِالْاِیْمَانِ: اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہو جائے۔﴾ آیتِ مبارکہ کے آخر میں مُرتَد کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس کے تمام نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ آخرت میں اس کیلئے کوئی اجر وثواب باقی نہیں رہتا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْاؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ مِّنْهُؕ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَ لِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنے منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہولو اور اگر تم بیمار یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی قضائے

حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اوران صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو، اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کردے اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے کہ کہیں تم احسان مانو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو اور اگر تم بے غسل ہو تو خوب پاک ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیتُ الخلاء سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اوران صورتوں میں پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرلو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کردے اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے تا کہ تم شکرادا کرو۔

﴿اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ : جب نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو۔﴾ آیتِ مبارکہ میں وضو اور تیمم کا طریقہ اوران کی حاجت کب ہوتی ہے اس کا بیان کیا گیا ہے۔

وضو کے فرائض

وضو کے چار فرض ہیں: **(1)** چہرہ دھونا۔ **(2)** کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا دھونا۔ **(3)** چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ **(4)** ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔

وضو کے چند احکام

(1)...... جتنا دھونے کا حکم ہے اس سے کچھ زیادہ دھولینا مستحب ہے کہ جہاں تک اَعضائے وضو کو دھویا جائے گا قیامت کے دن وہاں تک اعضاء روشن ہوں گے۔ (بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغرّ المحجّلون... الخ، ۷۱/۱، الحدیث: ۱۳۶)

(2)...... رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم ہر نماز کے لئے تازہ وضو فرمایا کرتے جبکہ اکثر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم جب تک وضو ٹوٹ نہ جاتا اسی وضو سے ایک سے زیادہ نمازیں ادا فرماتے، ایک وضو سے زیادہ نمازیں ادا کرنے کا عمل تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بھی ثابت ہے۔ (بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من غیر حدث، ۹۵/۱، الحدیث: ۲۱۴-۲۱۵، عمدۃ القاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من غیر حدث، ۵۹۰/۲، تحت الحدیث: ۲۱۴)

(3)......اگر چہ ایک وضو سے بھی بہت سی نمازیں فرائض ونوافل درست ہیں مگر ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو کرنا زیادہ برکت وثواب کا ذریعہ ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو فرض تھا بعد میں منسوخ کیا گیا (اور جب تک بے وضو کرنے والی کوئی چیز واقع نہ ہو ایک ہی وضو سے فرائض ونوافل سب کا ادا کرنا جائز ہو گیا۔)

(مدارك، المائدة، تحت الآية: ٦، ص ٢٧٤)

(4)......یاد رہے کہ جہاں دھونے کا حکم ہے وہاں دھونا ہی ضروری ہے وہاں مسح نہیں کر سکتے جیسے پاؤں کو دھونا ہی ضروری ہے مسح کرنے کی اجازت نہیں، ہاں اگر موزے پہنے ہوں تو اس کی شرائط پائے جانے کی صورت میں موزوں پر مسح کر سکتے ہیں کہ یہ احادیثِ مشہورہ سے ثابت ہے۔

﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا: اور اگر تم حالتِ جنابت میں ہو۔﴾ جنابت کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ منی کا خارج ہونا۔

جنابت کے اسباب اور ان کا شرعی حکم

جنابت کے کئی اسباب ہیں: (1) جاگتے میں شہوت کے ساتھ اچھل کر منی کا خارج ہونا۔ (2) سوتے میں احتلام ہو جانا۔ (3) ہم بستری کرنا اگر چہ منی خارج نہ ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ غسل کئے بغیر نماز پڑھنا، تلاوتِ قرآن کرنا، قرآنِ پاک کو چھونا اور مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہے۔ جو کام جنابت کی حالت میں منع ہیں حیض ونفاس کی حالت میں بھی منع ہوں گے لیکن جب تک عورت حائضہ یا نفاس کی حالت میں ہے غسل کرنے سے پاک نہ ہو گی جبکہ جُنُبی غسل کرنے سے پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح حیض ونفاس کی حالت میں بیوی سے صحبت کرنا بھی منع ہے جبکہ جنابت کی حالت میں صحبت کرنا منع نہیں۔

(احكام القرآن، سورة المائدة، باب الغسل من الجنابة، ٢/٤٥٧)

حیض ونفاس سے بھی غسل لازم ہو جاتا ہے۔ حیض کا مسئلہ سورۂ بقرہ آیت نمبر **222** میں گزر گیا اور نفاس سے غسل لازم ہونا اجماع سے ثابت ہے اور تیمم کا بیان سورۂ نساء آیت نمبر **43** میں تفصیل سے گزر چکا۔ مزید تفصیل جاننے کیلئے فقہی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔[1]

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ

---

1 ......وضو، غسل اور تیمم کے بارے میں شرعی مسائل جاننے کیلئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کی تصنیف ''نماز کے احکام'' کا مطالعہ کرنا بھی بہت مفید ہے۔

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا٘ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اپنے اوپر اللہ کا احسان اور اس کا وہ عہد یاد کرو جو اس نے تم سے لیا تھا جب تم نے کہا: ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ: اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو۔﴾ اس آیت میں بیعتِ عقبہ یا بیعتِ رضوان کی طرف اشارہ ہے۔ (مدارك، المائدة، تحت الآية: ۷، ص۲۷۶)

مجموعی طور پر آیتِ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اے صحابہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے اوپر احسان یاد کرو کہ اس نے تمہیں مسلمان بنایا اور تمہارے لئے آسان احکام بھیجے، ساری زمین کو مسجد اور پاک کرنے والا بنایا۔ نیز اس میثاق و معاہدے کو یاد کرو جو تم نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بیعت کرتے وقت بیعتِ عقبہ کی رات اور بیعتِ رضوان میں کیا۔ اس معاہدے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کیا تھا کہ ہم تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہر حکم ہر حال میں سنیں گے اور مانیں گے۔

آیت ”وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے چند مسائل معلوم ہوئے:

(1)......انسان ہر نیکی ربّ عَزَّوَجَلَّ کی توفیق سے کرتا ہے لہٰذا اس پر فخر نہ کرے بلکہ ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے۔

(2)......بیعتِ عقبہ اور بیعتِ رضوان والے سارے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے اور مقبول بندے ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُس بیعت کا شرف بخشا۔ اُسی بیعت کو یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت قرار دیا گیا ہے۔

(3)......ان سارے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے ان بیعتوں کے سارے وعدے پورے کئے اور صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم وعدے کے سچے تھے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہاں ان کے وعدے بغیر تردید ذکر فرمائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ٘ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا١ؕ اِعْدِلُوْا١۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى٘ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ کے حکم پر خوب قائم ہوجاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ اُبھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو، وہ پرہیز گاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے حکم پر خوب قائم ہوجاؤ اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو (بلکہ) انصاف کرو، یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔

﴿ كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ: انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے حکم پر خوب قائم ہوجاؤ۔﴾ آیتِ مبارکہ میں عدل وانصاف کا حکم فرمایا گیا ہے اور واضح فرما دیا کہ کسی قسم کی قرابت یا عداوت کا کوئی اثر تمہیں عدل سے نہ ہٹا سکے۔

عدل وانصاف کے دو اعلیٰ نمونے

یہاں عدل وانصاف کے دو اعلیٰ نمونے پیشِ خدمت ہیں جس سے اسلام کی تعلیمات کا نقشہ سامنے آتا ہے۔

(1)......ملک غَسّان کا بادشاہ جبلہ بن ایہم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر مسلمان ہوگیا، کچھ دنوں بعد امیرُ المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حج کے ارادے سے نکلے تو جبلہ بن ایہم بھی اس قافلے میں شریک ہوگیا۔ مکۂ مکرمہ پہنچنے کے بعد ایک دن دورانِ طواف کسی دیہاتی مسلمان کا پاؤں اس کی چادر پر پڑ گیا تو چادر کندھے سے اتر گئی۔ جبلہ بن ایہم نے اس سے پوچھا: تو نے میری چادر پر قدم کیوں رکھا؟ اس نے کہا: میں نے جان بوجھ کر قدم نہیں رکھا غلطی سے پڑ گیا تھا۔ یہ سن کر جبلہ نے ایک زوردار تھپڑ ان کے چہرے پر رسید کر دیا،

تھپڑ کی وجہ سے ان کے دو دانت ٹوٹ گئے اور ناک بھی زخمی ہوگئی۔ یہ دیہاتی مسلمان حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور جبلہ بن ایہم کے سلوک کی شکایت کی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جبلہ بن ایہم کو طلب فرمایا اور پوچھا: کیا تو نے اس دیہاتی کو تھپڑ مارا ہے؟ جبلہ نے کہا: ہاں میں نے تھپڑ مارا ہے، اگر اس حرم کے تقدس کا خیال نہ ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتا۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: **اے جبلہ! تو نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا ہے، اب یا تو تو اس دیہاتی سے معافی مانگ یا میں تم سے اس کا قصاص لوں گا۔** جبلہ نے حیران ہو کر کہا: کیا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس غریب دیہاتی کی وجہ سے مجھ سے قصاص لیں گے حالانکہ میں تو بادشاہ ہوں؟ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اسلام قبول کرنے کے بعد حقوق میں تم دونوں برابر ہو۔ جبلہ نے عرض کی: مجھے ایک دن کی مہلت دیجئے پھر مجھ سے قصاص لے لیجئے گا۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس دیہاتی سے دریافت فرمایا: کیا تم اسے مہلت دیتے ہو؟ دیہاتی نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے مہلت دے دی، مہلت ملنے کے بعد راتوں رات جبلہ بن ایہم غسانی ملک شام کی طرف بھاگ گیا اور اس نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا۔ (فتوح الشام، ذکر فتح حمص، ص ۱۰۰، الجزء الاول)

(2)...... ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا آپس میں کسی بات پر اختلاف ہوا، دونوں نے یہ طے کیا کہ ہمارے معاملے کا فیصلہ حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کریں۔ چنانچہ یہ فیصلے کے لئے حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر پہنچے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے فرمایا: ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ تم ہمارے معاملے کا فیصلہ کردو۔ حضرت زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بستر کے درمیان سے جگہ خالی کرتے ہوئے عرض کی: اے امیر المومنین! یہاں تشریف رکھئے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: **یہ تمہارا پہلا ظلم ہے جو تم نے فیصلے کے لئے مقرر ہونے کے بعد کیا، میں تو اپنے فریق کے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔** یہ فرما کر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ حضرت زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے بیٹھ گئے۔ مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی، حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دعویٰ کیا اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کا انکار کیا (حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے گواہ پیش نہ کر سکے تو اب شرعی اصول کے مطابق حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر قسم کھانا لازم آتا تھا) حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شخصیت اور رتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے) حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: آپ امیر المومنین رَضِیَ

اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے قسم لینے سے درگزر کیجئے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فوراً حلف اٹھالیا اور قسم کھاتے ہوئے فرمایا: زید اس وقت تک منصبِ قضاء (یعنی جج بننے) کا اہل نہیں ہوسکتا جب تک کہ عمر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) اور ایک عام شخص اس کے نزدیک (مقدمے کے معاملے میں) برابر نہیں ہوجاتے۔ (ابن عساکر، ذکر من اسمہ زید، زید بن ثابت بن الضحاک... الخ، ۱۹/۳۱۹)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝۹ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۝۱۰

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے نیکوکاروں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ اور وہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہی دوزخ والے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ نے ایمان والوں اور اچھے عمل کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخ والے ہیں۔

﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اور انہوں نے اچھے عمل کئے۔﴾ اچھے اعمال سے مراد ہر وہ عمل ہے جو رضائے الٰہی کا سبب بنے۔ اس میں فرائض وواجبات، سنتیں، مُسْتَحَبّات، جانی ومالی عبادتیں، حقوقُ اللہ، حقوقُ العباد وغیرہ سب داخل ہیں۔

نیک اعمال کی ترغیب

ترغیب کیلئے ایک حدیثِ مبارک پیش کی جاتی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "میں ایک سفر میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہمراہ تھا، ایک روز چلتے چلتے میں آپ کے قریب ہوگیا اور عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جو مجھے جنت میں داخل کرے اور جہنم سے دور رکھے۔ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تو نے مجھ سے ایک بہت بڑی بات کا سوال کیا البتہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان فرمادے اس کے لئے آسان ہے، تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیتُ اللہ شریف کا حج کرو۔ پھر ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نیکی کے

دروازے نہ بتاؤں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو ایسے بجھا (یعنی مٹا) دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے اور رات کے درمیانی حصے میں انسان کا نماز پڑھنا (بھی گناہوں کو مٹادیتا ہے) پھر یہ آیت '' تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ '' (ترجمہ: ان کی کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں) سے لے کر ''یَعْمَلُوْنَ'' تک تلاوت فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا: میں تمہیں ساری چیزوں کا سر، ستون اور کوہان کی بلندی نہ بتادوں؟ میں نے عرض کی: ہاں یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ارشاد فرمایا: تمام چیزوں کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز اور کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ان سب کے اصل کی خبر نہ دے دوں۔ میں نے عرض کی: کیوں نہیں یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: ''اسے روکو۔ میں نے عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے نبی! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیا زبانی گفتگو پر بھی ہمارا مؤاخذہ ہوگا؟ ارشاد فرمایا ''تیری ماں تجھے روئے! لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتی (یعنی گفتگو) گراتی ہے۔ [(1)]

(ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی حرمۃ الصلاۃ، ۴/۲۸۰، الحدیث: ۲۶۲۵)

﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا: اور جنہوں نے کفر کیا۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دائمی جہنمی صرف کافر ہیں جبکہ مسلمان ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہ رہیں گے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع۲

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب ایک قوم نے ارادہ کیا کہ تمہاری طرف اپنے

1 ......نیک اعمال میں رغبت اور زبان کی حفاظت کا جذبہ پانے کے لئے ''دعوتِ اسلامی'' کے ساتھ وابستہ ہوجانا چاہئے۔

ہاتھ دراز کریں تو اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

﴿ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ: جب ایک قوم نے ارادہ کیا۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک منزل میں قیام فرمایا، صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم جدا جدا درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی تلوار ایک درخت پر لٹکا دی۔ ایک اَعرابی موقع پا کر آیا اور چھپ کر اس نے تلوار لی اور تلوار کھینچ کر حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہنے لگا، آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ‘‘۔ اس اعرابی نے دو یا تین مرتبہ یہ کہا کہ آپ کو مجھ سے کون بچائے گا، ہر بار اسے یہی جواب ملا کہ ’’اللہ‘‘ پھر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دی اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے پکڑ کر فرمایا ’’اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے عرض کی ’’مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو بلوایا اور انہیں (اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے) اس اعرابی کی حرکت کے بارے میں خبر دی، پھر رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے معاف فرما دیا۔

(تفسیر کبیر، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۱، ۴/۳۲۲)

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ؕ وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ؕ لَىٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے اور اللہ نے فرمایا بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ

کو قرض حسن دو تو بیشک میں تمہارے گناہ اتار دوں گا اور ضرور تمہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں، پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے اور اللہ نے فرمایا: بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرض حسن دو تو بیشک میں تم سے تمہارے گناہ مٹا دوں گا اور ضرور تمہیں ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں تو اس (عہد) کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو وہ ضرور سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ: اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا۔﴾ آیت کا مفہوم سمجھنے کے لئے یہ واقعہ سمجھ لینا مفید ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے وعدہ فرمایا تھا کہ انہیں اور ان کی قوم کو مقدس سرزمین یعنی شام کا وارث بنائے گا جس میں کنعانی جبّار رہتے تھے۔ فرعون کے ہلاک ہونے کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حکمِ الٰہی ہوا کہ بنی اسرائیل کو اَرضِ مُقَدَّسہ (بیتُ المقدس) کی طرف لے جائیں، میں نے اس کو تمہارے لئے رہائش بنایا ہے، تو وہاں جاؤ اور جو دشمن وہاں ہیں اُن سے جہاد کرو، میں تمہاری مدد فرماؤں گا اور اے موسیٰ! تم اپنی قوم کے ہر ہر گروہ میں سے ایک ایک سردار بناؤ، اس طرح بارہ سردار مقرر کرو جن میں سے ہر ایک اپنی قوم کے حکم ماننے اور عہد پورا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بارہ سردار منتخب کر کے بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے۔ جب اَریحاء کے قریب پہنچے تو ان نقیبوں (سرداروں) کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا، وہاں انہوں نے دیکھا کہ وہ لوگ بہت عظیمُ الجُثّہ (عظیم جسامت والے)، نہایت قوی و توانا اور صاحبِ ہیبت و شوکت ہیں، یہ ان سے ہیبت زدہ ہو کر واپس آئے اور آ کر انہوں نے اپنی قوم سے سب حال بیان کر دیا حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا لیکن سب نے عہد شکنی کی سوائے دو آدمیوں کے ایک: کالب بن یوقنا اور دوسرے یوشع بن نون۔ یہ دونوں عہد پر قائم رہے۔
(مدارك، المائدة، تحت الآية: ۱۲، ص ۲۷۷)

اس سیاق و سباق کو سامنے رکھ کر آیت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور توریت کے احکام کی پیروی کریں۔ پھر قوم جبّارین سے جہاد کیلئے ان میں بارہ سردار بنائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میں تمہاری مدد کروں

گا اور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو قرضِ حَسَن دو یعنی اس کی راہ میں خرچ کرو تو میں تم سے تمہارے گناہ معاف کردوں گا اور تمہیں جنت میں داخل کروں گا۔ آیت میں رسولوں پر ایمان لانے کے ساتھ ان کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعظیم اہم ترین فرائض میں سے ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً ۚ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کی کیسی بدعہدیوں پر ہم نے انہیں لعنت کی اور ان کے دل سخت کردیئے اللّٰہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں اور بُھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں اور تم ہمیشہ ان کی ایک نہ ایک دغا پر مطلع ہوتے رہو گے سوا تھوڑوں کے تو انہیں معاف کردو اور ان سے درگزر و بیشک احسان والے اللّٰہ کو محبوب ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کردیئے۔ وہ اللّٰہ کی باتوں کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور انہوں نے ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں اور تم ان میں سے چند ایک کے علاوہ سب کی کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہو گے تو انہیں معاف کردو اور ان سے درگزر کرو بیشک اللّٰہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿ فَبِمَا نَقْضِهِمْ : تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے۔﴾ بنی اسرائیل نے عہدِ الٰہی کو توڑا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد آنے والے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب کی اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قتل کیا اور توراۃ کے احکام کی مخالفت کی نیز ان آیات کو بدل دیا جن میں سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت کا بیان تھا جو توریت میں بیان کی گئیں ہیں نیز انہوں نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت سی ہدایات کو فراموش کردیا جو توریت میں دی گئی تھیں کہ

وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کریں اور ان پر ایمان لائیں تو ان حرکتوں کے نتیجے میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کے دل سخت کر دیئے۔

گناہوں کی وجہ سے دل سخت ہو جاتے ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ بداعمالیوں کی وجہ سے بھی دل سخت ہو جاتے ہیں۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: آنسو دلوں کی سختی کی وجہ سے خشک ہوتے ہیں اور دلوں کی سختی گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہوتی ہے اور عیب زیادہ ہونے کی وجہ سے گناہ کثیر ہوتے ہیں۔

(شعب الایمان، السابع والاربعون من شعب الایمان... الخ، فصل فی الطبع علی القلب او الرین، ٥/٤٤٦، الحدیث: ٧٢٢١)

اور حضرت عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''سخت دل آدمی اللّٰہ تعالیٰ سے بہت دور رہتا ہے۔(ترمذی، کتاب الزھد، ٦٢-باب منہ، ٤/١٨٤، الحدیث: ٢٤١٩)

اللّٰہ تعالیٰ ہمیں دل کی سختی سے محفوظ فرمائے۔ اٰمین

﴿وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ: اور آپ ہمیشہ مطلع ہوتے رہیں گے۔﴾ سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرمایا گیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیشہ ان لوگوں کی خیانتوں پر مطلع ہوتے رہیں گے کیونکہ دغابازی، خیانت، عہد توڑنا اور رسولوں کے ساتھ بدعہدی اُن کی اور اُن کے آباء واجداد کی قدیم عادت ہے۔ ہاں ان میں سے جو ایمان لانے والوں کی تھوڑی سی تعداد ہے یہ خائن نہیں ہیں اور ان لوگوں سے جو کچھ پہلے سرزد ہوا اس پر گرفت نہ کرو۔(بیضاوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ١٣، ٢/٣٠٦)

بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت اس قوم کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے پہلے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عہد کیا پھر توڑ دیا پھر اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس پر مطلع فرمایا اور یہ آیت نازل کی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ١٣، ١/٤٧٦)

اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ اُن کی اس عہد شکنی سے درگزر کیجئے جب تک کہ وہ جنگ سے باز رہیں اور جزیہ ادا کرنے سے منع نہ کریں۔

وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤى اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا

ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ سَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک بَیر اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے عہد لیا تو وہ ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

﴿وَ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤى: اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔**﴾** یہودیوں کے بعد اب عیسائیوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ یعنی دینِ خدا کے مددگار ہیں ان سے بھی ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے کا عہد لیا لیکن وہ بھی انجیل میں دی گئی نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے اور اُنہوں نے بھی عہد شکنی کی تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض ڈال دیا چنانچہ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ جب نصاریٰ نے کتابِ الٰہی (انجیل) پر عمل کرنا ترک کیا اور رسولوں کی نافرمانی کی، فرائض ادا نہ کئے اور حدودِ الٰہی کی پرواہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان عداوت ڈال دی۔

(خازن، المائدة، تحت الآية: ١٤، ١/٤٧٧)

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فرقوں میں بٹ گئے اور ایک دوسرے کو تباہ کرنے لگے چنانچہ دو عالمی عظیم جنگیں اور ان کی تباہیاں انہی صاحبان کی برکت سے ہوئیں۔

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ

مِّنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے کتاب والو بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے اہلِ کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے، وہ تم پر بہت سی وہ چیزیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم نے (اللہ کی) کتاب سے چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرمادیتے ہیں، بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آ گیا اور ایک روشن کتاب۔

﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ :اے اہلِ کتاب۔﴾ یہاں یہودیوں اور عیسائیوں سب سے خطاب ہے۔ فرمایا گیا کہ اے اہلِ کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لے آئے، وہ تم پر بہت سی وہ چیزیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب سے چھپا ڈالی تھیں جیسے رَجْم کی آیات اور سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف جو تم نے چھپا دیئے تھے لیکن حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بیان فرمادیئے اور یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا معجزہ ہے۔ تمہاری چھپائی ہوئی چیزیں بیان کرنے کے ساتھ بہت سی باتیں یہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ معاف فرمادیتے ہیں اور ان کا ذکر بھی نہیں کرتے اور نہ ان پر مؤاخذہ فرماتے ہیں کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اسی چیز کا ذکر فرماتے ہیں جس میں مَصلحت ہو۔ یہ سب حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان کا بیان ہے۔

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ : بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آ گیا۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں نور سے کیا مراد ہے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذات والا صفات ہے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "وَهُوَ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وآله وسلّم وَالْقُرْآنُ" یعنی نور سے مراد محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآن ہیں۔ (سمرقندی، المائدة، تحت الآية: ۱۵، ۱/۴۲۴)

امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں ’’ یَعْنِیْ مُحَمَّدًا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَقِیْلَ اَلْاِسْلَامُ ‘‘ یعنی نور سے مراد محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اسلام ہے۔
(تفسیر بغوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۲/ ۱۷)

علامہ خازن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’یَعْنِیْ مُحَمَّدًا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم اِنَّمَا سَمَّاہُ اللہُ نُوْرًا لِاَنَّہٗ یُھْتَدٰی بِہٖ کَمَا یُھْتَدٰی بِالنُّوْرِ فِی الظَّلَامِ ‘‘ یعنی نور سے مراد محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اللہ تعالٰی نے آپ کو نور اس لیے فرمایا کہ جس طرح اندھیرے میں نور کے ذریعے ہدایت حاصل ہوتی ہے اسی طرح آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے بھی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۱/ ۴۷۷)

علامہ جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لفظ ’’نُوْرٌ ‘‘ کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں ’’ وَھُوَ النَّبِیُّ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ‘‘ نور سے مراد نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔ (جلالین، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ص۹۷)

علامہ صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’وَ سُمِّیَ نُوْرًا لِاَنَّہٗ یُنَوِّرُ الْبَصَائِرَ وَ یَھْدِیْھَا لِلرَّشَادِ وَ لِاَنَّہٗ اَصْلُ کُلِّ نُوْرٍ حِسِّیٍّ وَ مَعْنَوِیٍّ ‘‘ یعنی حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نام اس آیت میں نور رکھا گیا اس لیے کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بصیرتوں کو روشن کرتے ہیں اور انہیں رُشد وہدایت فرماتے ہیں اور اس لیے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہر نور حِسّی (وہ نور جسے دیکھا جا سکے) اور مَعْنَوِی (جیسے علم وہدایت) کی اصل ہیں۔
(تفسیر صاوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۲/ ۴۸۶)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اَلنُّوْرُ وَالْکِتَابُ ھُوَ الْقُرْآنُ، وَھٰذَا ضَعِیْفٌ لِاَنَّ الْعَطْفَ یُوْجِبُ الْمُغَایَرَۃَ بَیْنَ الْمَعْطُوْفِ وَالْمَعْطُوْفِ عَلَیْہِ ‘‘ یعنی یہ قول کہ نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن ہے یہ ضعیف ہے کیونکہ حرف عَطف مَعطوف ومعطوف علیہ میں مُغایَرت (یعنی ایک دوسرے کا غیر ہونے) کو مُستَلزِم ہے۔
(تفسیر کبیر، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۴/ ۳۲۷)

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’ وَھُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ وَالنَّبِیُّ الْمُخْتَارُ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ‘‘ یعنی اس نور سے مراد تمام نوروں کے نور، نبی مختار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ذات ہے۔
(روح المعانی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۵، ۵/ ۳۶۷)

علامہ ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’وَ اَیُّ مَانِعٍ مِنْ اَنْ یُجْعَلَ النَّعْتَانِ لِلرَّسُوْلِ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فَاِنَّہٗ نُوْرٌ عَظِیْمٌ لِکَمَالِ ظُھُوْرِہٖ بَیْنَ الْاَنْوَارِ وَ کِتَابٌ مُبِیْنٌ حَیْثُ اَنَّہٗ جَامِعٌ لِجَمِیْعِ الْاَسْرَارِ

وَمُظْهِرٌ لِلْاَحْكَامِ وَالْاَحْوَالِ وَالْاَخْبَارِ" یعنی اور کون سی رکاوٹ ہے اس بات سے کہ دونوں نعتیں یعنی نور اور کتابِ مبین رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لیے ہوں بے شک حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نورِ عظیم ہیں انوار میں ان کے کمال ظہور کی وجہ سے اور حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کتاب مبین ہیں اس حیثیت سے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جمیع اسرار کے جامع ہیں اور احکام و احوال و اخبار کے مُظہر ہیں۔

(شرح شفا، القسم الاول، الباب الاول فی ثناء اللّٰہ تعالی علیه... الخ، الفصل الاول، ۵۱/۱)

بلکہ خود رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا نور ہونا بیان فرمایا، چنانچہ امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ کے استاذ امام عبد الرزاق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کرتے ہیں "قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلّی اللّٰه علیه وسلّم عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی؟ فَقَالَ هُوَ نُوْرُ نَبِیِّکَ یَا جَابِرُ خَلَقَهُ اللّٰهُ" یعنی حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سوال کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس شے کو پیدا فرمایا؟ ارشاد فرمایا ''اے جابر! وہ تیرے نبی کا نور ہے جسے اللّٰہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

(الجزء المفقود من المصنف عبد الرزاق، کتاب الایمان، باب فی تخلیق نور محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم، ص۶۳، الحدیث: ۱۸)

يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللّٰہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے اور انہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللّٰہ اس کے ذریعے اسے سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اللّٰہ کی مرضی کا تابع ہو جائے اور انہیں اپنے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

﴿يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ: اللّٰہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے۔﴾ یہاں قرآن کی شان کا بیان ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قرآن کے ذریعے اسے ہدایت عطا فرماتا ہے جو اللّٰہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہو جاتا ہے اور جو اپنے تمام اعمال اللّٰہ تعالیٰ کی خوشنودی

میں لگا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کفر و شرک اور معاصی کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور اعمالِ صالحہ کے نور میں داخل فرما دیتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ''بہ'' کی ضمیر سے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی مراد ہیں۔ اس اعتبار سے معنیٰ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ معنوی اعتبار سے یہ بات قطعاً درست ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَؕ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّهْلِكَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَاؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے تم فرمادو پھر اللہ کا کوئی کیا کرسکتا ہے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کردے مسیح بن مریم اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی جو چاہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح بن مریم ہے۔ تم فرمادو: اگر اللہ مسیح بن مریم کو اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمالے تو کون ہے جو اللہ سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے؟ اور آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا: بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا۔﴿ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ نجران کے عیسائیوں نے یہ بات کہی ہے اور نصرانیوں کے فرقہ یعقوبیہ و ملکانیہ کا یہی مذہب ہے کہ وہ حضرت

عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ بتاتے ہیں کیونکہ وہ حُلُول کے قائل ہیں اور ان کا اعتقادِ باطل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں حلول کیا ہوا ہے جیسے پھول میں خوشبو اور آگ میں گرمی نے، مَعَاذَ اللہ ثُمَّ مَعَاذَ اللہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکمِ کفر دیا اور اس کے بعد اُن کے مذہب کا فساد بیان فرمایا۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اُلُوہیَّت کی تردید

اس آیت میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی الوہیت کی کئی طرح تردید ہے۔

(1)......حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو موت آسکتی ہے، اور جسے موت آسکتی ہے وہ خدا نہیں ہوسکتا۔

(2)......آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ماں کے شکم سے پیدا ہوئے، اور جس میں یہ صفات ہوں وہ اللہ نہیں ہوسکتا۔

(3)......اللہ تعالیٰ تمام آسمانی اور زمینی چیزوں کا مالک ہے اور ہر چیز رب عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہے، اگر کسی میں اللہ تعالیٰ نے حلول کیا ہوتا تو وہ اللہ کا بندہ نہ ہوتا حالانکہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

(4)......اللہ تعالیٰ از خود خالق ہے، اگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں اُلُوہیت ہوتی تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی از خود خالق ہوتے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں تم فرمادو پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات سے جسے چاہے بخشتا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان کی اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اے حبیب! تم فرما دو: (اگر ایسا ہے تو) پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم (بھی) اس کی مخلوق میں سے (عام) آدمی ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى: یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس اہلِ کتاب آئے اور انہوں نے دین کے معاملہ میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے گفتگو شروع کی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُنہیں اسلام کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے اس کے عذاب کا خوف دلایا تو وہ کہنے لگے کہ اے محمد! (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) آپ ہمیں کیا ڈراتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ١٨، ١/٤٧٨)

یہودیوں کے قول کا مطلب یہ تھا کہ ہم خدا عَزَّوَجَلَّ کو ایسے پیارے ہیں جیسے بیٹا باپ کو کیونکہ بیٹا کتنا ہی برا ہو مگر باپ کو پیارا ہوتا ہے، ایسے ہی ہم ہیں۔ یہاں بیٹے سے مراد اولاد نہیں کیونکہ وہ لوگ اپنے کو اس معنی میں خدا کا بیٹا نہ کہتے تھے۔

خود کو اعمال سے مُستَغنی جاننا عیسائیوں کا عقیدہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو اعمال سے مُستَغنی جاننا عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ آج کل بعض اہلِ بیت سے محبت کے دعوے دار حضرات اور بعض جاہل فقیروں کا یہی عقیدہ ہے۔ ایسا عقیدہ کفر ہے کیونکہ قرآنِ کریم نے ہر جگہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا ذکر فرمایا۔

﴿فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ: پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا ہے؟﴾ یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ ہم چالیس دن دوزخ میں رہیں گے یعنی بچھڑے کی پوجا کی مدت کے برابر۔ اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم بیٹوں کی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پیارے ہو تو تمہیں یہ سزا بھی کیوں ملے گی یعنی اس بات کا تمہیں بھی اقرار ہے کہ گنتی کے دن تم جہنّم میں رہو گے تو سوچو کوئی باپ اپنے بیٹے کو یا کوئی شخص اپنے پیارے کو آگ میں جلاتا ہے! جب ایسا نہیں تو تمہارے دعوے کا جھوٹا اور باطل ہونا تمہارے اقرار سے ثابت ہے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ٘ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے کتاب والو بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ تم کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں اور اللہ کو سب قدرت ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے کتاب والو! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے، وہ رسولوں کی تشریف آوری بند ہوجانے کے عرصہ بعد تم پر ہمارے احکام ظاہر فرمارہے ہیں تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس تو کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا آیا ہی نہیں تو بیشک تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تشریف لاچکا اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ: اے اہلِ کتاب!﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہلِ کتاب کو اپنے عظیم ترین احسان کی طرف توجہ دلا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانہ تک پانچ سو انہتر (569) برس کی مدت کسی بھی نبی کی تشریف آوری سے خالی رہی، اس کے بعد سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری تو ایسی نعمت ہے جیسے شدید پیاس میں خوشگوار، جاں بخش ٹھنڈا پانی یا شدید گرمی، تپش اور حَبس میں خوشگوار بارش، تو ایسی انتہائی حاجت کے وقت تم پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت بھیجی گئی تو تمہیں اس کی قدر کرنی چاہیے کیونکہ اب تو تمہارے پاس یہ کہنے کا موقع بھی نہیں رہا کہ ہمارے پاس کوئی تنبیہ کرنے والے تشریف نہیں لائے تھے۔

زمانۂ فترت سے کیا مراد ہے؟

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیانی زمانے کا نام ''زمانہ فترت'' ہے، اس زمانہ کے لوگوں کو صرف عقیدۂ توحید کافی تھا جیسے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے والدین کریمین۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۗۖ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب موسیٰ نے کہا اپنی قوم سے اے میری قوم اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ تم میں سے پیغمبر کیے اور تمہیں بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب اس نے تم میں سے انبیاء پیدا فرمائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔

﴿ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ :اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی اور اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں کا ذکر فرمایا اور بطورِ خاص تین نعمتیں یہاں بیان فرمائیں:

(1)...... بنی اسرائیل میں انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام تشریف لائے۔

(2)...... بنی اسرائیل کو حکومت و سلطنت سے نوازا گیا۔ بنی اسرائیل آزاد ہوئے اور فرعونیوں کے ہاتھوں میں قید ہونے کے بعد اُن کی غلامی سے نجات پائی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مُلُوک یعنی بادشاہ سے مراد ہے خادموں اور سواریوں کا مالک ہونا۔ حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں جو کوئی خادم اور عورت اور سواری رکھتا وہ مَلِک کہلایا جاتا ہے۔ (در منثور، المائدة، تحت الآية: ۲۰، ۳/۴۶)

(3)...... بنی اسرائیل کو وہ نعمتیں ملیں جو کسی دوسری قوم کو نہ ملیں جیسے من و سلویٰ اترنا، دریا کا پھٹ جانا، پانی سے چشموں کا جاری ہو جانا وغیرہا۔

میلاد منانے کا ثبوت

اس آیت میں بیان کی گئی پہلی نعمت سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی تشریف آوری نعمت ہے اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام نے اپنی قوم کو اس کے ذکر کرنے کا حکم دیا کہ وہ بَرَکات و ثمرات کا سبب ہے۔ اس سے تاجدارِ رسالت صَلَّی

اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا میلاد مبارک منانے اور اس کا ذکر کرنے کی واضح طور پر دلیل ملتی ہے کہ جب انبیاءِ بنی اسرائیل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تشریف آوری نعمت ہے اور اسے یاد کرنے کا حکم ہے تو حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری تو اس سے بڑھ کر نعمت ہے کہ اسے تو اللہ تعالٰی نے خود فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا (آل عمران: ۱۶۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب ان میں عظیم رسول مبعوث فرمایا۔

لہٰذا اسے یاد کرنے کا حکم بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

اِقتدار ملنے پر اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ

اس آیت میں بیان کی گئی دوسری نعمت سے معلوم ہوا کہ حکومت وسلطنت اور اقتدار بھی اللہ تعالٰی کی نعمت ہے اور اس کا بھی شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کے شکر کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ حکومت وسلطنت اللہ تعالٰی کے حکم کے مطابق چلائی جائے، غریبوں کی مدد کی جائے، لوگوں کے حقوق ادا کئے جائیں، ظلم کا خاتمہ کیا جائے اور ملک کے باشندوں کو امن وسکون کی زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

حکمرانوں کے لئے نصیحت آموز 4 اَحادیث

یہاں حکمرانی کرنے والوں کے لیے نصیحت آموز 4 احادیث ملاحظہ ہوں۔

(1)......حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، سیِّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جس شخص کو اللہ تعالٰی نے کسی رعایا کا حکمران بنایا ہو اور وہ خیر خواہی کے ساتھ ان کی نگہبانی کا فریضہ ادا نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا۔ (بخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح، ۴/۴۵۶، الحدیث: ۷۱۵۰)

(2)......حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی مروی ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”مسلمانوں کو جس والی کی رعایا بنایا جائے، پھر وہ والی ایسی حالت میں مرے کہ اس نے مسلمانوں کے حقوق غصب کئے ہوں تو اللہ تعالٰی اس پر جنت حرام فرما دیتا ہے۔ (بخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح، ۴/۴۵۶، الحدیث: ۷۱۵۱)

(3)......حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں، میں نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا ”اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میری امت کا جو شخص بھی کسی پر والی اور حاکم ہو اور وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی اس

پر سختی کر اور اگر وہ ان پر نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی کر۔

(مسلم، کتاب الامارة، باب فضیلة الامام العادل وعقوبة الجائر... الخ، ص١٠١٦، الحدیث: ١٩(١٨٢٨))

(4)......حضرت ابو مریم ازدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جسے اللّٰہ تعالیٰ مسلمانوں کے کسی کام کا والی بنائے اور وہ ان کی حاجت مندی، بے کسی اور غریبی میں ان سے کنارہ کشی کرے تو اللّٰہ تعالیٰ اس کی حاجت مندی، بے کسی اور غریبی میں اسے چھوڑ دے گا۔

(ابو داؤد، کتاب الخراج والفیء والامارة، باب فیما یلزم الامام من امر الرعیّة... الخ، ٣/١٨٨، الحدیث: ٢٩٤٨)

اقتدار کے بوجھ سے اَشکبار

حضرت عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں ’’جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مرتبۂ خلافت پر فائز ہوئے تو گھر آکر مصلے پر بیٹھ کر رونے لگے اور اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کی: اے امیرُ المؤمنین! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’میری گردن پر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے اور جب میں نے بھوکے فقیروں، مریضوں، مظلوم قیدیوں، مسافروں، بوڑھوں، بچوں اور عیالداروں، الغرض پوری سلطنت کے مصیبت زدوں کی خبر گیری کے بارے میں غور کیا اور مجھے معلوم ہے کہ میرا ربعَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن ان کے بارے مجھ سے باز پُرس فرمائے گا تو مجھے اس بات سے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے ان کے بارے میں جواب نہ بن پڑے! (بس اس بھاری ذمہ داری اور اس کے بارے میں باز پُرس کی فکر کی وجہ سے) میں رو رہا ہوں۔ (تاریخ الخلفاء، عمر بن عبد العزیز رضی اللّٰہ عنہ، ص١٨٩)

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جو اللّٰہ نے تمہارے لیے لکھی ہے اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (موسیٰ نے فرمایا:) اے میری قوم! اس پاک سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللّٰہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور اپنے پیٹھ پیچھے نہ پھرو کہ تم نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے۔

﴿یٰقَوْمِ: اے میری قوم!۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلانے کے بعد ان کو اپنے دشمنوں پر جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اے قوم! مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ۔ اِس زمین کو مقدس اِس لئے کہا گیا کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مَسکَن (رہائش گاہ) تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سکونت سے زمینوں کو بھی شرف حاصل ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے باعثِ برکت ہوتی ہے۔ کلبی سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کوہِ لبنان پر چڑھے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا گیا: دیکھئے جہاں تک آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نظر پہنچے وہ جگہ مقدس ہے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کی میراث ہے، یہ سرزمین طُور اور اس کے گرد وپیش کی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ تمام ملک شام اس میں داخل ہے۔ (بغوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲۱، ۲/۱۹)

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ۖ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى یَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے موسیٰ اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (قوم نے) کہا: اے موسیٰ! اس (سرزمین) میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں، تو اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم (شہر میں) داخل ہوں گے۔

﴿اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ: بیشک اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں۔﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کو شہر میں داخلے کا حکم دیا تو قوم نے بزدلی کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیات میں اسی کا بیان ہے۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: دو مرد کہ اللہ سے ڈرنے والوں میں تھے اللہ نے انہیں نوازا بولے کہ زبردستی دروازے میں ان پر داخل ہو اگر تم دروازے میں داخل ہو گئے تو تمہارا ہی غلبہ ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ سے ڈرنے والوں میں سے وہ دو مرد جن پر اللہ نے احسان کیا تھا انہوں نے کہا: (شہر کے) دروازے سے ان پر داخل ہو جاؤ تو جب تم دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو گے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔

﴿قَالَ رَجُلٰنِ: دو آدمیوں نے کہا۔﴾ بنی اسرائیل نے بزدلی دکھادی تھی مگر دو حضرات کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے جرأت مندی کا مظاہرہ کیا۔ یہ دونوں حضرات اُن سرداروں میں سے تھے جنہیں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جبّارین قوم کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا تھا اور انہوں نے حالات معلوم کرنے کے بعد حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرمان کے مطابق جبارین کا حال صرف حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کیا تھا اور دوسروں کو نہ بتایا تھا۔ ان دونوں حضرات نے قوم کو جوش دلانے کیلئے فرمایا کہ اے لوگو! شہر کے دروازے سے ان جبارین پر داخل ہو جاؤ، اگر تم ہمت کر کے دروازے میں داخل ہو جاؤ تو تم ہی غالب ہو گے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مدد کا وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے۔ تم جبارین کے بڑے بڑے جسموں سے خوف نہ کھاؤ، ہم نے اُنہیں دیکھا ہے اُن کے جسم بڑے ہیں اور دِل کمزور ہیں ان دونوں نے جب یہ کہا تو بنی اسرائیل بہت برہم ہوئے اور بجائے جوش میں آنے کے اُلٹا انہی کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ ان پر پتھر برسا دیں۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے موسیٰ ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جائیے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (پھر قوم نے) کہا: اے موسیٰ! بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔

﴿اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا: بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے۔﴾ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ جہاد میں جانے سے صاف انکار کر دیا۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی افضلیت

اس سے معلوم ہوا کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ والوں سے کہیں افضل ہیں کیونکہ ان حضرات نے کسی سخت موقعہ پر بھی حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ایسا رُوکھا جواب نہ دیا بلکہ اپنا سب کچھ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر قربان کر دیا جیسے حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام نبیوں کے سردار ہیں ایسے ہی حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم تمام نبیوں کے صحابہ کے سردار ہیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی جانثاری کے بارے میں جاننے کے لئے یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ جنگِ بدر کے موقع پر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے مشورہ فرمایا تو حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہماری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں، اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم ارشاد فرمائیں تو ہم اس میں کود جائیں گے۔ (مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوة البدر، ص۹۸۱، الحدیث: ۸۳(۱۷۷۹))

انصار کے ایک معزز سردار حضرت مقداد بن اسود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کا خدا عَزَّوَجَلَّ جا کر لڑیں بلکہ ہم لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔ یہ سن کر رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا چہرۂ انور خوشی سے چمک اٹھا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللّٰہ تعالی: اذ تستغیثون ربکم... الخ، ۳/۵، الحدیث: ۳۹۵۲)

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا

وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: موسیٰ نے عرض کی کہ اے رب میرے مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو تو ہم کو ان بے حکموں سے جدا رکھ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے صرف اپنی جان اور اپنے بھائی کا اختیار ہے تو تو ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔

﴿قَالَ رَبِّ: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب!﴾ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کے جواب سے غمزدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ ’’مولا! مجھے صرف اپنی جان اور اپنے بھائی ہارون کا اختیار ہے، تو تو ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے اور ہمیں ان کی صحبت اور قرب سے بچا اور یہ کہ ہمارے اور اُن کے درمیان فیصلہ فرما دے۔

آیت ’’ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے:

(1)...... بروں سے علیحدگی اچھی چیز ہے جس کی حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگی۔

(2)...... بروں کی برائی سے نیک بھی بعض اوقات مشقت میں پڑ جاتے ہیں جیسا کہ ان نافرمانوں کی وجہ سے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی مقامِ تیہ میں قیام فرمانا پڑا اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کیلئے سہولت مُیَسَّر فرمادی تھی۔

(3)...... اچھوں کی صحبت سے برے بھی فیض حاصل کر لیتے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی برکت سے بنی اسرائیل کو مقامِ تیہ میں مَن وسَلوىٰ ملا، پتھر سے پانی کے بارہ چشمے ملے اور وہ لباس عطا ہوا جو اتنے عرصہ تک نہ گلا نہ میلا ہوا۔

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۚ یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ ع

٤/٧ ٨

ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا تو وہ زمین ان پر حرام ہے چالیس برس تک بھٹکتے پھریں زمین میں تو تم ان بے حکموں کا افسوس نہ کھاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اللہ نے) فرمایا: پس چالیس سال تک وہ زمین ان پر حرام ہے یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے تو (اے موسیٰ!) تم (اس) نافرمان قوم پر افسردہ نہ ہو۔

﴿فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً: پس چالیس سال تک وہ زمین ان پر حرام ہے۔﴾ بنی اسرائیل کی بزدلی اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حکم پر عمل نہ کرنے کی سزا بنی اسرائیل کو یہ ملی کہ ان پر مقدس سرزمین چالیس سال تک کیلئے حرام کردی گئی، یعنی بنی اسرائیل اب مقدس سرزمین میں نہ داخل ہوسکیں گے۔ وہ زمین جس میں یہ لوگ بھٹکتے پھرے تقریباً ستائیس میل تھی اور قوم کئی لاکھ افراد پر مشتمل تھی۔ وہ سب اپنے سامان لئے تمام دن چلتے تھے، جب شام ہوتی تو اپنے کو وہیں پاتے جہاں سے چلے تھے۔ یہ اُن پر سزا تھی سوائے حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت یوشع اور حضرت کالب عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کہ اُن پر اللہ تعالیٰ نے آسانی فرمائی اور ان کی مدد فرمائی جیسا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے آگ کو سرد اور سلامتی والا بنایا اور اتنی بڑی جماعتِ عظیمہ کا اتنے چھوٹے حصہ زمین میں چالیس برس آوارہ و حیران پھرنا اور کسی کا وہاں سے نکل نہ سکنا خلافِ عادات میں سے ہے۔ جب بنی اسرائیل نے اس جنگل میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کھانے پینے وغیرہ ضروریات اور تکالیف کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دُعا سے اُن کو آسمانی غذا ''مَنّ وسَلوٰی'' عطا فرمایا اور لباس خود اُن کے بدن پر پیدا کیا جو جسم کے ساتھ بڑھتا تھا اور ایک سفید پتھر کوہِ طور کا عنایت کیا کہ جب رَخْتِ سفر اُتارتے اور کسی وقت ٹھہرتے تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس پتھر پر عصا مارتے، اس سے بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں کے لئے بارہ چشمے جاری ہوجاتے اور سایہ کرنے کیلئے ایک بادل بھیجا اور میدانِ تیہ میں جتنے لوگ داخل ہوئے تھے ان میں سے جو بیس سال سے زیادہ عمر کے تھے سب وہیں مرگئے سوائے یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا کے اور جن لوگوں نے ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے سے انکار کیا ان میں سے کوئی بھی داخل نہ ہوسکا اور کہا گیا ہے کہ تیہ میں ہی حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات ہوئی۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات سے چالیس برس بعد حضرت یوشع عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نبوت عطا کی گئی اور جبارین پر جہاد کا حکم دیا گیا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام باقی ماندہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر گئے اور جبارین پر جہاد کیا۔

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٢٦، ١/٤٨٢، بغوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٢٦، ٢/٢٢، ملتقطاً)

وقف لازم

النصف

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَؕ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۷﴾ لَىٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی بولا قسم ہے میں تجھے قتل کردوں گا کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے، جسے ڈر ہے۔ بیشک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک سارے جہان کا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور (اے حبیب!) انہیں آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر پڑھ کر سناؤ جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی طرف سے قبول کرلی گئی اور دوسرے کی طرف سے قبول نہ کی گئی، تو (وہ دوسرا) بولا: میں ضرور تجھے قتل کردوں گا۔ (پہلے نے) کہا: اللہ صرف ڈرنے والوں سے قبول فرماتا ہے۔ بیشک اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے اوپر ہی پڑ جائیں تو تو دوزخی ہو جائے اور ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ : اور انہیں آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر پڑھ کرسناؤ۔ ﴾ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اِن دو بیٹوں کا نام ہابیل اور قابیل تھا۔ اس واقعہ کو سنانے سے مقصد یہ ہے کہ حسد کی برائی معلوم ہو اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے حسد کرنے والوں کو اس سے سبق حاصل کرنے کا موقع ملے۔

ہابیل اور قابیل کا واقعہ

تاریخ کے علماء کا بیان ہے کہ حضرت حَوّا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا اور چونکہ انسان صرف حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں مُنْحَصِر تھے تو آپس میں نکاح کرنے کے علاوہ اور کوئی صورت ہی نہ تھی۔ اسی دستور کے مطابق حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ''قابیل'' کا نکاح ''لیودا'' سے جو ''ہابیل'' کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہابیل کا اقلیما سے جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا۔ قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور چونکہ اقلیما زیادہ خوبصورت تھی اس لئے اس کا طلبگار رہوا۔ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ''کیونکہ وہ تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے لہٰذا وہ تیری بہن ہے، اس کے ساتھ تیرا نکاح حلال نہیں۔ قابیل کہنے لگا ''یہ تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رائے ہے، اللّٰہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: اگر تم یہ سمجھتے ہو تو تم دونوں قربانیاں لاؤ، جس کی قربانی مقبول ہو جائے وہی اقلیما کا حقدار ہے۔ اس زمانہ میں جو قربانی مقبول ہوتی تھی آسمان سے ایک آگ اتر کر اس کو کھالیا کرتی تھی۔ قابیل نے ایک انبار گندم اور ہابیل نے ایک بکری قربانی کے لیے پیش کی۔ آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو لے لیا اور قابیل کی گندم کو چھوڑ دیا۔ اس پر قابیل کے دل میں بہت بُغض و حسد پیدا ہوا اور جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو قابیل نے ہابیل سے کہا کہ ''میں تجھے قتل کردوں گا۔ ہابیل نے کہا: کیوں؟ قابیل نے کہا: اس لئے کہ تیری قربانی مقبول ہوئی اور میری قبول نہ ہوئی اور تو اقلیما کا مستحق ٹھہرا، اس میں میری ذلت ہے۔ ہابیل نے جواب دیا کہ ''اللّٰہ تعالیٰ صرف ڈرنے والوں کی قربانی قبول فرماتا ہے۔ ہابیل کے اس مقولہ کا یہ مطلب ہے کہ ''قربانی کو قبول کرنا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا کام ہے وہ متقی لوگوں کی قربانی قبول فرماتا ہے، تو متقی ہوتا تو تیری قربانی قبول ہوتی، یہ خود تیرے افعال کا نتیجہ ہے اس میں میرا کیا قصور ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں

بڑھاؤں گا، کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے ابتدا ہو حالانکہ میں تجھ سے قوی وتوانا ہوں یہ صرف اس لئے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا یعنی میرے قتل کرنے کا گناہ اور تیرا گناہ یعنی جو اس سے پہلے تو نے کیا کہ والد کی نافرمانی کی، حسد کیا اور خدائی فیصلہ کو نہ مانا یہ دونوں قسم کے گناہ تیرے اوپر ہی پڑ جائیں تو تو دوزخی ہو جائے۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ یٰوَیْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ ۚۛ

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا تو رہ گیا نقصان میں۔ تو اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکر اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتاتا رہ گیا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر راضی کر لیا تو اس نے اسے قتل کر دیا پھر وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کرید رہا تھا تا کہ وہ اسے دکھادے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ (کوے کا واقعہ دیکھ کر قاتل نے) کہا: ہائے افسوس، میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا لیتا تو وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔

﴿فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ: تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر راضی کر لیا۔﴾ قابیل تمام گفتگو کے بعد بھی ہابیل کو قتل کرنے کے ارادے پر ڈٹا رہا اور اس کے نفس نے اسے اِس ارادے پر راضی کر لیا، چنانچہ قابیل نے ہابیل کو کسی طریقے سے قتل کر دیا لیکن پھر حیران ہوا کہ اس لاش کو کیا کرے! کیونکہ اس وقت تک کوئی انسان مرا ہی نہ تھا۔ مدت

تک لاش کو پشت پر لادے پھرتا رہا۔ پھر جب اسے لاش چھپانے کا کوئی طریقہ سمجھ نہ آیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کو کرید رہا تھا، چنانچہ یوں ہوا کہ دو کوے آپس میں لڑے، ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا، پھر زندہ کوے نے اپنی منقار یعنی چونچ اور پنجوں سے زمین کرید کر گڑھا کھودا، اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا۔ یہ دیکھ کر قابیل کو معلوم ہوا کہ مردے کی لاش کو دفن کرنا چاہئے چنانچہ اس نے زمین کھود کر دفن کر دیا۔

(جلالین، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٣٠، ص٩٨، مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٣٠، ص٢٨٢، ملتقطاً)

ہابیل اور قابیل کے واقعہ سے حاصل ہونے والے اَسباق

یہ واقعہ بہت سی عبرتوں اور نصیحتوں پر مشتمل ہے، ان میں سے ایک یہ کہ انسان نے جو سب سے پہلے جرائم کئے ان میں ایک قتل تھا، اور دوسری یہ ہے کہ حسد بڑی بری چیز ہے، حسد ہی نے شیطان کو برباد کیا اور حسد ہی نے دنیا میں قابیل کو تباہ کیا۔

حسد، قتل اور حُسن پرستی کی مذمت

اس واقعے سے تین چیزوں کی مذمت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

(1)......حسد۔ حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم میں پچھلی امتوں کی بیماری سرایت کر گئی، حسد اور بغض۔ یہ مونڈ دینے والی ہے، میں نہیں کہتا کہ بال مونڈتی ہے لیکن یہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔

(ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ٥٦-باب، ٤/٢٢٨، الحدیث: ٢٥١٨)

(2)......قتل۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ’’ناحق حرام خون بہانا ہلاک کرنے والے اُن اُمور میں سے ہے جن سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔

(بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالی: و من یقتل مؤمناً... الخ، ٤/٣٥٦، الحدیث: ٦٨٦٣)

(3)......حسن پرستی۔ حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’عورت کے محاسن کی طرف نظر کرنا ابلیس کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

(نوادر الاصول، الاصل الرابع والثلاثون، ١/١٤٧، الحدیث: ٢١٣)

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ

وقف النبی

نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًاؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًاؕ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ٘ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلا یا اس نے گویا سب لوگوں کو جلا لیا، اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے پھر بیشک ان میں بہت اس کے بعد زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس کے سبب ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو (قتل سے بچا کر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے پھر بیشک ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد (بھی) زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ: اس کے سبب ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا۔﴾ بنی اسرائیل کو یہ فرمایا گیا اور یہی فرمان ہمارے لئے بھی ہے کیونکہ گزشتہ امتوں کے جو احکام بغیر تردید کے ہم تک پہنچے ہیں وہ ہمارے لئے بھی ہیں۔ بہر حال بنی اسرائیل پر لکھ دیا گیا کہ جس نے بلا اجازتِ شرعی کسی کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حق، بندوں کے حق اور حدودِ شریعت سب کو پامال کر دیا اور جس نے کسی کی زندگی بچالی جیسے کسی کو قتل ہونے یا ڈوبنے یا جلنے یا بھوک سے مرنے وغیرہ اسبابِ ہلاکت سے بچالیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو بچالیا۔

قتل ناحق کی 2 وعیدیں

(1)......حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا

’’کسی مومن کو قتل کرنے میں اگر زمین و آسمان والے شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں دھکیل دے۔
(ترمذی، کتاب الدیات، باب الحکم دی الدماء، ۳/۱۰۰، الحدیث: ۱۴۰۳)

(2)......حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا ختم ہو جانا ایک مسلمان کے ظلماً قتل سے زیادہ سہل ہے۔
(ابن ماجه، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلماً، ۳/۲۶۱، الحدیث: ۲۶۱۹)

امن و سلامتی کا مذہب

یہ آیتِ مبارکہ اسلام کی اصل تعلیمات کو واضح کرتی ہے کہ اسلام کس قدر امن و سلامتی کا مذہب ہے اور اسلام کی نظر میں انسانی جان کی کس قدر اہمیت ہے۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو اسلام کی اصل تعلیمات کو پس پُشت ڈال کر دامنِ اسلام پر قتل و غارت گری کے حامی ہونے کا بدنما دھبا لگاتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو مسلمان کہلا کر بے قصور لوگوں کو بم دھماکوں اور خود کش حملوں کے ذریعے موت کی نیند سلا کر یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی بہت بڑی خدمت سرانجام دے دی۔

قتل کی جائز صورتیں

قتل کی شدید ممانعت کے ساتھ چند صورتوں کو اس سے جدا رکھا ہے اور آیتِ مبارکہ میں بیان کردہ وہ صورتیں یہ ہیں:

(1)......قاتل کو قصاص میں قتل کرنا جائز ہے۔

(2)......زمین میں فساد پھیلانے والے کو قتل کرنا جائز ہے اس کی تفصیل اگلی آیت میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ مزید چند صورتوں میں شریعت نے قتل کی اجازت دی ہے۔

(1) شادی شدہ مرد یا عورت کو زنا کرنے پر بطورِ حد رجم کرنا، (2) مرتد کو قتل کرنا۔ (3) باغی کو قتل کرنا۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ

فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کردیے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جولوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں خوب قتل کیا جائے یا انہیں سولی دیدی جائے یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا (ملک کی سر) زمین سے (جلاوطن کرکے) دور کردیئے جائیں۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

﴿ اَلَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ: جولوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں۔﴾ اس سے پچھلی آیات میں قتل کی ایک نَوعِیَّت یعنی ناجائز قتلوں کا ذکر کیا گیا اب دوسری نوعیت یعنی جائز قتلوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

شانِ نزول: عُرَینہ قبیلے کے کچھ لوگ مدینۂ منورہ میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، انہیں وہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان سے فرمایا: صدقہ کی اونٹنیوں کی چراگاہ میں جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو، انہوں نے اسی طرح کیا تو تندرست ہوگئے۔ پھر وہ مرتد ہوگئے، چرواہوں پر حملہ کرکے انہیں قتل کردیا اور اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس واقعے کی خبر پہنچی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے پیچھے لوگوں کو بھیجا جو انہیں گرفتار کرکے لے آئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے، ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں پھر انہیں تپتے ہوئے میدان میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ مرگئے۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب قصة عکل وعرینة، ۳ / ۷۸، الحدیث: ۴۱۹۲، تفسیرات احمدیہ، المائدة، تحت الآیة: ۳۳، ص ۳۵۰)

ڈاکو کی سزا کی شرائط

اس آیتِ کریمہ میں راہزن یعنی ڈاکو کی سزا کا بیان ہے۔ راہزن جس کے لئے شریعت کی جانب سے سزا مقرر ہے اس میں چند شرطیں ہیں:

(1)......ان میں اتنی طاقت ہو کہ راہ گیران کا مقابلہ نہ کرسکیں اب چاہے ہتھیار کے ساتھ ڈاکہ ڈالا یا لاٹھی لے کر یا پتھر وغیرہ سے۔

(2)......بیرونِ شہر راہزنی کی ہو یا شہر میں رات کے وقت ہتھیار سے ڈاکہ ڈالا۔

(3)......دارُ الاسلام میں ہو۔

(4)......چوری کی سب شرائط پائی جائیں۔

(5)......توبہ کرنے اور مال واپس کرنے سے پہلے بادشاہِ اسلام نے ان کو گرفتار کرلیا ہو۔

(عالمگیری، کتاب السرقۃ، الباب الرابع فی قطاع الطریق، ۲/۱۸۶)

ڈاکو کی 4 سزائیں

جن میں یہ سب شرطیں پائی جائیں ان کے لئے قرآنِ پاک میں چار سزائیں بیان کی گئی ہیں

(1)......انہیں قتل کردیا جائے۔

(2)......سولی چڑھا دیا جائے۔

(3)......دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔

(4)......جلاوطن کردیا جائے، ہمارے ہاں اس سے مراد قید کرلینا ہے۔

اس سزا کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ڈاکوؤں نے کسی مسلمان یا ذمی کو قتل کیا اور مال نہ لیا تو انہیں قتل کیا جائے۔ اگر قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا تو بادشاہِ اسلام کو اختیار ہے کہ ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرڈالے یا سولی دیدے یا ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرے پھر اس کی لاش کو سولی پر چڑھا دے یا صرف قتل کردے یا قتل کرکے سولی پر چڑھا دے یا فقط سولی دیدے۔ اگر قتل نہیں کیا صرف مال لوٹا تو ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔ اگر نہ مال لوٹا نہ قتل کیا صرف ڈرایا دھمکایا تو اس صورت میں انہیں قید کرلیا جائے یہاں تک کہ صحیح توبہ کرلے۔ (عالمگیری، کتاب السرقۃ، الباب الرابع فی قطاع الطریق، ۲/۱۸۶، در مختار، کتاب السرقۃ، باب قطع الطریق، ۶/۱۸۱-۱۸۳، ملخصاً)

اسلامی سزاؤں کی حکمت

اسلام نے ہر جرم کی سزا اس کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف رکھی ہے، چھوٹے جرم کی سزا ہلکی اور بڑے کی اس کی حیثیت کے مطابق سخت سزا نافذ کی ہے تاکہ زمین میں امن قائم ہو اور لوگ بے خوف ہو کر سکون اور چین کی زندگی بسر کر سکیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار حکمتیں ہیں۔ ایک اس ڈاکہ زنی کی سزا ہی کو لے لیجئے کہ جب تک اس پر عمل رہا تو تجارتی قافلے اپنے قیمتی ساز و سامان کے ساتھ بے خوف و خطر سفر کرتے تھے جس کی وجہ سے تجارت کو بے حد فروغ ملا اور لوگ معاشی اعتبار سے بہت مضبوط ہو گئے اور جب سے اس سزا پر عمل نہیں ہو رہا تب سے تجارتی سرگرمیاں سب کے سامنے ہیں، جس ملک میں تجارتی ساز و سامان کی نَقل وحَمل کی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام نہیں وہاں کی بَرآمدات اور دَرآمدات انتہائی کم ہیں جس کی وجہ سے ان کی معیشت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اب تو حالات اتنے نازک ہو چکے ہیں کہ بینک سے کوئی پیسے لے کر نکلا تو راستے میں لٹ جاتا ہے، کوئی پیدل جا رہا ہے تو اس کی نقدی اور موبائل چھن جاتا ہے، کوئی بس کا مسافر ہے تو وہاں بھی محفوظ نہیں، کوئی اپنی سواری پر ہے تو وہ خود کو زیادہ خطرے میں محسوس کرتا ہے، سرکاری اور غیر سرکاری اَملاک ڈاکوؤں کی دست بُرد سے محفوظ نہیں۔ اگر ڈاکہ زنی کی بیان کردہ سزا پر صحیح طریقے سے عمل ہو تو ان سب کا دماغ چند دنوں میں ٹھکانے پر آجائے گا اور ہر انسان پُر امن ماحول میں زندگی بسر کرنا شروع کر دے گا۔

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مگر وہ کہ جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا: مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی۔﴾ گرفتاری سے پہلے اگر ڈاکو توبہ اور اس کے تقاضے پورے کر لے تو ڈاکہ زنی کی سزا اور آخرت کی رسوائی سے بچ جائے گا لیکن لوٹے ہوئے مال کی واپسی اور قصاص کا تعلق چونکہ بندوں کے حقوق سے ہے اس لئے ان کا تقاضا باقی رہے گا۔ اب اس کے اولیاء چاہیں تو معاف کر دیں، چاہیں تو اس کا تقاضا کر لیں۔

(تفسیرات احمدیہ، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۳۴، ص۳۵۲)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

﴿وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ: اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔﴾ آیت میں وسیلہ کا معنی یہ ہے کہ ”جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادات چاہے فرض ہوں یا نفل، ان کی ادائیگی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو۔ اور اگر تقویٰ سے مراد فرائض و واجبات کی ادائیگی اور حرام چیزوں کو چھوڑ دینا مراد لیا جائے اور وسیلہ تلاش کرنے سے مُطْلَقاً ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب کے حُصول کا سبب بنے مراد لی جائے تو بھی درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ سے محبت، صدقات کی ادائیگی، اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی زیارت، دعا کی کثرت، رشتہ داروں سے صِلہ رَحمی کرنا اور بکثرت ذِکْرُ اللہ عَزَّوَجَلَّ میں مشغول رہنا وغیرہ بھی اسی عموم میں شامل ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے قریب کر دے اسے لازم پکڑ لو اور جو بارگاہِ الٰہی سے دور کرے اسے چھوڑ دو۔

(صاوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۳۵، ۲/۴۹۷)

نیک بندوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے

یاد رکھئے! رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے نیک بندوں کو وسیلہ بنانا، ان کے وسیلے سے دعائیں کرنا، ان کے تَوَسُّل سے بارگاہِ ربِّ قدیر عَزَّوَجَلَّ میں اپنی جائز حاجات کی تکمیل کے لئے اِلتجائیں کرنا نہ صرف جائز بلکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ اس سے متعلق یہاں 3 روایات ملاحظہ ہوں:

(1)...... صحیح بخاری میں حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرت عمر

بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت عباس بن عبد المطلب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے "اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا" اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچا جان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ تو لوگ سیراب کیے جاتے تھے۔ (بخاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، ۳٤٦/۱، الحدیث: ۱۰۱۰)

(2)...... حضرت اوس بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے اس کی شکایت کی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے فرمایا: رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قبرِ انور کی طرف غور کرو، اس کے اوپر (چھت میں) ایک طاق آسمان کی طرف بنا دو حتّٰی کہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے۔ لوگوں نے ایسا کیا تو ہم پر اتنی بارش برسی کہ چارہ اُگ گیا اور اونٹ موٹے ہو گئے حتّٰی کہ چربی سے گویا پھٹ پڑے، تو اس سال کا نام عَامُ الْفَتْق یعنی پھٹن کا سال رکھا گیا۔

(سنن دارمی، باب ما اکرم اللہ تعالی نبیہ... الخ، ۵٦/۱، الحدیث: ۹۲)

(3)...... بلکہ خود رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنے کی تعلیم ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دی، چنانچہ حضرت عثمان بن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر دعا کے طالب ہوئے تو ان کو یہ دعا ارشاد فرمائی "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ" اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبی رحمت حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلے سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تا کہ میری حاجت پوری کر دی جائے، اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میرے لئے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت قبول فرما۔

(ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنّۃ فیہا، باب ما جاء فی صلاۃ الحاجۃ، ۱۵٦/۲، الحدیث: ۱۳۸۵)

نوٹ: جو شخص اس حدیثِ پاک میں مذکور دعا پڑھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اس دعا میں ان الفاظ "یَا مُحَمَّدُ" کی جگہ "یَا نَبِیَّ اللہ" یا "یَارَسُوْلَ اللہ" پڑھے۔ اس بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے سورۂ فاتحہ کی آیت نمبر 4 کی تفسیر میں مذکور کلام ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۳۶﴾ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا٘ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو کافر ہوئے جو کچھ زمین میں سب اور اس کی برابر اور اگر ان کی ملک ہو کہ اسے دے کر قیامت کے عذاب سے اپنی جان چھڑائیں تو ان سے نہ لیا جائے گا اور ان کے لئے دکھ کا عذاب ہے۔ دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے نہ نکلیں گے اور ان کو دوامی سزا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اگر کافر لوگ جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اور اس کے برابر اتنا ہی اور اس کے ساتھ (ملاکر) قیامت کے دن کے عذاب سے چھٹکارے کے لئے دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے نکل نہ سکیں گے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔

﴿ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ: تاکہ فدیہ دے کر جان چھڑائیں ۔﴾ یعنی اگر کافر دنیا کا مالک ہو اور اس کے ساتھ اس کے برابر دوسری دنیا کا مالک ہو اور یہ سب کچھ اپنی جان کو قیامت کے دن کے عذاب سے چھڑانے کے لئے فدیہ کر دے تو اس کا یہ فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور قیامت کے دن کافروں کو عذاب ضرور ہوگا، اس دن ان کے پاس عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٣٦، ١/٤٩١)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن جب کافر کو پیش کیا جائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر تیرے پاس اتنا سونا ہو کہ اس سے زمین بھر جائے تو کیا تو اسے اپنے بدلے میں دینے کو تیار ہو جاتا؟ وہ اِثبات میں جواب دے گا تو اس سے کہا جائے گا: تم سے

اس کی نسبت بہت ہی آسان چیز کا مطالبہ کیا گیا تھا (یعنی ایمان کا)۔

(بخاری، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذّب، ٤/٢٥٧، الحدیث: ٦٥٣٨)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم میں سب سے کم عذاب ہو گا کہ اگر تیرے پاس زمین کی ساری چیزیں ہوں تو کیا تو انہیں اپنے بدلے میں دے دیتا۔ وہ جواب دے گا: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''میں نے اس سے بھی آسان چیز تجھ سے چاہی تھی جب کہ تو آدم کی پشت میں تھا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا تو تو نے انکار کیا اور میرے ساتھ شرک کرتا رہا۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنّة والنار، ٤/٢٦١، الحدیث: ٦٥٥٧)

ایمان کی حفاظت کی فکر کرنا بہت ضروری ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان ہو گا تو ہی قیامت کے دن اعمال کا اجر ملے گا، تبھی شفاعت کا فائدہ ہو گا، تبھی رحمتِ الٰہی متوجہ ہو گی اور تبھی جہنم سے چھٹکارا ملے گا، اس لئے ایمان کی حفاظت کی فکر کرنا نہایت ضروری ہے۔

ہمارے بزرگانِ دین نیک اعمال کی کثرت کے باوجود ہمیشہ برے خاتمے سے ڈرتے رہتے تھے، چنانچہ:

جب حضرت سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ بے حد بے قرار اور مُضْطَرِب ہوئے اور زار و قطار رونے لگے۔ لوگوں نے عرض کی: حضور! ایسی گریہ وزاری نہ کریں، اللہ تعالیٰ کی بخشش اور مغفرت آپ کے گناہوں سے کہیں زیادہ ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے جواب دیا: مجھے اس بات کا یقین نہیں کہ میرا خاتمہ بالخیر ہو گا، اگر یہ پتا چل جائے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو گا تو مجھے پہاڑوں کے برابر گناہوں کی بھی پرواہ نہ ہو گی۔

حضرت امام حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا گیا: آپ کا کیا حال ہے؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''جس شخص کی کشتی دریا کے درمیان جا کر ٹوٹ جائے، اس کے تختے بکھر جائیں اور ہر شخص ہچکولے کھاتے تختوں پر نظر آئے تو اس کا کیا حال ہو گا؟ عرض کی گئی: بے حد پریشان کُن۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ''میرا بھی یہی حال ہے۔

ایک بار آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایسے دل گرفتہ ہوئے کہ کئی سال تک ہنسی نہ آئی۔ لوگ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ایسے دیکھتے جیسے کوئی قیدِ تنہائی میں ہے اور اسے سزائے موت سنائی جانے والی ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس غم و حزن کا سبب دریافت کیا گیا کہ آپ اتنی عبادت و ریاضت اور مجاہدات کے باوجود فکر مند کیوں رہتے ہیں؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ

تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’مجھے ہر وقت یہ خدشہ لاحق رہتا ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ تعالٰی ناراض ہو جائے اور وہ فرمادے کہ ’’تم جو چاہے کرو مگر میری رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوگی۔ بس اسی وجہ سے میں اپنی جان پگھلا رہا ہوں۔[1] (کیمیاء سعادت، رکن چھارم: منجیات، اصل سیم در خوف ورجا، ۲/۸۲۵-۸۳۲)

ایمان پہ موت بہتر او نفس — تیری ناپاک زندگی سے

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۳۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو ان کے کیے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو مرد یا عورت چور ہو تو اللہ کی طرف سے سزا کے طور پر ان کے عمل کے بدلے میں ان کے ہاتھ کاٹ دو اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا: تو ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔﴾ اس آیت میں چور کی سزا بیان کی گئی ہے کہ شرعی اعتبار سے جب چوری ثابت ہو جائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

چوری کرنے کا شرعی حکم اور اس کی وعیدیں

چوری گناہِ کبیرہ ہے اور چور کے لئے شریعت میں سخت وعیدیں ہیں، چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’چور چوری کرتے وقت مؤمن نہیں رہتا۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی... الخ، ص٤٨، الحدیث: ١٠٠(٥٧))

انہی سے روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اگر اس نے ایسا کیا (یعنی چوری

---

[1] ......ایمان کی حفاظت کا جذبہ پانے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِیَه کی تصنیف ’’کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب‘‘ کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہے۔

کی) تو بے شک اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے اُتار دیا پھر اگر اس نے توبہ کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔
(نسائی، کتاب قطع السارق، تعظیم السرقة، ص۷۸۳، الحدیث: ۴۸۸۲)

چوری کی تعریف

سَرِقَۃٌ یعنی چوری کا لغوی معنی ہے خفیہ طریقے سے کسی اور کی چیز اٹھا لینا۔ (ھدایہ، کتاب السرقة، ۱/۳۶۲)
جبکہ شرعی تعریف یہ ہے کہ عاقل بالغ شخص کا کسی ایسی محفوظ جگہ سے کہ جس کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو دس درہم یا اتنی مالیت (یا اس سے زیادہ) کی کوئی ایسی چیز جو جلدی خراب ہونے والی نہ ہو چھپ کر کسی شبہ و تاویل کے بغیر اٹھا لینا۔
(فتح القدیر، کتاب السرقة، ۵/۱۲۰)

چوری سے متعلق 2 شرعی مسائل

(1)...... چوری کے ثبوت کے دو طریقے ہیں (1) چور خود اقرار کر لے اگرچہ ایک بار ہی ہو۔ (2) دو مرد گواہی دیں، اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔
(2)...... قاضی گواہوں سے چند باتوں کا سوال کرے، کس طرح چوری کی، اور کہاں کی، اور کتنے کی کی، اور کس کی چیز چرائی؟ جب گواہ ان امور کا جواب دیں اور ہاتھ کاٹنے کی تمام شرائط پائی جائیں تو ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔
تنبیہ: حدود و تعزیر کے مسائل میں عوامُ النّاس کو قانون ہاتھ میں لینے کی شرعاً اجازت نہیں۔ چوری کے مسائل کی تفصیلی معلومات کے لئے بہارِ شریعت حصہ 9 کا مطالعہ کیجئے۔

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو اللہ اپنی مہر سے اس پر رجوع فرمائے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ اپنی مہربانی سے اس پر رجوع فرمائے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿فَمَنْ تَابَ: تو جو توبہ کرلے۔﴾ توبہ نہایت نفیس شے ہے۔ کتنا ہی بڑا گناہ ہو اگر اس سے توبہ کر لی جائے تو اللہ تعالیٰ اپنا حق معاف فرما دیتا ہے اور توبہ کرنے والے کو عذابِ آخرت سے نجات دے دیتا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ جس گناہ میں کسی بندے کا حق بھی شامل ہو وہاں توبہ کیلئے ضروری ہے کہ اس بندے کے حق کی ادائیگی بھی ہو جائے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی سزا دیتا ہے جسے چاہے اور بخشتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ: جسے چاہے سزا دیتا ہے۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عذاب کرنا اور رحمت فرمانا اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر ہے، وہ مالک ہے جو چاہے کرے کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہیں۔ اس سے قَدَرِیَہ (یعنی تقدیر کے منکر) اور معتزلہ فرقے کا رد ہو گیا جو نیک پر رحمت اور گناہگار پر عذاب کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب کہتے ہیں کیونکہ واجب ہونا مشیت کے منافی ہے۔
(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۴۰، ۱/۴۹۴)

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْۚۛ وَ مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْاۚۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَۙ لَمْ یَاْتُوْكَؕ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖۚ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ

مع ۳ الوقف علی الاول اجوز۔ ۱۲

تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚۖ وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے رسول تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں کچھ وہ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اوران کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے اللّٰہ کی باتوں کوان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں، کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو اور جسے اللّٰہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللّٰہ سے اس کا کچھ بنا نہ سکے گا وہ ہیں کہ اللّٰہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا انہیں دنیا میں رسوائی ہے، اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے رسول! جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں تمہیں غمگین نہ کریں (یہ وہ ہیں) جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی بہت جھوٹ سنتے ہیں، اُن دوسرے لوگوں کی (بھی) خوب سنتے ہیں جو آپ کی بارگاہ میں نہیں آئے۔ یہ اللّٰہ کے کلام کواس کے مقامات کے بعد بدل دیتے ہیں۔ یہ (آپس میں) کہتے ہیں: اگر تمہیں یہ (تحریف والا) حکم ملے تو اسے لے لینا اور اگر تمہیں یہ نہ ملے تو بچنا اور جسے اللّٰہ گمراہ کرنا چاہے تو (اے مخاطب!) تو ہرگز اسے اللّٰہ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنے کا اللّٰہ نے ارادہ نہیں فرمایا۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

﴿ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ: جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں تمہیں غمگین نہ کریں۔﴾ یہاں سے منافقین کی حرکتوں کا بیان ہے۔ سب سے پہلے اللّٰہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ’’یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ‘‘ کے مبارک خطاب سے عزت عطا فرمائی اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تسکینِ قلب کا سامان مہیا فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں آپ کا ناصر و معین (یعنی مددگار) ہوں۔ منافقین کے کفر میں جلدی کرنے یعنی اُن

کے کفر ظاہر کرنے اور کفار کے ساتھ دوستیاں کر لینے سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ پھر منافقین کی منافقت کا بیان فرمایا کہ صرف زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں اور دل سے ایمان نہیں لاتے۔

﴿وَمِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا ۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ: اور کچھ یہودی بہت جھوٹ سنتے ہیں۔﴾ یہاں سے یہودیوں کا کردار بیان کیا گیا کہ وہ اپنے سرداروں کا جھوٹ خوب سنتے ہیں اور ان کے اِفتراؤں کو قبول کرتے ہیں اور اس کے ساتھ دوسرے لوگوں یعنی خیبر کے یہودیوں کی باتوں کو بھی خوب مانتے ہیں جن کے حالات آیت میں آگے بیان ہو رہے ہیں۔

﴿یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ: یہ اللہ کے کلام کو اس کے مقامات کے بعد بدل دیتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ خیبر کے معزز شمار کئے جانے والے یہودیوں میں سے ایک شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت نے زنا کیا۔ اس کی سزا توریت میں سنگسار کرنا تھی، یہ انہیں گوارا نہ تھا اس لئے انہوں نے چاہا کہ اس مقدمے کا فیصلہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کرائیں، چنانچہ اُن دونوں مجرموں کو ایک جماعت کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ اگر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حد یعنی کوڑے مارنے کا حکم دیں تو مان لینا اور سنگسار کرنے کا حکم دیں تو نہ ماننا۔ وہ لوگ بنی قُرَیظہ اور بنی نضیر کے یہودیوں کے پاس آئے اور سمجھے کہ یہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہم وطن ہیں اور اُن کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صلح بھی ہے لٰہذا اُن کی سفارش سے کام بن جائے گا، چنانچہ یہودی سرداروں میں سے کعب بن اشرف، کعب بن اسد، سعید بن عمرو، مالک بن صیف اور کنانہ بن ابی الحقیق وغیرہا انہیں لے کر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''کیا میرا فیصلہ مانو گے؟'' انہوں نے اقرار کیا۔ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم دیدیا۔ یہودیوں نے اس حکم کو ماننے سے انکار کیا تو حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ تم میں ایک نوجوان اِبنِ صُوریا ہے، کیا تم اس کو جانتے ہو؟ کہنے لگے، ہاں۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''وہ کیسا آدمی ہے؟ یہودی کہنے لگے کہ آج روئے زمین پر یہودیوں میں اس کے پائے کا کوئی عالم نہیں، توریت کا یکتا ماہر ہے۔ ارشاد فرمایا ''اس کو بلاؤ۔ چنانچہ اسے بلایا گیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا، کیا تو ابن صوریا ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا، کیا یہودیوں میں سب سے بڑا عالم تو ہی ہے؟ اس نے عرض کی: لوگ تو ایسا ہی کہتے ہیں۔ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہودیوں سے

فرمایا ’’ کیا اس معاملہ میں تم اس کی بات مانو گے؟ سب نے اقرار کیا۔ تب سرکارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ابنِ صوریا سے فرمایا ’’ میں تجھے اُس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر توریت نازل فرمائی اور تم لوگوں کو مصر سے نکالا اور تمہارے لئے دریا میں راہیں بنائیں اور تمہیں نجات دی، فرعونیوں کو غرق کیا اور تمہارے لئے بادل کو سائبان بنایا، ’’منّ وسلویٰ ‘‘ نازل فرمایا اور اپنی کتاب نازل فرمائی جس میں حلال وحرام کا بیان ہے، کیا تمہاری کتاب میں شادی شدہ مرد وعورت کے لیے سنگسار کرنے کا حکم ہے؟ ابنِ صوریا نے عرض کی: بے شک یہ حکم توریت میں ہے، اسی کی قسم جس کا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھ سے ذکر کیا۔ اگر مجھے عذاب نازل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اقرار نہ کرتا اور جھوٹ بول دیتا، مگر یہ فرمایئے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کتاب میں اس کا کیا حکم ہے؟ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’ جب چار عادل اور معتبر گواہوں کی گواہی سے زنا صراحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو سنگسار کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ ابنِ صوریا نے عرض کی: خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم، بالکل ایسا ہی توریت میں ہے۔ پھر حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ابنِ صوریا سے دریافت فرمایا کہ: حکمِ الٰہی میں تبدیلی کس طرح واقع ہوئی؟ اس نے عرض کیا کہ ’’ ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم کسی امیر کو پکڑتے تو چھوڑ دیتے اور غریب آدمی پر حد قائم کرتے، اس طرزِ عمل سے امراء میں زنا کی بہت کثرت ہو گئی یہاں تک کہ ایک مرتبہ بادشاہ کے چچازاد بھائی نے زنا کیا تو ہم نے اس کو سنگسار نہ کیا، پھر ایک دوسرے شخص نے اپنی قوم کی عورت سے زنا کیا تو بادشاہ نے اس کو سنگسار کرنا چاہا، اس کی قوم اٹھ کھڑی ہوئی اور انہوں نے کہا جب تک بادشاہ کے بھائی کو سنگسار نہ کیا جائے اس وقت تک اس کو ہرگز سنگسار نہ کیا جائے گا۔ تب ہم نے جمع ہو کر غریب اور امیر سب کے لیے بجائے سنگسار کرنے کے یہ سزا نکالی کہ چالیس کوڑے مارے جائیں اور منہ کالا کر کے گدھے پر الٹا بٹھا کر شہر میں گشت کرایا جائے۔ یہ سن کر یہودی بہت بگڑے اور ابنِ صوریا سے کہنے لگے ’’ تو نے انہیں یعنی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بڑی جلدی خبر دیدی اور ہم نے جتنی تیری تعریف کی تھی تو اس کا مستحق نہیں۔ ابنِ صوریا نے کہا کہ ’’ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے توریت کی قسم دلائی، اگر مجھے عذاب کے نازل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خبر نہ دیتا۔ اس کے بعد رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے ان دونوں زنا کاروں کو سنگسار کیا گیا اور یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

(خازن، المائدة، تحت الآية: ٤١، ١/٤٩٤-٤٩٥)

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْكَ شَیْــٴًـا ؕ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بڑے جھوٹ سننے والے بڑے حرام خور تو اگر تمہارے حضور حاضر ہوں تو ان میں فیصلہ فرماؤ یا ان سے منہ پھیرلو اور اگر تم ان سے منہ پھیرلو گے تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو بیشک انصاف والے اللہ کو پسند ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بہت جھوٹ سننے والے، بڑے حرام خور ہیں تو اگر یہ تمہارے حضور حاضر ہوں تو ان میں فیصلہ فرماؤ یا ان سے منہ پھیرلو (دونوں کا آپ کو اختیار ہے) اور اگر آپ ان سے منہ پھیرلو گے تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر آپ ان میں فیصلہ فرمائیں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیں۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

﴿ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ: بہت جھوٹ سننے والے۔﴾ سابقہ آیت میں جھوٹ سننے والوں سے مراد یہودی عوام تھی جو پادریوں اور سرداروں کے جھوٹ سن کر اس پر عمل کرتے تھے اور اِس آیت میں جھوٹ سننے والوں سے مراد یہودی حکمران اور پادری ہیں جو رشوتیں لے کر حرام کو حلال کرتے اور شریعت کے احکام کو بدل دیتے تھے۔

رشوت کا شرعی حکم اور اس کی وعیدیں

رشوت کا لینا دینا دونوں حرام ہیں اور لینے دینے والے دونوں جہنمی ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "رشوت لینا مطلقاً حرام ہے، جو پرایا حق دبانے کے لئے دیا جائے (وہ) رشوت ہے یونہی جو اپنا کام بنانے کے لئے حاکم کو دیا جائے رشوت ہے لیکن اپنے اوپر سے دفعِ ظلم (یعنی ظلم دور کرنے) کے لئے جو کچھ دیا جائے (وہ) دینے والے کے حق میں رشوت نہیں، یہ دے سکتا ہے، لینے والے کے حق میں وہ بھی رشوت ہے اور اسے لینا حرام۔

(فتاوی رضویہ، ۲۳/۵۹۷)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ”رشوت لینا مطلقاً گناہِ کبیرہ ہے، لینے والا حرام خوار ہے، مستحقِ سخت عذاب نار ہے، دینا اگر بمجبوری اپنے اوپر سے دفعِ ظلم کو ہوتو حرج نہیں اور اپنا آتا وصول کرنے کو ہوتو حرام ہے اور لینے دینے والا دونوں جہنمی ہیں اور دوسرے کا حق دبانے یا اور کسی طرح ظلم کرنے کے لئے دے تو سخت تر حرام اور مستحق اَشد غضب واِنتقام ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۴۶۹/۱۸)

اَحادیث میں رشوت لینے، دینے والے کے لئے شدید وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)......حضرت ابو حمید ساعدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کو بنی سلیم سے زکوٰۃ وصول کرنے پر عامل مقرر کیا جسے اِبْنِ لُتْبِیَہ کہا جاتا تھا۔ جب اس نے آکر حساب دیا تو کہا: یہ آپ کا مال ہے اور یہ میرا تحفہ ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”اچھا! تم اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھے رہتے اور دیکھتے کہ تمہارے لئے (وہاں سے) کتنے تحفے آتے ہیں اور تم اپنے بیان میں کتنے سچے ہو۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہم سے خطاب کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا ”جب میں تم میں سے کسی کو کسی جگہ کا عامل بناتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے تو وہ میرے پاس آکر کہتا ہے: یہ آپ کا مال ہے اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے تحفۃً دیا گیا ہے۔ یہ کیوں نہ کیا کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھا رہتا یہاں تک کہ اس کے پاس تحفے آتے۔ خدا کی قسم! تم میں سے جو کوئی بغیر حق کے کسی چیز کو لے گا وہ اسے اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔ میں اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس نے اونٹ اٹھایا ہوا ہوگا جو بلبلاتا ہوگا یا گائے جو ڈکراتی ہوگی یا بکری جو ممیاتی ہوگی۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنا دستِ مبارک بلند فرمایا یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آنے لگی اور کہنے لگے: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، کیا میں نے (تیرا حکم) پہنچادیا؟

(بخاری، کتاب الحیل، باب احتیال العامل لیھدی لہ، ۳۹۸/٤، الحدیث: ٦٩٧٩)

(2)......حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”رشوت لینے اور دینے والے دونوں جہنمی ہیں۔ (معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ احمد، ۱/۵۵۰، الحدیث: ۲۰۲٦)

(3)......حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”جو گوشت سُحت سے پلا بڑھا تو آگ اس کی زیادہ حق دار ہے۔ عرض کی گئی: سُحت سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا: فیصلہ کرنے میں رشوت لینا۔ (جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الکاف، ۳۹۱/٥، الحدیث: ١٥٩٠٤)

رشوت سے حاصل کئے ہوئے مال کا شرعی حکم

جس نے کوئی مال رشوت سے حاصل کیا ہو تو اس پر فرض ہے کہ جس جس سے وہ مال لیا انہیں واپس کر دے، اگر وہ لوگ زندہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو وہ مال دیدے، اگر دینے والوں کا یا ان کے وارثوں کا پتا نہ چلے تو وہ مال فقیروں پر صدقہ کر دے۔ خرید و فروخت وغیرہ میں اس مال کو لگانا حرامِ قطعی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ مالِ رشوت کے وبال سے سبکدوش ہونے کا نہیں ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۲۳/۵۵۱، ملخصاً)

یہاں چونکہ رشوت پر کچھ تفصیلی کلام کیا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حوالے کچھ مزید فقہی وضاحت کر دی جائے چونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ رشوت شاید وہی ہے جو سرکاری محکموں میں دی جاتی ہے یا جو غلط کام کروانے کیلئے دی جاتی ہے یا جو رشوت کا نام لے کر دی جائے حالانکہ مذکورہ بالا صورتیں اور ان کے علاوہ بھی بہت سی صورتیں رشوت میں ہی داخل ہیں خواہ رشوت کا نام لیا جائے یا نہیں۔ ایک آدھ صورت مُستثنیٰ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ رشوت کے بارے میں اسی طرح کی غلط فہمیوں کے ازالے کیلئے یہاں فتاویٰ رضویہ سے ایک اہم فتویٰ نقل کیا جاتا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’جو شخص بذاتِ خود خواہ از جانب حاکم کسی طرح کا قہر و تَسلُّط (دوسروں پر اختیار) رکھتا ہو جس کے سبب لوگوں پر اس کا کچھ بھی دباؤ ہو اگرچہ وہ فی نَفْسِہٖ ان پر جبر و تَعَدِّی نہ کرے دباؤ نہ ڈالے اگرچہ وہ کسی فیصلہ قطعی بلکہ غیر قطعی کا بھی مجاز نہ ہو جیسے کوتوال، تھانہ دار، جمعدار یا دہقانیوں کے لئے زمیندار مقدم پٹواری یہاں تک کہ پنچایتی قوموں یا پیشوں کے لئے ان کا چودھری، ان سب کو کسی قسم کے تحفہ لینے یا دعوتِ خاصہ (یعنی وہ دعوت کہ خاص اسی کی غرض سے کی گئی ہو کہ اگر یہ شریک نہ ہو تو دعوت ہی نہ ہو) قبول کرنے کی اصلاً اجازت نہیں مگر تین صورتوں میں، اول اپنے افسر سے جس پر اس کا دباؤ نہیں، نہ وہاں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی طرف سے یہ ہدیہ و دعوت اپنے معاملات میں رعایت کرانے کے لئے ہے۔ دوم ایسے شخص سے جو اس کے اس منصب سے پہلے بھی اسے ہدیہ دیتا یا دعوت کرتا تھا بشرطیکہ اب سے اسی مقدار پر ہے ورنہ زیادت روا (جائز) نہ ہوگی مثلاً پہلے ہدیہ و دعوت میں جس قیمت کی چیز ہوتی تھی اب اس سے گراں قیمت (زیادہ قیمتی)، پر تکلف ہوتی ہے یا تعداد میں بڑھ گئی یا جلد جلد ہونے لگی کہ ان سب صورتوں میں زیادت موجود اور جواز مفقود، مگر جبکہ اس شخص کا مال پہلے سے اس زیادت کے مناسب زائد ہو گیا ہو جس سے سمجھا جائے کہ یہ زیادت اس شخص کے منصب کے سبب نہیں بلکہ اپنی ثروت بڑھنے کے باعث ہے۔ سوم

اپنے قریب محارم سے، جیسے ماں باپ اولاد، بہن بھائی نہ چچا ماموں خالہ پھوپھی کے بیٹے کہ یہ محارم نہیں اگرچہ عرفاً انہیں بھی بھائی کہیں۔ محارم سے مطلقاً اجازت ظاہر عبارت قدوری پر ہے ورنہ امام سغناقی نے نہایہ پھر امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اسے بھی صورت دوم ہی میں داخل فرمایا کہ محارم سے بھی ہدیہ ودعوت کا قبول اسی شرط سے مشروط کہ پیش از حصولِ منصب بھی وہ اس کے ساتھ یہ برتاؤ برتتے ہوں مگر یہ کہ اسے یہ منصب ملنے سے پہلے وہ فقرا تھے اب صاحبِ مال ہوگئے کہ اس تقدیر پر پیش از منصب عدمِ ہدیہ ودعوت بربنائے فقر سمجھا جائے گا اور فی الواقع اظہر من حیث الدلیل یہی نظر آتا ہے کہ جب باوصف قدرت پیش از منصب عدم یا قلت وبعد منصب شروع یا کثرت بربنائے منصب ہی سمجھی جائے گی اس تقدیر پر صرف دو ہی صورتیں مستثنیٰ رہیں پھر بہر حال جو صورت مستثنیٰ ہوگی وہ اسی حال میں حکم جواز پاسکتی ہے جب اس وقت اس شخص کا کوئی کام اس سے متعلق نہیں ورنہ خاص کام پڑنے غرض متعلق ہونے کے وقت اصلاً اجازت نہیں خواہ وہ افسر ہو یا بھائی یا پہلے سے ہدیہ وغیرہا دینے والا بلکہ ایسے وقت عام دعوت میں شریک ہونا بھی نہ چاہیے نہ کہ خاص، پھر جہاں جہاں ممانعت ہے اس کی بنا صرف تہمت واندیشہ رعایت پر ہے حقیقۃً وجود رعایت ضرور نہیں کہ اس کا اپنے عمل میں کچھ تغیر نہ کرنا یا اس کا اس کی عادت بے لوثی سے آگاہ ہونا مفید جواز ہوسکے۔ دنیا کے کام امید ہی پر چلتے ہیں، جب یہ دعوت وہدایا قبول کیا کرے گا تو ضرور خیال جائے گا کہ شاید اب کی بار کچھ اثر پڑے کہ مفت مال دینے کی تاثیر مجرب ومشاہد ہے اس بار نہ ہوئی اس بار ہوگی، اس بار نہ ہوئی پھر کبھی ہوگی، اور یہ حیلہ کہ اس کا ہدیہ ودعوت بربنائے اخلاق انسانیت ہے نہ بلحاظ منصب، اس کا رد خود حضورِ اقدس سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرما چکے ہیں، جب ایک صاحب کو تحصیل زکوٰۃ پر مقرر فرما کر بھیجا تھا انہوں نے اموالِ زکوٰۃ حاضر کئے اور کچھ مال جدا رکھے کہ یہ مجھے ملے ہیں فرمایا اپنی ماں کے گھر بیٹھ کر دیکھا ہوتا کہ اب کتنے تحفے ملتے ہیں یعنی یہ ہدایا صرف اسی منصب کی بنا پر ہیں اگر گھر بیٹھا ہوتا تو کون آکر دے جاتا، اس مسئلہ کی تفاصیل میں اگرچہ کلام بہت طویل ہے مگر یہاں جو کچھ مذکور ہوا بعونہ تعالٰی خلاصہ تنقیح وصالح تحویل ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۱۸/۱۷۰-۱۷۱)

﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ: تو اگر وہ تمہارے پاس آئیں۔﴾ یہاں سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اختیار دیا گیا کہ اہلِ کتاب آپ کے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو آپ کو اختیار ہے فیصلہ فرمائیں یا نہ فرمائیں۔

وَ كَیْفَ یُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِیْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ یَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ

بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓىٕكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ تم سے کیونکر فیصلہ چاہیں گے، حالانکہ ان کے پاس توریت ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے بایں ہمہ اسی سے منہ پھیرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور یہ آپ کو کیسے حاکم بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے۔اس کے باوجود یہ منہ پھیرتے ہیں اور یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

﴿ وَ كَیْفَ یُحَكِّمُوْنَكَ :اور یہ آپ کو کیسے حاکم بنائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کے زنا کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا ہے اور یہ حکم تورات میں موجود ہے اور یہ لوگ توریت پر ایمان لانے کے دعوے دار بھی ہیں اور اُنہیں یہ بھی معلوم ہے کہ توریت میں رجم کا حکم ہے اُس حکم کو نہ ماننا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے منکر ہوتے ہوئے بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے فیصلہ چاہنا نہایت تعجب کی بات ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے، اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی اور عالم اور فقیہ کہ ان سے کتابُ اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے تو لوگوں سے خوف نہ کرو

اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے، فرمانبردار نبی اور ربانی علماء اور فقہاء یہودیوں کو اسی کے مطابق حکم دیتے تھے کیونکہ انہیں (اللہ کی اس) کتاب کا محافظ بنایا گیا تھا اور وہ اس کے خود گواہ تھے۔ تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی ذلیل قیمت نہ لو اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ کافر ہیں۔

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ: بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں توریت شریف کی عظمت اور اس کے مطابق انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا فیصلہ فرمانا اور اسی کے مطابق سچے علماء و فقہاء کا فیصلہ کرنا بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد دورِ رسالت اور اس کے بعد کے یہودیوں کو اصلی توریت پر عمل کرتے ہوئے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ بیشک ہم نے توریت کو نازل فرمایا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے بعد کے کثیر انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور علماء و فقہاء توریت کے مطابق ہی فیصلے کرتے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان سے تورات کے متعلق یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ اسے اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں اور اس کے درس میں مشغول رہیں تاکہ وہ کتاب فراموش نہ ہو اور اس کے احکام ضائع نہ ہوں۔

(ابو سعود، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۴۴، ۲/۴۵، خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۴۴، ۱/۴۹۸، ملتقطاً)

تو اے یہودیو! تم تورات میں مذکور حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت و صفت اور رجم کا حکم ظاہر کرنے میں لوگوں سے نہ ڈرو اور صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ مراد یہ ہے کہ احکامِ الٰہیہ کی تبدیلی بہرصورت ممنوع ہے خواہ لوگوں کے خوف اور اُن کی ناراضی کے اندیشہ سے ہو یا مال و جاہ اور رشوت کی لالچ میں ہو۔ اس آیت میں علماء کیلئے بھی ایک حکم موجود ہے کہ وہ اللہ کی کتاب کی حفاظت کریں اور اس کی آیات کے بدلے دنیا کی ذلیل دولت حاصل نہ کریں اور لوگوں سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔

پہلی شریعتوں کے بیان کئے گئے احکام سے متعلق اہم مسئلہ

توریت کے مطابق انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حکم دینا جو اس آیت میں مذکور ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم سے پہلی شریعتوں کے جو احکام اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بیان فرمائے ہوں اور

ان کے ترک کا حکم ہمیں نہ دیا ہو اور نہ وہ منسوخ کئے گئے ہوں وہ ہم پر لازم ہوتے ہیں۔
(ابو سعود، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٤٤، ٢/٤٥، ملخصاً)

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الظَّٰلِمُونَ ﴿٤٥﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے پھر جو دل کی خوشی سے بدلہ کراوے تو وہ اس کا گناہ اتار دے گا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے تورات میں ان پر لازم کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت (کا قصاص لیا جائے گا) اور تمام زخموں کا قصاص ہوگا پھر جو دل کی خوشی سے (خود کو) قصاص کے لئے پیش کر دے تو یہ اس کا کفارہ بن جائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ: اور ہم نے ان پر لازم کر دیا تھا۔﴾ اس آیت میں اگرچہ یہ بیان ہے کہ توریت میں یہودیوں پر قصاص کے یہ احکام تھے لیکن چونکہ ہمیں اُن کے ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اس لئے ہم پر بھی یہ احکام لازم رہیں گے کیونکہ سابقہ شریعتوں کے جو احکام اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بیان سے ہم تک پہنچے اور مَنسوخ نہ ہوئے ہوں وہ ہم پر لازم ہوا کرتے ہیں جیسا کہ اُوپر کی آیت سے ثابت ہوا۔ آیت میں زخموں کے، اعضاء کے اور جان کے قصاص کا حکم بیان فرمایا گیا، اَعضاء اور زخموں کے قصاص میں کافی تفصیل ہے جس کیلئے فقہی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے اور جان کے قصاص کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کو قتل کیا تو اس کی جان مقتول کے بدلے میں لی جائے گی خواہ وہ مقتول مرد ہو یا

عورت، آزاد ہو یا غلام، مسلم ہو یا ذمی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ لوگ مرد کو عورت کے بدلے قتل نہ کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٤٥، ص ٢٨٧)

﴿فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ: تو جو خود کو قصاص کے لئے پیش کردے۔﴾ یعنی جو قاتل یا جرم کرنے والا اپنے جرم پر نادم ہو کر گناہ کے وبال سے بچنے کے لئے بخوشی اپنے اوپر حکم شرعی جاری کرائے تو قصاص اس کے جرم کا کفارہ ہو جائے گا اور آخرت میں اُس پر عذاب نہ ہوگا۔ (جمل مع جلالین، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٤٥، ٢/٢٢٨)

بعض مفسرین نے اس کے معنیٰ یہ بیان کئے ہیں کہ جو صاحبِ حق قصاص کو معاف کردے تو یہ معافی اس کے لئے کفارہ ہے۔ (مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٤٥، ص ٢٨٧)

دونوں تفسیروں کے اعتبار سے ترجمہ مختلف ہو جائے گا۔ تفسیر احمدی میں ہے یہ تمام قصاص جب ہی واجب ہونگے جب کہ صاحبِ حق معاف نہ کرے اگر وہ معاف کردے تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔

(تفسیر احمدی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٤٥، ص ٣٥٩)

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ؕ﴿۴۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم ان نبیوں کے پیچھے ان کے نشانِ قدم پر عیسٰی بن مریم کو لائے تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تصدیق فرماتی ہے توریت کی کہ اس سے پہلی تھی اور ہدایت اور نصیحت پرہیزگاروں کو۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقشِ قدم پر عیسٰی بن مریم کو بھیجا اُس تورات کی تصدیق کرتے ہوئے جو اس سے پہلے موجود تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ (انجیل) اس سے پہلے موجود تورات کی تصدیق فرمانے والی تھی اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی۔

﴿ وَقَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ :اور ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقشِ قدم پر بھیجا۔﴾ توریت کے احکام بیان کرنے کے بعد انجیل کے احکام کا ذکر شروع ہوا اور بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام توریت کی تصدیق فرمانے والے تھے کہ تورات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نازل کردہ کتاب ہے اور توریت کے منسوخ ہونے سے پہلے اس پر عمل واجب تھا، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت میں توریت کے بعض احکام منسوخ کر دیئے گئے۔ اس کے بعد انجیل کی شان بیان فرمائی گئی کہ اس میں ہدایت اور نور تھا اور ہدایت اور نصیحت تھی۔ پہلی جگہ ہدایت سے مراد ضلالت و جہالت سے بچانے کے لیے رہنمائی کرنا ہے اور دوسری جگہ ہدایت سے سیدُ الانبیاء، حبیب کبریا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری کی بشارت مراد ہے جو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کا سبب ہے۔

(خازن، المائدة، تحت الآية: ٤٦، ١/٥٠٠)

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٤٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاہیے کہ انجیل والے حکم کریں اس پر جو اللہ نے اس میں اتارا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انجیل والوں کو بھی اسی کے مطابق حکم کرنا چاہیے جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

﴿ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ : اور انجیل والوں کو حکم کرنا چاہیے۔﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ انجیل والوں کو بھی اسی کے مطابق حکم کرنا چاہیے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انجیل میں نازل فرمایا ہے یعنی سیدُ الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانا چاہیے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کی تصدیق کرنی چاہیے کیونکہ انجیل میں اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب ہم نے عیسائیوں کو انجیل عطا کی تو اس وقت ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان احکام پر عمل کریں جو انجیل میں مذکور ہیں۔

(خازن، المائدة، تحت الآية: ٤٧، ١/٥٠٠، ملخصاً)

انجیل پر عمل کرنے سے متعلق ایک اعتراض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآنِ مجید کے نزول کے بعد انجیل پر عمل کرنے کے حکم کی کیا توجیہ ہوگی؟ تو اس کے چند جوابات ہیں:

(1)......انجیل میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے جو دلائل موجود ہیں اہلِ انجیل کو چاہئے کہ وہ ان دلائل کے مطابق ایمان لے آئیں۔

(2)......اہلِ انجیل ان احکام پر عمل کریں جن کو قرآن نے منسوخ نہیں کیا۔

(3)......انجیل کے احکام پر عمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ انجیل میں تحریف نہ کریں جس طرح یہودیوں نے تورات میں تحریف کردی تھی۔ (تفسیر کبیر، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٤٧، ٤/٣٧١)

لیکن تحقیق یہی ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب اللّٰہ تعالیٰ نے انجیل کو نازل کیا تھا اور نزولِ قرآن کے بعد قرآنِ مجید کے علاوہ کسی آسمانی کتاب پر عمل جائز نہیں ہے، اور اسلام کے علاوہ کوئی اور دین مقبول نہیں ہے۔

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ و گواہ تو ان میں فیصلہ کرو اللّٰہ کے اتارے سے اور اے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ

کرہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو، تم سب کا پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری جو پہلی کتابوں کی تصدیق فرمانے والی اور ان پر نگہبان ہے تو ان (اہلِ کتاب) میں اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور اے سننے والے! اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنادیتا مگر (اس نے ایسا نہیں کیا) تا کہ جو (شریعتیں) اس نے تمہیں دی ہیں ان میں تمہیں آزمائے تو نیکیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھ جاؤ، تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا وہ بات جس میں تم جھگڑتے تھے۔

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ: اور ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی۔﴾ تورات وانجیل کا تذکرہ کرنے کے بعد اب قرآنِ عظیم کا تذکرہ ہورہا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری جو سابقہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان پر نگہبان ہے تو جب اہلِ کتاب اپنے مُقَدَّمات میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف رجوع کریں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قرآنِ پاک کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ فرمادیں۔

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا: ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے یعنی فروعی اعمال ہر ایک کے خاص اور جدا جدا ہیں جیسے نمازوں، روزوں کی تعداد اور اس طرح کے احکام جدا جدا ہیں لیکن اصل دین سب کا ایک ہے یعنی توحید و رسالت، عقیدہ آخرت، یونہی بنیادی اَخلاقیات سب کی مُشْتَرَک ہیں۔ حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا کہ ایمان حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانہ سے یہی ہے کہ ’’ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ‘‘ کی شہادت اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے آیا اس کا اقرار کرنا جبکہ شریعت ہر اُمت کی خاص ہے۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٤٨، ١/٥٠١)

﴿وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً: اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ

تعالٰی چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا تا کہ جو شریعتیں اس نے تمہیں دی ہیں ان میں تمہیں آزمائے اور امتحان میں ڈالے تا کہ ظاہر ہو جائے کہ ہر زمانہ کے مناسب جو احکام دیئے کیا تم اُن پر اس یقین واعتقاد کے ساتھ عمل کرتے ہو کہ ان کا اختلاف اللہ تعالٰی کی مَشِیَّت (مرضی) سے ہے اور اس میں بہت سی حکمتیں اور دنیاوی اور اُخروی فوائد ومنافع ہیں اور یا تم حق کو چھوڑ کر نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہو۔(ابو سعود، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٤٨، ٢/٥١)

﴿ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ: تو نیکیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھ جاؤ۔﴾ قرآنِ پاک کا حکیمانہ طریقہ یہ ہے کہ جن معاملات سے انسان کی دنیا و آخرت کا کوئی قابلِ قبول فائدہ متعلق نہیں ہے ان میں بحث و مقابلہ کرنے کی بجائے انہیں رضائے الٰہی اور بھلائی کے کاموں میں مقابلہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اسی انداز کی ایک جھلک ہے کہ شریعتوں کے اختلاف کی وجوہات میں فلسفیانہ بحثیں کرنے اور بال کی کھال اتارنے کی بجائے نیکیوں کی طرف آنے کی دعوت دی۔ اس میں ہماری بہت سی چیزوں کی اصلاح ہے۔ آج کل حالت یہ ہے کہ ہر محاذ اور میدان میں فضولیات پر بحث ومباحثہ اور پانی سے مکھن نکالنے کی کوششیں جاری رہتی ہیں اور کرنے کے کاموں کی طرف توجہ کم ہی ہوتی ہے۔ خواہ مخواہ کی باریکیاں نکالنے کو مہارت اور قابلیت شمار کیا جاتا ہے اگرچہ عملی طور پر ایسے آدمی کی حالت نہایت گری ہوئی ہو۔ بحث وہاں کی جائے جہاں اس سے کوئی فائدہ نظر آئے ،صرف وقت گزاری، لوگوں کو متوجہ رکھنے، طلبِ شہرت اور قابلیت دکھانے کیلئے اپنا اور لوگوں کا وقت ضائع کرنا اور عملی دنیا میں تنکا تک نہ توڑنا عقل، دین اور اسلام سب کے منافی ہے۔ اس نصیحت کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو اپنے طرزِ عمل پر نظر کرنے کی حاجت ہے۔ سمجھنے کیلئے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ایک فرمان ہی کافی ہے "مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ" آدمی کے اسلام کے حسن سے ہے کہ وہ فضول چیزوں کو چھوڑ دے۔ (ترمذی، کتاب الزھد، ١١-باب، ٤/١٤٢، الحدیث: ٢٣٢٤)

وَ اَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّصِیْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور ان سے بچتا رہ کہ کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں کسی حکم میں جو تیری طرف اترا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی سزا ان کو پہنچایا چاہتا ہے اور بیشک بہت آدمی بے حکم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (اے مسلمان!) یہ کہ ان (لوگوں) کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں وہ تمہیں اس کے بعض احکام سے ہٹا نہ دیں جو اللہ نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا پہنچانا چاہتا ہے اور بیشک بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔

﴿وَاَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ: اور یہ کہ اے مسلمان ان (لوگوں) کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔﴾ یہاں مسلمان فیصلہ کرنے والوں کو فرمایا کہ اہلِ کتاب کے درمیان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نازل فرمائے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور اس بات سے بچتے رہو کہ یہ لوگ تمہیں کسی غلطی کے مُرتکِب نہ کروا دیں اور اگر یہ اہلِ کتاب لوگ قرآن سے اِعراض کریں تو سمجھ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے جو دنیا میں قتل و گرفتاری اور جلاوطنی کے ساتھ ہو گی۔ جبکہ ویسے تمام گناہوں کی سزا آخرت میں دے گا۔

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُوْنَؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ۠ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر کس کا حکم یقین والوں کے لیے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور یقین والوں کے لیے اللہ سے بہتر کس کا حکم ہو سکتا ہے؟

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ: تو کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ بنی نَضِیر اور بنی قُرَیظہ یہودیوں کے دو قبیلے تھے، ان میں آپس میں قتل و غارتگری جاری رہتی تھی۔ جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو یہ لوگ اپنا مقدمہ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لائے اور

بنی قُرَیْظَہ نے کہا کہ ''بنی نَضِیر ہمارے بھائی ہیں ہم وہ ایک نسل سے ہیں، ایک دین رکھتے ہیں اور ایک کتاب (توریت کو) مانتے ہیں لیکن اگر بنی نَضِیر ہم میں سے کسی کو قتل کریں تو وہ اس کے خون بہا میں ہمیں ستر وَسق (ایک بڑا وزن) کھجوریں دیتے ہیں اور اگر ہم میں سے کوئی اُن کے کسی آدمی کو قتل کرے تو ہم سے اس کے خون بہا میں ایک سو چالیس وسق لیتے ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اس کا فیصلہ فرما دیں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ''میں حکم دیتا ہوں کہ دونوں قبیلوں کے افراد کا خون برابر ہے، کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں۔ اس پر بنی نَضِیر بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیصلہ سے راضی نہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارے دشمن ہیں، ہمیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۰، ۱/۵۰۲)

اور فرمایا گیا کہ کیا جاہلیت کی گمراہی اور ظلم کا حکم چاہتے ہیں۔ جو حکم حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دیا ہے وہ اللّٰہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے بڑھ کر کس کا حکم اچھا ہو سکتا ہے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللّٰہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ (صرف) آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللّٰہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿ يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔﴾
یہ آیت مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور مشہور منافق عبد اللّٰہ بن اُبی کے بارے میں نازل ہوئی

جو منافقین کا سردار تھا۔ حضرت عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ یہودیوں میں میرے بہت بڑی تعداد میں دوست ہیں جو بڑی شوکت وقوت والے ہیں، اب میں اُن کی دوستی سے بیزار ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا میرے دل میں اور کسی کی محبت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اِس پر عبداللہ بن اُبی نے کہا کہ میں تو یہودیوں کی دوستی سے بیزار نہیں ہوسکتا، مجھے آئندہ پیش آنے والے واقعات کا اندیشہ ہے اور مجھے اُن کے ساتھ تعلقات رکھنا ضروری ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے فرمایا کہ ''یہ یہودیوں کی دوستی کا دم بھرنا تیرا ہی کام ہے، عبادہ کا یہ کام نہیں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٥١، ١/٥٠٣)

کفار سے دوستی ومُوالات کا شرعی حکم

اس آیت میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ دوستی و موالات یعنی اُن کی مدد کرنا، اُن سے مدد چاہنا اور اُن کے ساتھ محبت کے روابط رکھنا ممنوع فرمایا گیا۔ یہ حکم عام ہے اگرچہ آیت کا نزول کسی خاص واقعہ میں ہوا ہو۔ چنانچہ یہاں یہ حکم بغیر کسی قید کے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، یہ مسلمانوں کے مقابلے میں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، تمہارے دوست نہیں کیونکہ کافر کوئی بھی ہوں اور ان میں باہم کتنے ہی اختلاف ہوں، مسلمانوں کے مقابلہ میں وہ سب ایک ہیں '' اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ'' کفر ایک ملت ہے۔ (مدارك، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٥١، ص٢٨٩)

لہٰذا مسلمانوں کو کافروں کی دوستی سے بچنے کا حکم دینے کے ساتھ نہایت سخت وعید بیان فرمائی کہ جو ان سے دوستی کرے وہ انہی میں سے ہے، اس بیان میں بہت شدت اور تاکید ہے کہ مسلمانوں پر یہود ونصاریٰ اور دینِ اسلام کے ہر مخالف سے علیحدگی اور جدا رہنا واجب ہے۔ (مدارك، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٥١، ص٢٨٩، خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٥١، ١/٥٠٣، ملتقطاً)

اور جو کافروں سے دوستی کرتے ہیں وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت میں کفار کو کلیدی آسامیاں نہ دی جائیں۔ یہ آیتِ مبارکہ مسلمانوں کی ہزاروں معاملات میں رہنمائی کرتی ہے اور اس کی حقانیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ پوری دنیا کے حالات پر نظر دوڑائیں تو سمجھ آئے گا کہ مسلمانوں کی ذلت و بربادی کا آغاز تبھی سے ہوا جب آپس میں نفرت و دشمنی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر غیر مسلموں کو اپنا خیر خواہ اور ہمدرد سمجھ کر ان سے دوستیاں لگائیں اور انہیں اپنوں پر ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآىٕرَةٌؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَؕ(۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اب تم انہیں دیکھو گے جن کے دلوں میں آزار ہے کہ یہود ونصاریٰ کی طرف دوڑتے ہیں کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش آجائے تو نزدیک ہے کہ اللہ فتح لائے یا اپنی طرف سے کوئی حکم پھر اس پر جو اپنے دلوں میں چھپایا تھا پچھتاتے رہ جائیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جن کے دلوں میں مرض ہے تم انہیں دیکھو گے کہ یہود ونصاریٰ کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اوپر گردش آنے کا ڈر ہے تو قریب ہے کہ اللہ فتح یا اپنی طرف سے کوئی خاص حکم لے آئے پھر یہ لوگ اس پر پچھتائیں گے جو اپنے دلوں میں چھپاتے تھے۔

﴾فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ: تو جن کے دلوں میں مرض ہے تم انہیں دیکھو گے۔﴿ مسلمانوں کو تو فرمادیا گیا کہ یہود ونصاریٰ سے دوستی نہ کرو لیکن منافقین کے بارے میں فرمادیا کہ ان کی یہود ونصاریٰ سے دوستیاں بڑی مُستحکم ہیں کیونکہ یہ دل کے مریض ہیں اور تم انہیں دیکھو گے کہ یہود ونصاریٰ سے دوستی کرنے میں دوڑے جاتے ہیں اور ان لوگوں کی نظر میں اُن سے دوستی کرنے کا فائدہ یہ ہے اور اپنی زبان سے بھی یہ کہتے ہیں کہ اگر کبھی حالات بدل جائیں، مسلمان مغلوب اور کافر غالب ہو جائیں تو کفار سے دوستی لگانا انہیں اس وقت فائدہ دے گا۔ لیکن یہ سب منافقت کی وجہ سے تھا کیونکہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اسلام کے غلبے کی جو باتیں فرماتے تھے انہیں اس پر یقین نہیں تھا اور نہ اگر ان باتوں پر یقین ہوتا تو ڈٹ کر اسلام کی حمایت کرتے۔ اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے کہ قریب ہے کہ وہ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے اور اپنے رسول، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کامیاب وکامران فرمائے اور اُن کے دین کو تمام دینوں پر غالب کردے اور مسلمانوں کو اُن کے دشمن یہود ونصاریٰ وغیرہ کفار پر غلبہ دیدے چنانچہ یہ خبر سچ ثابت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے

کرم سے مکہ مکرمہ اور یہودیوں کے علاقے فتح ہوئے۔ (خازن، المائدة، تحت الآية: ٥٢، ١/٥٠٣)

اس آیت میں پہلی بات تو یہ ارشاد فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ فتح لے آئے اور دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے کوئی خاص حکم لے آئے جیسے سرزمینِ حجاز کو یہودیوں سے پاک کرنا اور وہاں اُن کا نام ونشان باقی نہ رکھنا یا منافقین کے راز کھول کر انہیں رسوا کرنا۔

(خازن، المائدة، تحت الآية: ٥٢، ١/٥٠٣-٥٠٤، جلالين، المائدة، تحت الآية: ٥٢، ص ١٠٢، ملتقطاً)

تو جب اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اس وقت منافقین اپنی منافقت پر یا اس خیال پر نادم ہو جائیں گے کہ سرورِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کفار کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوں گے۔

وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِیْنَ(۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایمان والے کہتے ہیں کیا یہی ہیں جنہوں نے اللہ کی قسم کھائی تھی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں ان کا کیا دھرا سب اکارت گیا تو رہ گئے نقصان میں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ایمان والے کہیں گے: کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ تو ان کے تمام اعمال برباد ہوگئے پس یہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگئے۔

﴿وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اور ایمان والے کہیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جب منافقین کا پردہ کھل جائے گا اور ان کی منافقت آشکار ہو جائے گی تو اس وقت مسلمان تعجب کرتے ہوئے کہیں گے کہ کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ ہیں حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

﴿حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ: تو ان کے تمام اعمال برباد ہوگئے۔﴾ یعنی ان کے نفاق اور یہودیوں سے دوستی کی وجہ سے ان کے تمام نیک اعمال برباد ہوگئے اور انہوں نے دنیا میں اپنی ذلت و رسوائی کی وجہ سے نقصان اٹھایا اور آخرت میں اپنے اعمال کے ثواب سے محروم ہونے اور جہنم کا دائمی عذاب پانے کے سبب نقصان اٹھائیں گے۔ (خازن، المائدة، تحت الآية: ٥٣، ١/٥٠٤)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىِٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت فرماتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ (اچھی سیرت) اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

﴿ مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ: تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا۔﴾ کفار کے ساتھ دوستی یاری اور محبت و قلبی تعلق چونکہ بعض اوقات بے دینی اور اِرتِداد کا سبب بن جاتا ہے، اس لئے کفار سے دوستی کی ممانعت کے بعد مُرتَدین کا ذکر فرمایا اور مرتد ہونے سے پہلے لوگوں کے مرتد ہونے کی خبر دی چنانچہ یہ خبر سچ ثابت ہوئی اور بہت سے لوگ مرتد ہوئے۔

﴿ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ: تو عنقریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت فرماتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم میں سے اگر کچھ لوگ مرتد بھی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ صفت بندے پھر بھی موجود ہوں گے اور وہ عظیم صفات کے حامل ہوں گے۔ اس آیت میں ان کی چند صفات بیان فرمائی گئیں:

(1)......وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔

(2)......وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتے ہیں۔

(3)......مسلمانوں کے ساتھ نرمی وشفقت کا سلوک کرنے والے ہیں۔

(4)......کافروں سے سختی سے پیش آنے والے ہیں۔

(5)......راہِ خدا کے مجاہد ہیں۔

(6)......حق بیان کرنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ حق گو اور حق گوئی میں بیباک ہیں۔

یہ صفات جن حضرات کی ہیں وہ کون ہیں، اس میں کئی اقوال ہیں۔

(1)......حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم، امام حسن بصری اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے کہا کہ یہ حضرات سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے وہ ساتھی ہیں جنہوں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد مرتد ہونے والوں اور زکوٰۃ کے منکروں سے جہاد کیا۔

(2)......حضرت عیاض بن غنم اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابوموسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نسبت فرمایا کہ یہ اُن کی قوم ہے۔

(3)......ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ اہلِ یمن ہیں جن کی تعریف بخاری ومسلم کی حدیثوں میں آئی ہے۔

(4)......مفسر سدی کا قول ہے کہ یہ لوگ انصار ہیں جنہوں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت کی۔

ان تمام اقوال میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ بیان کردہ سب حضرات کا ان صفات کے ساتھ مُتَّصِف ہونا صحیح ہے۔

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٥٤، ١/٥٠٤-٥٠٥)

کامل مسلمان کا نمونہ

اس آیت میں مسلمانوں کے سامنے ایک کامل مسلمان کا نمونہ بھی پیش کر دیا گیا کہ کامل مسلمان کیسا ہوتا ہے؟ ہمیں بھی اوپر بیان کردہ صفات کی روشنی میں اپنے اوپر غور کر لینا چاہیے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی کے حوالے سے یہ واقعہ ایک عظیم مثال ہے:

حضرت شیخ ابوعبداللہ خیاط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے پاس ایک آتش پرست کپڑے سلواتا اور ہر بار اجرت میں

ایک کھوٹا سکہ دے جاتا، آپ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس کو لے لیتے۔ ایک بار آپ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی غیر موجودگی میں شاگرد نے آتش پرست سے کھوٹا سکہ نہ لیا۔ جب حضرت شیخ ابو عبد اللہ خیاط رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ واپس تشریف لائے اور ان کو یہ معلوم ہوا تو شاگرد سے فرمایا: تو نے کھوٹا درہم کیوں نہیں لیا؟ کئی سال سے وہ مجھے کھوٹا سکہ ہی دیتا رہا ہے اور میں بھی چپ چاپ لے لیتا ہوں تاکہ یہ کسی دوسرے مسلمان کو نہ دے آئے۔

(احیاء العلوم، کتاب ریاضۃ النفس وتھذیب الاخلاق... الخ، بیان علامات حسن الخلق، ۳/۸۷-۸۸)

یہ مسلمانوں پر نرمی ہے۔ اور حدیثِ مبارک ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہیں جو اپنے ہمراہیوں کے لیے بہتر ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کے لیے اچھے ہوں۔

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی حق الجوار، ۳/۳۷۹، الحدیث: ۱۹۵۱)

اور حق گوئی میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کے متعلق یہ حکایت ملاحظہ فرمائیں: قاضی ابو خازم رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ انصاف کے معاملہ میں بہت سخت تھے۔ آپ ہمیشہ حق بات کہتے اور درست فیصلے فرماتے۔ ایک مرتبہ خلیفۂ وقت ''مُعْتَضِد باللہ'' نے آپ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی طرف پیغام بھیجا: فلاں تاجر نے ہم سے مال خریدا ہے اور نقد رقم ادا نہیں کی۔ وہ میرے علاوہ دوسروں کا بھی مقروض ہے، مجھے خبر پہنچی ہے کہ دوسرے قرضخواہوں نے آپ کے پاس گواہ پیش کئے تو آپ نے اس تاجر کا مال ان میں تقسیم کردیا ہے۔ مجھے اس مال سے کچھ بھی نہیں ملا حالانکہ جس طرح وہ دوسروں کا مقروض تھا اسی طرح میرا بھی تھا، لہٰذا میرا حصہ بھی دیا جائے۔ پیغام پا کر قاضی ابو خازم رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے قاصد سے کہا: خلیفہ سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے، وہ وقت یاد کرو جب آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے فیصلوں کی ذمہ داری کا بوجھ اپنی گردن سے اُتار کر تمہارے گلے میں ڈال دیا ہے۔ اے خلیفہ! اب میں فیصلہ کرنے کا مختار ہوں اور میرے لئے جائز نہیں کہ گواہوں کے بغیر کسی مُدَّعی کے حق میں فیصلہ کروں۔ قاصد نے قاضی صاحب کا پیغام سنایا تو خلیفہ نے کہا: جاؤ! قاضی صاحب سے کہو کہ میرے پاس بہت معتبر اور معزز گواہ موجود ہیں۔ جب قاضی صاحب کو یہ پیغام ملا تو فرمایا: گواہ میرے سامنے آکر گواہی دیں، میں ان سے پوچھ گچھ کروں گا، شہادت کے تقاضوں پر پورے اُترے تو ان کی گواہی قبول کرلوں گا ورنہ وہی فیصلہ قابلِ عمل رہے گا جو میں کرچکا ہوں۔ جب گواہوں کو قاضی صاحب کا یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے خوف کھاتے ہوئے عدالت آنے سے انکار کردیا۔ لہٰذا قاضی صاحب نے خلیفہ مُعْتَضِد باللہ کا دعویٰ رد کرتے ہوئے اسے کچھ بھی نہ بھجوایا۔ (عیون الحکایات، الحکایۃ السادسۃ والثمانون بعد المائتین، ص ٢٦١-٢٦٢)

اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

﴿اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا: تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں۔﴾ گزشتہ آیات میں ان لوگوں کا بیان ہوا جن کے ساتھ دلی دوستیاں لگانا حرام ہے، ان کا ذکر فرمانے کے بعد اب ان کا بیان فرمایا جن کے ساتھ مُوالات واجب ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کے متعلق حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئی، انہوں نے حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہماری قوم نے ہمیں چھوڑ دیا اور قسمیں کھالیں کہ وہ ہمارے پاس نہیں بیٹھا کریں گے اور دوری کی وجہ سے ہم آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اصحاب کی صحبت میں بھی نہیں بیٹھ سکتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے تمہارے دوست ہیں تو حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا ''اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے

نبی ہونے پر اور مؤمنین کے دوست ہونے پر ہم راضی ہیں۔ (قرطبی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٥٥، ٣/١٣١، الجزء السادس)

آیتِ مبارکہ میں بیان کردہ حکم تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے سب ایک دوسرے کے دوست اور محبّ ہیں۔

﴿وَهُمْ رٰكِعُوْنَ: اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔﴾ عربی گرامر کے اعتبار سے آیتِ مبارکہ کے اس جملے کے چار معنی بیان کئے گئے ہیں:

(1)...... پہلا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا ہوا ہونا مومنوں کی ایک مزید صفت ہے۔
(جمل، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٥٥، ٢/٢٤٢)

(2)...... دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ مومنین نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کے دونوں کام خُشوع اور تواضع کے ساتھ کرتے ہیں۔
(ابو سعود، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٥٥، ٢/٥٩)

(3)...... تیسرا معنیٰ یہ ہے کہ وہ تواضع اور عاجزی کے ساتھ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (جمل، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٥٥، ٢/٢٤٢)

(4)...... چوتھا معنیٰ یہ ہے کہ وہ حالتِ رکوع میں راہِ خدا میں دیتے ہیں۔

پہلا معنیٰ سب سے قوی اور چوتھا معنیٰ سب سے کمزور ہے بلکہ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تفسیر کبیر میں اس کا بہت شدّ و مدّ سے رد کیا ہے اور اس کے بُطلان پر بہت سے دلائل قائم کئے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا ہے وہ جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے اور کافران میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر ایمان رکھتے ہو۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے انہیں اور کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔

﴿ اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا : وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ رفاعہ بن زید اور سُوَید بن حارث نامی دو آدمی اظہارِ اسلام کے بعد منافق ہو گئے ۔ بعض مسلمان اُن سے محبت رکھتے تھے۔ اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی اور بتایا کہ زبان سے اسلام کا اظہار کرنا اور دل میں کفر چھپائے رکھنا دین کو ہنسی اور کھیل بنانا ہے اور ایسے لوگوں اور ان کے علاوہ مشرکوں کافروں کو دوست بنانے سے بھی منع کر دیا گیا کیونکہ خدا عَزَّوَجَلَّ کے دشمنوں سے دوستی کرنا ایمان دار کا کام نہیں۔ اس پر مزید تفصیل اگلی آیت کے تحت موجود ہے۔

وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًاؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ(۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تم نماز کے لئے اذان دو تو اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ نِرے بے عقل لوگ ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ اس کو ہنسی مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ بالکل بے عقل لوگ ہیں۔

﴿ وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ : اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو۔﴾ اس آیت کے بارے میں کلبی کا قول ہے کہ جب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مُؤذِّن نماز کے لئے اذان کہتا اور مسلمان اٹھتے تو یہودی ہنستے اور تَمَسْخُر کرتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مفسر سدی نے بیان کیا کہ مدینہ طیبہ میں جب مؤذن اذان میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" اور "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ" کہتا تو ایک نصرانی یہ کہا کرتا کہ "جل جائے جھوٹا" ایک رات اس کا خادم آگ لایا وہ اور اس کے گھر کے لوگ سو رہے تھے آگ سے ایک شرارہ اُڑا اور وہ نصرانی اور اس کے گھر کے لوگ اور تمام گھر جل گیا۔
(خازن، المائدة، تحت الآية: ۵۸، ۱/۵۰۷)

آیت "وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ" سے معلوم ہونے والے مسائل

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے:

(1)......نمازِ پنج گانہ کے لئے اذان ہونی چاہیے، اذان کا ثبوت اس آیت سے بھی ہے۔

(2)......دین کی کسی چیز کا مذاق اڑانا کفر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اذان کا مذاق اڑانے والوں کو کافر قرار دیا ہے۔ ایسے ہی عالم، مسجد، خانہ کعبہ، نماز، روزہ وغیرہا میں سے کسی کا مذاق اڑانا کفر ہے۔

(3) دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والے احمق و بے عقل ہیں جو ایسے سَفیہانہ اور جاہلانہ حرکات کرتے ہیں۔

دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والوں کا رد

اس آیت میں دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والوں کا کتنا شدید رد ہے۔ افسوس کہ جو کام یہودی اور منافق کیا کرتے تھے وہی کام مسلمان کہلانے والوں میں آتے جارہے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، فرشتے، جنت، حوریں، دوزخ، اس کے عذاب، قرآنی آیات، احادیثِ نبوی، دینی کتابوں، دینی شَعائر، عمامہ، داڑھی، مسجد، مدرسے، دیندار آدمی، دینی لباس، دینی جملے، مقدس کلمات الغرض وہ کونسی مذہبی چیز ہے کہ جس کا اِس زمانے میں کھلے عام فلموں، ڈراموں، خصوصاً مزاحیہ ڈراموں، عام بول چال، دوستوں کی مجلسوں، دنیاوی تقریروں، ہنسی مذاق کی نشستوں اور باہمی گپ شپ میں مذاق نہیں اُڑایا جاتا۔ افسوس کہ مسلمان کہلانے والے اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں۔ مسلمان کہلانے والوں کو داڑھی، عمامہ، مذہبی حُلیے سے نفرت ہے۔ مسلمان کہلانے والے کو اذان سن کر تکلیف ہوتی ہے۔ قرآن و حدیث کی باتیں اسے پرانی باتیں لگتی ہیں۔

یادرکھیں کہ دینی شَعائر کا مذاق اڑانا کفر ہے اور دین کا مذاق اڑانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْــٴًـا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ؕ (الجاثیہ: ۹)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور جب ہماری آیتوں میں سے کسی پر اطلاع پائے تو اسے مذاق بناتا ہے ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ (التوبہ: ٦٥، ٦٦)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

اور فرماتا ہے:

وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا (انعام: ۷۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنالیا اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور ان آیات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی حالت پر غور کرنے اور اپنی اس روش کو تبدیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کتابیو تمہیں ہمارا کیا برا لگا یہی نہ کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور اس پر جو پہلے اترا اور یہ کہ تم میں اکثر بے حکم ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب! تمہیں ہماری طرف سے یہی برا لگا ہے کہ ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا اس پر اور جو پہلے نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے ہیں اور بیشک تمہارے اکثر لوگ فاسق ہیں۔

﴿قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ: تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب!۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے دریافت فرمایا کہ آپ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام میں سے کس کس کو مانتے ہیں؟ اس سوال سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو نہ مانیں تو وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئیں لیکن حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں اور جو اُس نے ہم پر نازل فرمایا اور جو حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور ان کی اولاد پر نازل فرمایا اور جو حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو دیا گیا یعنی توریت وانجیل اور جو اور نبیوں عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے دیا گیا سب

کو مانتا ہوں ۔ہم انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں فرق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں ۔جب یہودیوں کو معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت کو بھی مانتے ہیں تو وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کے منکر ہو گئے اور کہنے لگے جو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مانے ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے ۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بغوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۹، ۲/۳۹)

اور فرمایا گیا کہ اے کتابیو! ہم تمہارے تمام پیغمبروں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور تمہاری تمام کتابوں کو حق مانتے ہیں تو کیا تمہیں یہی برا لگ رہا ہے ۔اس چیز کی وجہ سے تو تمہیں ہمارے ساتھ ہونا چاہیے نہ کہ ہمارے خلاف۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَیْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِیْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓىٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا میں بتا دوں جو اللہ کے یہاں اس سے بدتر درجہ میں ہیں وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے کر دیے بندر اور سور اور شیطان کے پجاری ان کا ٹھکانا زیادہ برا ہے اور یہ سیدھی راہ سے زیادہ بہکے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے محبوب! تم فرماؤ: کیا میں تمہیں وہ لوگ بتاؤں جو اللہ کے ہاں اس سے بدتر درجہ کے ہیں، یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو بندر اور سور بنا دیا اور انہوں نے شیطان کی عبادت کی، یہ لوگ بدترین مقام والے اور سیدھے راستے سے سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔

﴿ قُلْ: اے محبوب! تم فرماؤ۔﴾ یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارے دین سے بدتر کوئی دین ہم نہیں جانتے ۔اس پر فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو تو تم صرف اپنے بغض و کینہ اور دشمنی کی وجہ سے ہی برا کہتے ہو جبکہ حقیقت میں اصل بدتر تو تم لوگ ہو اور ذرا اپنے حالات دیکھ کر خود فیصلہ کر لو کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو یا مردود؟ پچھلے زمانہ میں صورتیں تمہاری مسخ ہوئیں،

سور، بندر تم بنائے گئے، بچھڑے کو تم نے پوجا، اللہ تعالیٰ کی لعنت تم پر ہوئی، غضبِ الٰہی کے مستحق تم ہوئے تو حقیقی بدنصیب اور بدتر تو تم ہو اور تم ہی بدترین مقام یعنی جہنم میں جاؤ گے۔

وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تمہارے پاس آئیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپا رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر ہی تھے اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ چھپا رہے ہیں۔

﴾ وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا: اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں۔﴿ یہ آیت یہودیوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے سرورِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ایمان واخلاص کا اظہار کیا اور کفر و گمراہی کو چھپائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اُن کے حال کی خبر دی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦١، ١/٥٠٨)

منافق بداعتقادی کے ساتھ آتے تھے تو جیسے آتے ویسے ہی جاتے اور صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم عقیدت ومحبت کے ساتھ آتے تو فیض کے دریا سمیٹ کر جاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بداعتقادی کے ساتھ کسی کے پاس جانے والا کبھی اس سے فیض نہیں اٹھا سکتا۔

وَ تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں تم بہتوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری پر دوڑتے ہیں بیشک بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

﴿وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ : اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے۔﴾ یہاں یہودیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ تم اِن یہودیوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں گناہ سے مراد توریت کی وہ آیات چھپانا ہے جن میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت وشان کا بیان تھا اور زیادتی سے مراد توریت میں اپنی طرف سے بڑھا دینا ہے اور حرام خوری سے مراد وہ رشوتیں ہیں جو یہ لے کر توریت کے احکام بدل دیتے تھے۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٢، ١/٥٠٨)

یہودیوں کی صفات اور مسلمانوں کی حالت زار

ویسے ''اِثْم'' ہر گناہ اور نافرمانی کو شامل ہے اور یہاں یہودیوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان پر غور کرنے کی حاجت ہے کہ ظاہری لفظی معنیٰ کے اعتبار سے گناہ، زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں بھاگ کر جانا ان کی صفت بیان کی گئی ہے لیکن اب ہمارے ہاں کتنے ایسے لوگ ہیں کہ نیکی کے کام میں تو تاخیر بلکہ ترک کریں گے لیکن گناہ کے کام میں جلدی کریں گے۔ کسی کی مدد کرنے اور اسے ظلم سے بچانے میں کنی کترا کر گزر جائیں گے لیکن ظلم وزیادتی میں اپنی قوم یا علاقے یا تحریک کے جھنڈے نیچے تَعَصُّب کے ساتھ موجود ہوں گے۔ حلال تو ان کے گلے میں اَٹکے گا لیکن جہاں حرام کی تَوَقُّع ہوگی، رشوت ملے گی، سود ملے گا، خوب ناجائز تجارت کا فائدہ نظر آئے گا وہاں بھاگ کر جائیں گے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدُّن میں ہنود ... یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اور اپنی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے غور کرو کہ

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار؟ ... مَصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟

کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟ ... ہوگئی کس کی نِگہ طرزِ سَلف سے بیزار؟

اور اب تمہارا حال یہ ہے کہ

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں — کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمہیں پاس نہیں

لَوْلَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے، بیشک بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان کے درویش اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

﴿ لَوْلَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ: انہیں کیوں نہ روکا پادریوں نے؟﴾ حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں ’’اَلرَّبّٰنِیُّوْنَ‘‘ سے عیسائیوں کے علماء مراد ہیں اور ’’اَلْاَحْبَارُ‘‘ سے یہودیوں کے علماء مراد ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ یہودیوں کے بارے میں ہیں کیونکہ یہ آیات یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔
(تفسیر کبیر، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٣، ٤/٣٩٣)

اور ایک لفظ سے یہودیوں کے درویش مراد ہیں اور دوسرے لفظ سے یہودیوں کے علماء مراد ہیں۔

علماء پر برائی سے منع کرنا ضروری ہے

یہاں یہودی درویشوں اور علماء کے متعلق فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنی قوم کو گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہ روکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالمِ دین کی اس بات پر بھی پکڑ ہوگی کہ وہ گناہ ہوتے ہوئے دیکھیں اور قدرت کے باوجود منع نہ کریں کیونکہ ایسا عالم گناہ کرنے والے کی طرح ہے۔ امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’گناہ روحانی مرض ہے اور اس کا علاج اللہ تعالیٰ کی، اس کی صفات کی اور اس کے احکام کی معرفت ہے اور یہ علم حاصل ہونے

کے باوجود گناہ ختم نہ ہوں تو یہ اس مرض کی طرح ہے جو کسی شخص کو ہو اور دوائی کھانے کے باوجود وہ مرض ختم نہ ہو اور عالم کا گناہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا یہ قلبی مرض انتہائی شدید ہے۔ (تفسیر کبیر، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٣، ٣٩٣/٤)

عالم پر واجب ہے کہ خود بھی سنبھلے اور دوسروں کو بھی سنبھالے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: قرآنِ پاک میں (علماء کے لئے) اس آیت سے زیادہ ڈانٹ ڈپٹ والی کوئی آیت نہیں۔

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٣، ٥٠٩/١)

اور فرماتے ہیں: قرآنِ پاک میں یہ آیت (علماء کے بارے میں) بہت سخت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برائی سے منع کرنا چھوڑ دینے والے کو برائی کرنے والے کی وعید میں داخل فرمایا ہے۔ (مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٣، ص٢٩٢-٢٩٣)

امام ضحاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس آیت سے زیادہ خوف دلانے والی قرآنِ پاک میں کوئی آیت نہیں، افسوس کہ ہم برائیوں سے نہیں روکتے۔ (تفسیر طبری، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٣، ٦٣٨/٤)

وقف لازم

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے انھیں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے سے لعنت ہے بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں عطا فرماتا ہے جیسے چاہے اور اے محبوب یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر میں ترقی ہوگی اور ان میں ہم نے قیامت تک آپس میں دشمنی اور بیر ڈال

دیا جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھادیتا ہے اور زمین میں فساد کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں، اور اللہ فسادیوں کو نہیں چاہتا۔

ترجمۂ کنزالعرفان: اور یہودیوں نے کہا: اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ ان کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے کی وجہ سے لعنت ہے بلکہ اللہ کے ہاتھ کشادہ ہیں جیسے چاہتا ہے خرچ فرماتا ہے اور اے حبیب! یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یہ ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا اور ہم نے قیامت تک ان میں دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی یہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اسے بجھادیتا ہے اور یہ زمین میں فساد پھیلانے کے لئے کوشش کرتے ہیں اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ: اور یہودیوں نے کہا۔﴾ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ یہودی بہت خوش حال اور نہایت دولت مند تھے۔ جب انہوں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تکذیب ومخالفت کی تو اُن کی روزی کم ہوگئی۔ اس وقت فنحاص یہودی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہے یعنی مَعَاذَ اللہ وہ رزق دینے اور خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے۔ اُس کے اِس قول پر کسی یہودی نے منع نہ کیا بلکہ راضی رہے، اسی لئے یہ سب کا مَقولہ قرار دیا گیا اور یہ آیت اُن کے بارے میں نازل ہوئی

(خازن، المائدة، تحت الآية: ٦٤، ١/٥٠٩، مدارك، المائدة، تحت الآية: ٦٤، ص ٢٩٣)

اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تو جَوّاد وکریم ہے، ہاں ان یہودیوں کے ہاتھ باندھے جائیں۔ اِس ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ یہودی دنیا میں سب سے زیادہ بخیل ہوگئے یا اِس جملے کا یہ معنیٰ ہے کہ اُن کی اس بے ہودہ گوئی اور گستاخی کی سزا میں اُن کے ہاتھ جہنم میں باندھے جائیں اور اس طرح انہیں آتشِ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ آیت میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کشادہ ہونے سے مراد بے حد کرم اور مہربانی ہے کہ دوستوں کو بھی نوازے اور دشمنوں کو بھی محروم نہ کرے ورنہ اللہ تعالیٰ جسمانی ہاتھ اور ہاتھ کے کھلنے سے پاک ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جیسے اور جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اس میں کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہیں۔ وہ کسی کو امیر اور کسی کو غریب کرتا ہے لیکن اس وجہ سے نہیں کہ اس کے خزانے میں کچھ کمی یا کرم میں کچھ نقصان ہے بلکہ بندوں کے حالات کا تقاضا ہی یہ ہے اور اس میں ہزارہا مصلحتیں ہیں۔

﴿وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ :اور ضرور ان میں سے بہت سے لوگوں (کی سرکشی اور کفر) میں اضافہ کرے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ جتنا قرآنِ پاک اُترتا جائے گا اتنا ہی یہودیوں کا حسد وعِناد بڑھتا جائے گا اور وہ اس کے ساتھ کفر و سرکشی میں بڑھتے رہیں گے جیسے مُقَوِّی غذا کمزور معدے والے کو بیمار کر دیتی ہے، اس میں غذا کا قصور نہیں بلکہ مریض کے معدے کا قصور ہے یا جیسے سورج کی روشنی چمگادڑ کو اندھا کر دیتی ہے تو اس میں سورج کا نہیں بلکہ چمگادڑ کی آنکھ کا قصور ہے۔

آیت ”وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ“ سے معلوم ہونے والے مسائل

اس سے دو چیزیں معلوم ہوئیں:

(1)......جس کے دل میں سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت نہ ہو اس کے لئے قرآن وحدیث کفر کی زیادتی کا سبب ہیں جیسے آج کل بہت سے بے دینوں کو دیکھا جارہا ہے۔ یاد رہے کہ دین کی عظمت، دین لانے والے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت سے ہے۔

(2)......کفر میں زیادتی کمی ہوتی ہے یعنی کوئی کم شدید کافر ہوتا ہے اور کوئی زیادہ شدید۔ کمی زیادتی کسی مقدار کے اعتبار سے نہیں ہوتی، یہ ایسے ہی ہے جیسے ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے یعنی کوئی زیادہ مضبوط ایمان والا اور کوئی کمزور ایمان والا ہوتا ہے۔

﴿وَ اَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ :اور ہم نے قیامت تک ان میں دشمنی اور بغض ڈال دیا۔﴾ یعنی وہ ہمیشہ باہم مختلف رہیں گے اور اُن کے دِل کبھی نہ ملیں گے اگرچہ اوپر سے کبھی کبھار مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جائیں۔

﴿كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ :جب کبھی یہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں۔﴾ جب بھی یہودیوں نے فساد، شرانگیزی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی ایسے شخص کو ان پر مُسَلَّط کر دیا جس نے انہیں ہلاکت اور بربادی سے دوچار کر دیا، پہلے جب انہوں نے فتنہ وفساد شروع کیا اور تورات کے احکام کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ان کی طرف بھیج دیا جس نے ان کو تباہ کر کے رکھ دیا، کچھ عرصے بعد پھر جب انہوں نے سر اٹھایا تو طیطوس رومی نے ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی، پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب انہوں شرانگیزی شروع کی تو فارسی مجوسیوں نے ان کا حشر نشر کر دیا، پھر کچھ عرصے بعد جب فساد کا بازار گرم کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر تَسَلُّط اور غلبہ عطا فرما دیا۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٤، ١/١٠٥-١١٥)

ایک قول یہ ہے کہ جب بھی یہودی نبی اکرم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف جنگ کا ارادہ کرتے ہوئے اس کے اسباب تیار کریں گے تو اللّٰہ تعالیٰ ان کے منصوبے ناکام بنادے گا۔ (ابو سعود، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٤، ٢/٦٦)

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۶۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر کتاب والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور انہیں چین کے باغوں میں لے جاتے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر اہلِ کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ مٹا دیتے اور ضرور انہیں نعمتوں کے باغوں میں داخل کرتے۔

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا: اور اگر اہلِ کتاب ایمان لاتے۔﴾ اہلِ کتاب کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ ایمان لے آتے تو ان کے گناہ بخش دیئے جاتے اور یہ جنت کے مستحق قرار پاتے۔ اِس آیت میں ایمان لانے کی اُخروی جزا کا بیان ہے اور اگلی آیت میں ایمان لانے کی دُنیوی جزا کا بیان کیا گیا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌؕ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع

ع ٩/١٢

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ قائم رکھتے توریت اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے اترا تو انہیں رزق

ملتا اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ان میں کوئی گروہ اعتدال پر ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کررہے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر وہ تورات اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اسے قائم کرلیتے تو انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے رزق ملتا۔ ان میں ایک گروہ اعتدال کی راہ والا ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کررہے ہیں۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ: اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم کرلیتے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اور اگر وہ تورات اور انجیل اور دیگر کتابوں پر عمل کرتے اس طرح کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لاتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کرتے کیونکہ توریت وانجیل میں اسی کا حکم دیا گیا ہے اور دیگر تمام کتابیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل فرمائیں سب میں امامُ الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کا حکم ہے تو اگر وہ اس حکم پر عمل کرلیتے تو انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے رزق ملتا یعنی رزق کی کثرت ہوتی اور ہر طرف سے انہیں رزق پہنچتا۔

دین کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وُسعت ِرزق کا ذریعہ ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری سے رزق میں وُسعت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابواسحاق ہمدانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جسے عمر میں اضافہ ہونا اور رزق میں زیادتی ہونا پسند ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

(شعب الایمان، السادس والخمسون من شعب الایمان... الخ، ٦/٢١٩، الحدیث: ٧٩٤٧)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اے لوگو! جو چیز تمہیں جنت کے قریب اور جہنم سے دور کرسکتی ہے اس کا میں نے تمہیں حکم دے دیا اور جو چیز تمہیں جہنم کے قریب اور جنت سے دور کرسکتی ہے اس سے میں نے تمہیں منع کردیا۔ بے شک رُوْحُ الْاَمین عَلَیْہِ السَّلَام نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی جان اس وقت تک مرے گی نہیں جب تک وہ اپنا رزق پورا نہ کرلے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے رزق طلب کرو۔ رزق کا آہستہ پانا تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم اللہ تعالیٰ

کی نافرمانی کے ذریعے رزق طلب کرنے لگو کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اس کی اطاعت کے ذریعے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ (شرح السنه، كتاب الرقاق، باب التوكل على الله عزوجل، ٣٢٩/٧، الحديث: ٤٠٠٦)

﴿مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ: ان میں ایک گروہ اعتدال کی راہ والا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ سارے اہلِ کتاب یکساں نہیں ہیں بلکہ بعض اعتدال پسند ہیں اور وہ حد سے تجاوز نہیں کرتے، یہ یہودیوں میں سے وہ لوگ ہیں جو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وغیرہ جبکہ بقیہ اکثریت نافرمان ہے جو کفر پر جمے ہوئے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بیشک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اس کی تبلیغ فرما دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اُس کا کوئی پیغام بھی نہ پہنچایا اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ بیشک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ: اے رسول۔﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو رسول کے لقب سے خطاب فرمایا، یہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیت ہے ورنہ دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کے اَسماءِ مبارکہ سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو فرمایا گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغامات لوگوں تک پہنچائیں اور کسی قسم کا کوئی اندیشہ نہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ ان کفار سے آپ کی حفاظت فرمائے گا جو آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس خطرے کی وجہ سے دورانِ سفررات کے وقت سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حفاظت

کیلئے پہرہ دیا جاتا تھا، جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو پہرہ ہٹا دیا گیا اور حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پہرے داروں سے فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا فرما دیا ہے۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المائدۃ، ٥/٣٥، الحدیث: ٣٠٥٧)

حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی حفاظت کے لئے پہرہ دینے کا شرف جنہیں سب سے پہلے حاصل ہوا وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں ''رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ آتے وقت ایک رات بے خواب رہے، پھر فرمایا کاش کوئی نیک شخص ہماری حفاظت کرتا۔ اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا ''یہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں سعد ہوں۔ ارشاد فرمایا ''تمہیں کیا چیز یہاں لائی ہے؟ عرض کی: میرے دل میں رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر خطرہ گزرا تو میں ان کی حفاظت کرنے آیا۔ ان کے لیے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا کی، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سو گئے۔

(مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہم، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ عنہ، ص١٣١٤، الحدیث: ٤٠(٢٤١٠))

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْؕ-وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًاۚ-فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ(۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرما دو اے کتابیو تم کچھ بھی نہیں ہو جب تک نہ قائم کرو توریت اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اور بیشک اے محبوب وہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر کی اور ترقی ہوگی تو تم کافروں کا کچھ غم نہ کھاؤ۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرما دو اے کتابیو! جب تک تم تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اسے قائم نہیں کر لیتے تم کسی شے پر نہیں ہو اور اے حبیب! یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے یہ ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا تو تم کافر قوم پر کچھ غم نہ کھاؤ۔

﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ : تم فرمادو اے کتابیو!﴾ اہلِ کتاب سے فرمایا گیا کہ جب تک تم نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہیں لے آتے تب تک تم کسی دین وملت پر نہیں ہو کیونکہ اگر حقیقی طور پر تم تورات وانجیل پر عمل کرو تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر بھی ایمان لے آؤ کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کا حکم تورات وانجیل میں موجود ہے۔

﴿ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ : اے حبیب! یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو قرآن آپ کی طرف آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، یہ اہلِ کتاب کے علماء اور سرداروں کی پرانی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا کیونکہ آپ پر جب قرآنِ مجید کی کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو یہ اس کا انکار کر دیتے ہیں اور اس طرح یہ اپنے کفر وسرکشی میں اور زیادہ سخت ہو جاتے ہیں اس لئے اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جو یہودی آپ کی نبوت کا انکار کر رہے اور آپ پر ایمان نہیں لا رہے ان کی وجہ سے آپ غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ان کے اس کفر کا وبال انہی پر پڑے گا۔

(روح البیان، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٨، ٢/٤١٩، خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٨، ١/٥١١-٥١٣، ملتقطاً)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اسی طرح یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی ان میں جو کوئی سچے دل سے اللہ وقیامت پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک (وہ جو اپنے آپ کو) مسلمان (کہتے ہیں) اور یہودی اور ستاروں کی پوجا کرنے والے اور عیسائی (ان میں سے) جو (سچے دل سے) اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور اچھے عمل کرے تو ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : بیشک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالٰی نے بیان فرمایا کہ

اہلِ کتاب اس وقت تک کسی دین وملت پر نہیں جب تک وہ ایمان نہیں لاتے اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ یہ حکم صرف اہلِ کتاب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر ملت والا اس حکم میں داخل ہے اور کسی کو بھی تب تک کوئی فضیلت اور منقبت حاصل نہیں جب تک وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتا اور ایسے نیک اعمال نہیں کرتا جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور نیک عمل میں سے حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانا بھی ہے کیونکہ جب تک کوئی تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہیں لاتا تو اس کا ایمان مکمل نہیں ہوگا۔

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٦٩، ١/٥١٣)

اس آیت کی تفسیر کے بارے میں مزید معلومات کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 62 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمْ رُسُلًاؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْۙ فَرِیْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے، جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر آیا جو ان کے نفس کی خواہش نہ تھی ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے (تو) جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر آیا جو ان کے نفس کو پسند نہ تھی تو انہوں نے (انبیاء کے) ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے رہے۔

﴿لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ: بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا۔﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے توریت میں یہ عہد لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور حکمِ الٰہی کے مطابق عمل کریں لیکن انہوں نے یہ کیا کہ جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ان کی خواہشات کے برخلاف حکم لے کر آتے تو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کسی گروہ کو تو یہ جھٹلاتے اور کسی کو شہید کر دیتے۔ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تکذیب میں تو یہود و نصاریٰ سب شریک ہیں مگر قتل کرنا یہ خاص یہودیوں کا کام ہے، اُنہوں نے بہت سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید کیا جن میں سے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی ہیں۔ یہ خیال رہے کہ کوئی نبی عَلَیْہِ السَّلَام جہاد میں کافروں کے ہاتھوں شہید نہیں ہوئے۔

وَ حَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَ صَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا كَثِیْرٌ مِّنْهُمْؕ-وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ(۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس گمان میں رہے کہ کوئی سزا نہ ہوگی تو اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی پھر ان میں بہتیرے اندھے اور بہرے ہوگئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ انہیں کوئی سزا نہ ہوگی تو یہ اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہوگئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿وَ حَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ: اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ (انہیں اس پر) کوئی سزا نہ ہوگی۔﴾ یہود و نصاریٰ اتنے سنگین جرائم کے مُرتکِب ہوئے کہ دونوں نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جھٹلایا اور بطورِ خاص یہودیوں نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شہید بھی کیا لیکن اس کے باوجود انہوں نے یہ گمان کیا کہ ایسے شدید جرموں پر بھی انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا تو یہ اندھے اور بہرے ہوگئے یعنی حق دیکھنے سے اندھے اور حق سننے سے بہرے ہوگئے اور ویسے بھی وہ عقل و شعور سے اندھے بہرے تھے کہ ایسے جرائم کے باوجود بھی خود کو سزا سے محفوظ سمجھتے رہے۔ پھر جب اُنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی لیکن پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہوگئے اور اسی سابقہ روش پر چل پڑے۔ دو مرتبہ اندھا اور بہرہ ہونے سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے چند اقوال ہیں:

(1)...... یہودی حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں عقل کے اعتبار سے اندھے اور بہرے ہوگئے پھر ان میں سے بعض کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی کہ انہیں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے کی توفیق دی۔ پھر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانہ مُبارکہ میں ان کی نبوت و رسالت کا انکار کر کے بہت سے یہودی دل کے اندھے اور بہرے ہوگئے۔

(2)...... پہلی مرتبہ تب دل کے اندھے اور بہرے ہوئے جب انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی پھر اس سے انہوں نے توبہ

کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی پھر دوسری مرتبہ ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے تب ہوئے جب انہوں نے فرشتوں کے نزول اور رویتِ باری تعالیٰ کا مطالبہ کیا۔

(3)...... دو مرتبہ بصیرت کے اندھے اور بہرے ہونے کی تفسیر سورۂ بنی اسرائیل کی 4 سے لے کر 7 تک وہ آیات ہیں جن میں یہ خبر دی گئی کہ یہودی دو مرتبہ زمین میں فساد کریں گے۔ (تفسیر کبیر، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۷۱، ۴/۴۰۷)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَؕ-وَ قَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْؕ-اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُؕ-وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ(۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا: اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا: بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا۔﴾ عیسائیوں کے بہت سے فرقے ہیں: ان میں سے یعقوبیہ اور ملکانیہ کہتے تھے کہ مریم نے اِلٰہ یعنی معبود کو جنا اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ الٰہ یعنی معبود نے عیسیٰ کی ذات میں حُلول کرلیا اور وہ اُن کے ساتھ مُتَّحِد ہوگیا تو عیسیٰ الٰہ (معبود) ہوگئے۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۷۲، ۱/۵۱۴)

مَعَاذَ اللّٰه ثُمَّ مَعَاذَ اللّٰه۔ عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بھی توہین کی

کہ وہ تو اپنے کو رب عَزَّوَجَلَّ کا بندہ کہتے تھے اور یہ انہیں جھٹلا کر انہی کو رب کہنے لگے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَ اِنْ لَّمْ یَنْتَهُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۷۴﴾

وقف لازم

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ تو کیوں نہیں رجوع کرتے اللہ کی طرف اور اس سے بخشش مانگتے اور اللہ بخشنے والا مہربان۔

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا: بیشک اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے حالانکہ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی معبود ہے اور اگر یہ لوگ اس سے باز نہ آئے جو یہ کہہ رہے ہیں تو جو ان میں کافر رہیں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ تو یہ کیوں اللہ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتے اور کیوں اس سے مغفرت طلب نہیں کرتے؟ حالانکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا: بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا۔﴾ عیسائیوں میں فرقہ مرقوسیہ اور نسطوریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ الٰہ تین ہیں، باپ بیٹا روح القدس، اللہ تعالیٰ کو باپ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اس کا بیٹا اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو رُوحُ القُدُس کہتے ہیں۔ علم کلام کے ماہر علماء فرماتے ہیں کہ نصاریٰ کہتے ہیں کہ باپ بیٹا روحُ القدس یہ تینوں ایک الٰہ ہیں۔ مَعَاذَاللہ۔ ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ اس کا کوئی ثانی ہے نہ ثالث۔ وہ وحدانیت کے ساتھ مَوصوف ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، باپ بیٹے بیوی سب سے پاک ہے۔ اگر یہ کفار اس عقیدے سے باز نہ آئے اور تثلیث (تین خدا ماننے) کے معتقد رہے اور توحید اختیار نہ کی تو آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌؕ كَانَا یَاْكُلٰنِ الطَّعَامَؕ اُنْظُرْ كَیْفَ نُبَیِّنُ لَهُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ(۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: مسیح ابن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم کیسی صاف نشانیاں ان کے لئے بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں۔

ترجمۂ کنزالعرفان: مسیح بن مریم تو صرف ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ (بہت سچی) ہے۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم ان کے لئے کیسی صاف نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے پھرے جاتے ہیں؟

﴿مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ: مسیح بن مریم تو صرف ایک رسول ہیں۔﴾ یہاں حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے خدا نہ ہونے کی دلیل بیان کی ہے چنانچہ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ایک رسول ہے۔ خدا نہیں ہے لہٰذا اُن کو خدا ماننا غلط، باطل اور کفر ہے۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور وہ رسول بھی معجزات رکھتے تھے، یہ معجزات اُن کی نبوت کی صداقت کی دلیل تھے نہ کہ خدا ہونے کی، اسی طرح حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بھی رسول ہیں اُن کے معجزات بھی ان کی نبوت کی دلیل ہیں نہ کہ خدا ہونے کی، لہٰذا انہیں رسول ہی ماننا چاہئے اور جب دیگر انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو معجزات کی بنا پر خدا نہیں مانتے تو اِن کو بھی خدا نہ مانو۔

﴿وَ اُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ: اور اس کی ماں صدیقہ ہے۔﴾ یعنی حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا بہت سچی ہیں جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہیں تو تم بھی ان کی پیروی کرو۔ نیز حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور ان کی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے جبکہ معبود کھانے سے پاک ہوتا ہے اور کھانا کھانا بھی معبود نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ معبود

غذا کا محتاج نہیں ہوسکتا تو جو غذا کھائے، جسم رکھے اور اُس جسم میں تحلیل واقع ہو، غذا اس کا بدل بنے وہ کیسے معبود ہوسکتا ہے؟

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (٧٦)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا اللّٰہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک نہ نفع کا اور اللّٰہ ہی سنتا جانتا ہے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ، کیا تم اللّٰہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے نقصان کا مالک ہے اور نہ نفع کا اور اللّٰہ ہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿قُلْ: تم فرماؤ۔﴾ اس آیت میں شرک کو باطل کرنے کی ایک اور دلیل بیان کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مُسْتَحِقِّ عبادت وہی ہوسکتا ہے جو نفع نقصان وغیرہ ہر چیز پر ذاتی قدرت واختیار رکھتا ہو اور جو ایسا نہ ہو وہ مستحق عبادت نہیں ہوسکتا اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نفع وضَرَر کے بِالذّات مالک نہ تھے بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کے مالک کرنے سے مالک ہوئے تو اُن کی نسبت اُلوہِیَّت کا اعتقاد باطل ہے۔ (ابو سعود، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٧٦، ٢/٧٦)

اسی لئے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جہاں مردے زندہ کرنے، بیماروں کو شفایاب کرنے، اندھوں کو بینا کرنے اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں ہر جگہ یہ فرمایا کہ میں یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذن یعنی اجازت سے کرتا ہوں۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ (٧٧) ع

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کتاب والو اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو پہلے گمراہ ہوچکے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ بہک گئے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ، اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق غلو (زیادتی) نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلو جو پہلے خود بھی گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کر چکے ہیں اور سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔

﴿قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ: تم فرماؤ، اے کتاب والو!﴾ یہاں تمام اہلِ کتاب کو ناحق زیادتی کرنے سے منع فرمایا۔ یہودیوں کی زیادتی تو یہ تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی نبوت ہی نہیں مانتے تھے اور نصاریٰ کی زیادتی یہ تھی کہ وہ انہیں معبود ٹھہراتے ہیں۔ ان سب سے فرمایا گیا کہ دین میں زیادتی نہ کرو اور گمراہ لوگوں کی پیروی نہ کرو یعنی اپنے بددین باپ دادا وغیرہ کے پیچھے نہ چلو بلکہ حق کی پیروی کرو۔

اولیاءِ کرام اور ان کے مزارات کے حوالے سے غُلُو

اولیاءِ کرام کی تعظیم کرنا اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے ان کے مزارات پر حاضری دینا جائز اور پسندیدہ عمل ہے کیونکہ اولیاءِ کرام اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں اور ان کے مزارات رحمتِ الٰہی اترنے کے مقامات ہیں لیکن فی زمانہ اولیاءِ کرام اور ان کے مزارات کے حوالے سے انتہائی غلو سے کام لیا جاتا ہے کہ بعض حضرات ان کی جائز تعظیم کو ناجائز و حرام کہتے اور ان کے مزارات پر حاضری کو شرک و بت پرستی سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض نادان ان کی تعظیم کرنے میں شرعی حد پار کر جاتے اور ان کے مزارات پر ایسے امور سرانجام دیتے ہیں جو شرعاً ناجائز و حرام ہیں جیسے تعظیم کے طور پر مزار کا طواف کرنا اور صاحبِ مزار کو سجدہ تعظیمی کرنا، مزارات پر مزامیر کے ساتھ قوالیاں پڑھنا، عورتوں کا مزارات پر مخلوط حاضر ہونا اور عرس وغیرہ کے موقع پر لہو ولعب کا اہتمام کرنا وغیرہ۔ تعظیمِ اولیاء کو ناجائز و حرام کہنے والوں اور مزارات پر حاضری کو شرک و بت پرستی سمجھنے والوں کو چاہئے کہ وہ اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی حالت پر غور کریں اور شرعاً جائز عمل کو اپنی طرف سے ناجائز و حرام کہہ کر دین میں زیادتی نہ کریں بلکہ حق کی پیروی کریں اور مزارات پر ناجائز و حرام کام کرنے والوں کو چاہئے وہ بھی اپنے ان افعال سے باز آجائیں تاکہ دشمنانِ اولیاء ان کی نادانیوں کی وجہ سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے دور کرنے کی سعی نہ کر سکیں۔

لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَؕ-ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ(۷۸)

ترجمۂ کنزالایمان: لعنت کیے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بنی اسرائیل میں سے کفر کرنے والوں پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر سے لعنت کی گئی۔ یہ لعنت اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ سرکشی کرتے رہتے تھے۔

﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: کفر کرنے والوں پر لعنت کی گئی۔﴾ ایلہ کے رہنے والوں کو ہفتہ کے دن شکار کرنا منع تھا، انہوں نے جب اس حکم کی مخالفت کی اور شکار کرنے سے باز نہ آئے تو حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے خلاف دعا فرمائی چنانچہ ان سب کو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مَسخ کردیا گیا۔ سورۂ اعراف میں اس قصے کی تفصیل مذکور ہے اور اصحابِ مائدہ نے جب نازل شدہ دسترخوان کی نعمتیں کھانے کے بعد ممانعت کے باوجود انہیں ذخیرہ کیا اور ایمان نہ لائے تو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اُن کے خلاف دعا فرمائی تو وہ خنزیر اور بندر بن گئے، اس وقت اُن کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ (جمل، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۷۸، ۲/ ۲۶۰-۲۶۱)

بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہودی اپنے آباء واَجداد پر فخر کیا کرتے تھے اور کہتے تھے ہم انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد ہیں۔ اس آیت میں انہیں بتادیا گیا کہ اُن انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تو ان پر لعنت کی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی جلوہ افروزی کی بشارت دی اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان نہ لانے اور کفر کرنے والوں پر لعنت کی تھی۔
(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۷۸، ۱/ ۵۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے منہ سے نکلی ہوئی نقصان کی دعا دنیا وآخرت میں رسوائی اور بربادی کا سبب بن سکتی ہے، لہٰذا ایسے کاموں سے بچتے رہنا چاہئے جو ان کی ناراضی کا سبب بنیں۔

﴿ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ: یہ (لعنت) ان کی نافرمانی اور سرکشی کا بدلہ ہے۔﴾ اس میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان یہودیوں کی سرکشی سے غمزدہ نہ ہوں، یہ لوگ تو عادی مجرم اور پرانے سرکش ہیں، حتّٰی کہ اس سرکشی کی سزا میں بندر اور سور بھی بن چکے ہیں، اس وقت ان کا امن

میں رہنا صرف اس وجہ سے ہے کہ تم تمام عالَمین کے لئے رحمت ہو، تمہاری موجودگی میں عذاب نہ آئے گا۔

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ ایک دوسرے کو کسی برے کام سے منع نہ کرتے تھے جو وہ کیا کرتے تھے۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

﴿ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ: وہ ایک دوسرے کو کسی برے کام سے منع نہ کرتے تھے۔﴾ یہودیوں کی ایک سرکشی یہ تھی کہ انہوں نے برائی ہوتی دیکھ کر ایک دوسرے کو اس سے منع کرنا چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو اُن کے علماء نے پہلے تو انہیں منع کیا، جب وہ باز نہ آئے تو پھر وہ علماء بھی اُن سے مل گئے اور کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے میں اُن کے ساتھ شامل ہو گئے اُن کی اسی نافرمانی اور سرکشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان سے اُن پر لعنت اُتاری۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المائدۃ، ۳۵/۵، الحدیث: ۳۰۵۸)

گناہ سے روکنا واجب اور منع کرنے سے باز رہنا گناہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ برائی سے لوگوں کو روکنا واجب ہے اور گناہ سے منع کرنے سے باز رہنا سخت گناہ ہے۔ اس سے ان علماء کو اور بطورِ خاص ان پیروں کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی حاجت ہے کہ جو اپنے ماننے والوں میں یا مریدین ومعتقدین میں اِعلانیہ گناہ ہوتے دیکھ کر اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے منع کرنے سے لوگ گناہ سے باز آ جائیں گے پھر بھی ’’یا شیخ اپنی اپنی دیکھ‘‘ کا نعرہ لگاتے نظر آتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن عذری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیزگار لوگ اٹھاتے رہیں گے اور وہ غُلُوّ کرنے والوں کی تحریفیں،

اہلِ باطل کے جھوٹے دعووں اور جاہلوں کی غلط تاویل وتشریح کو دین سے دور کرتے رہیں گے۔
(سنن الکبری للبیھقی، کتاب الشھادات، باب الرجل من اھل الفقه... الخ، ۱۰/۲۵۳، الحدیث: ۲۰۹۱۱)

مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس میں غیبی بشارت ہے کہ تا قیامت میرے دین میں علمائے خیر پیدا ہوتے رہیں گے۔ جو علمِ دین کو پڑھتے پڑھاتے اور تبلیغ کرتے رہیں گے۔ خیال رہے کہ گزشتہ صالحین کو سَلَف اور پچھلوں کو خَلَف کہا جاتا ہے لہٰذا ہر جماعتِ صالحین اگلوں کے لحاظ سے خلف اور پچھلوں کے لحاظ سے سلف ہے۔ حدیثِ پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ’’یعنی مسلمانوں میں بعض جاہل علماء کی شکل میں نمودار ہو کر قرآن وحدیث کی غلط تاویلیں اور مَعنوی تحریفیں کر دیں گے، وہ مقبول جماعت ان تمام چیزوں کو دفع کرے گی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! آج تک ایسا ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہو گا، دیکھ لو علمائے دین کی سرپرستی نہ حکومت کرتی ہے نہ قوم لیکن پھر بھی یہ جماعت پیدا ہو رہی ہے اور خدمتِ دین برابر کر رہی ہے۔ (مراۃ المناجیح، کتاب العلم، الفصل الثانی، ۱/۲۰۱، تحت الحدیث: ۲۳۰)

تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ فِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، کیا ہی بری چیز اپنے لیے خود آگے بھیجی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں تو ان کی جانوں نے ان کے لئے کتنی بری چیز آگے بھیجی کہ ان پر اللہ نے غضب کیا اور یہ لوگ ہمیشہ عذاب میں ہی رہیں گے۔

﴿ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔﴾ پچھلی آیات میں گزشتہ زمانے کے یہودیوں کی مذموم صفات اور ان کے عُیوب ونَقائص کا بیان تھا اب حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانۂ مبارکہ کے یہودیوں کی برائیوں اور سازشوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **شانِ نزول:** کعب بن اشرف یہودی اور اس کے ساتھی سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بغض وعناد کی وجہ سے مشرکینِ مکہ کے پاس پہنچے اور انہیں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے جنگ کرنے پر ابھارا، لیکن یہ لوگ اپنی اس کوشش میں ناکام ونامراد ہوئے، اس واقعے سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ منافقین میں سے بہت سوں کو دیکھیں گے کہ وہ یہودیوں سے دوستی کرتے ہیں۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۸۰، ۱/۵۱۷)

کفار سے دوستی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا اور آخرت میں دائمی عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

کفار سے دوستی کا دم بھرنے والے مسلمانوں کے لئے تازیانۂ عبرت

معلوم ہوا کے کفار سے دوستی اور مُوالات حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ یہ آیتِ مبارکہ ان مسلمانوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے جو کفار کی مسلمانوں سے کھلی دشمنی اپنی روشن آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود، صرف اپنے منصب کی بقا کی خاطر ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے، ان کی ہاں میں ہاں ملاتے اور ان کی ناراضی سے خوف کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِیِّ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور ان نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے مگر ان میں تو بہتیرے فاسق ہیں۔

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر یہ اللہ اور نبی پر اور اُس پر جو نبی کی طرف نازل کیا گیا ہے ایمان لاتے تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں بہت زیادہ فاسق ہیں۔

﴿وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِیِّ: اور اگر یہ اللہ اور نبی پر ایمان لاتے۔﴾ کفار ومشرکین سے دوستی اور محبت کا رشتہ اُستوار کرنے والے یہودی اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اس کی نازل کردہ کتاب قرآنِ

پاک پر صدق واخلاص کے ساتھ ایمان لائے ہوتے تو کسی صورت بھی ان کے ساتھ دوستی کا سلسلہ قائم نہ کرتے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ان میں بہت زیادہ فاسق ہیں۔ ان آیات کے پسِ منظر پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کا اصل مقصود ریاست کی حکمرانی اور منصب کا حصول تھا اور اس کے لئے انہیں کوئی بھی طریقہ اپنانا پڑا، کسی بھی ذریعے کو اختیار کرنا پڑا وہ کر گزرے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال فی زمانہ ہم مسلمانوں میں عام ہو چکی ہے۔ اپنی کرسی کو بچانے کے چکر میں کفار کے سامنے گھٹنے ٹیکتے اور ایڑیاں گھسیٹتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے۔

ترجمۂ کنزالعرفان: ضرور تم مسلمانوں کا سب سے زیادہ شدید دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے: ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ان میں علماء اور عبادت گزار موجود ہیں اور یہ تکبر نہیں کرتے۔

﴿وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے۔﴾
اس آیتِ کریمہ میں اُن عیسائیوں کی تعریف بیان کی گئی ہے جو حضورِ اقدس صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے زمانۂ اقدس تک حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دین پر قائم رہے اور تاجدارِ رسالت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی بعثت معلوم ہونے کے بعد

سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے۔ **شانِ نزول:** ابتدائے اسلام میں جب کفارِ قریش نے مسلمانوں کو بہت ایذائیں دیں تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں سے گیارہ مرد اور چار عورتوں نے سرکارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت کی، یہ تمام حضرات اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں بَحری سفر کر کے حبشہ پہنچے۔ اس ہجرت کو ہجرتِ اُولیٰ کہتے ہیں۔ اُن کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ گئے پھر اور مسلمان روانہ ہوتے رہے یہاں تک کہ بچوں اور عورتوں کے علاوہ مہاجرین کی تعداد بیاسی (82) مَردوں تک پہنچ گئی، جب قریش کو اس ہجرت کا علم ہوا تو انہوں نے چند افراد کو تحفہ تحائف دے کر نجاشی بادشاہ کے پاس بھیجا، ان لوگوں نے دربارِ شاہی میں باریابی حاصل کر کے بادشاہ سے کہا: ہمارے ملک میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور لوگوں کو نادان بنا ڈالا ہے اُن کی جماعت جو آپ کے ملک میں آئی ہے وہ یہاں فساد انگیزی کرے گی اور آپ کی رعایا کو باغی بنائے گی، ہم آپ کو خبر دینے کے لئے آئے ہیں اور ہماری قوم درخواست کرتی ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کیجئے، نجاشی بادشاہ نے کہا: پہلے ہم ان لوگوں سے گفتگو کر لیں باقی بات بعد میں دیکھیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے مسلمانوں کو طلب کیا اور ان سے دریافت کیا کہ ’’تم حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کی والدہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللّٰہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول، کَلِمَۃُ اللّٰہ اور روحُ اللّٰہ ہیں اور حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کنواری پاک ہیں۔ یہ سن کر نجاشی نے زمین سے ایک لکڑی کا ٹکڑا اٹھا کر کہا خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم تمہارے آقا نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کلام میں اتنا بھی نہیں بڑھایا جتنی یہ لکڑی، (یعنی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد کلامِ عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بالکل مطابق ہے) یہ دیکھ کر مشرکینِ مکہ کے چہرے اتر گئے۔ پھر نجاشی نے قرآن شریف سننے کی خواہش کی تو حضرت جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سورۂ مریم تلاوت کی، اس وقت دربار میں نصرانی عالم اور درویش موجود تھے، قرآنِ پاک سن کر بے اختیار رونے لگے۔ پھر نجاشی نے مسلمانوں سے کہا: تمہارے لئے میری سلطنت میں کوئی خطرہ نہیں مشرکینِ مکہ اپنے مقصد میں ناکام ہو کر واپس پلٹے اور مسلمان نجاشی کے پاس، بہت عزت و آسائش کے ساتھ رہے اور اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے نجاشی کو دولتِ ایمان کا شرف حاصل ہوا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۸۲، ۱/۵۱۸)

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	قرآن مجید	کلامِ الٰہی	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	کنز الإیمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا اکیڈمی، ہند
3	کنز العرفان	شیخ الحدیث والتفسیر ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب التفسیر وعلوم القرآن

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعات
1	تفسیرِ طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	احکامُ القرآن	امام ابو بکر احمد بن علی رازی بصاص، متوفی ۳۷۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
3	تفسیرِ سمرقندی	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
4	تفسیرِ بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	زاد المسیر	ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۲۳ھ
6	تفسیرِ کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
7	تفسیرِ قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	تفسیرِ بیضاوی	امام ناصر الدین عبد اللہ بن ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	تفسیرِ مدارک	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
10	تفسیرِ خازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
11	البحرُ المحیط	ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
12	نظم الدرر	برہان الدین ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی، متوفی ۸۸۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ
13	تفسیرِ جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۴ھ و امام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
14	تفسیرِ دُر منثور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ

15	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
16	تفسیرِ ابو سعود	علامہ ابو سعود محمد بن مصطفیٰ عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دار الفکر، بیروت
17	تفسیراتِ احمدیہ	شیخ احمد بن ابی سعید ملاّ جیون جونپوری، متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
18	روحُ البیان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
19	تفسیرِ جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۴ھ	باب المدینہ کراچی
20	تفسیرِ عزیزی (مترجم)	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ	ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
21	تفسیرِ صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
22	روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
23	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتب الحدیث و متعلقاتہ

1	مصنف عبد الرزاق	ابو بکر محمد عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	مصنف ابن ابی شیبہ	حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	مسندِ امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
4	دارمی	امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
5	بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
6	مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	ابو داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
9	ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
10	سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
11	مسند ابو یعلی	ابو یعلی احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

12	تهذيب الآثار	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	مطبعۃ المدنی، قاہرہ
13	نوادر الاصول	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم ترمذی، متوفی ۳۲۰ھ	مکتبۃ الامام بخاری، قاہرہ
14	معجم الكبير	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
15	معجم الأوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
16	معجم الصغير	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۳ھ
17	دار قطنی	علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۳۸۵ھ	مدینۃ الاولیاء، ملتان
18	مستدرك	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
19	حلية الأولياء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
20	شعب الإيمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
21	سنن الكبرى	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
22	فردوس الأخبار	ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
23	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابو بکر ہیثمی، متوفی ۸۰۷ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
24	الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان	علامہ امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی، متوفی ۷۳۹ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
25	مشكاة المصابيح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
26	جمع الجوامع	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
27	كنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

كتب شروح الحديث

1	شرح السنة	امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ

2	عمدة القاری	امام بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی ،متوفی ۸۵۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
3	فیض القدیر	علامہ محمد عبدالرءُوف مناوی ،متوفی ۱۰۳۱ھ	دارالکتب العلمیہ ، بیروت ۱۴۲۲ھ
4	مراۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی ،متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبہ اسلامیہ، لاہور

کتب العقائد

1	شرح عقائد نسفیه	علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی ،متوفی ۷۹۳ھ	باب المدینہ، کراچی
2	شرح فقه اکبر	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی ،متوفی ۱۰۱۴ھ	باب المدینہ، کراچی

کتب الفقه

1	بدائع الصنائع	ملک العلماء علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی ،متوفی ۵۸۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	هدایه	برہان الدین علی بن ابی بکر مَرغینانی ،متوفی ۵۹۳ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت
3	فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام ،متوفی ۶۸۱ھ	کوئٹہ
4	در مختار	علاء الدین محمد بن علی حصکفی ،متوفی ۱۰۸۸ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
5	عالمگیری	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام ،متوفی ۱۱۶۱ھ و جماعۃ من علماء الہند	دارالفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
6	فتاوی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان ،متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
7	بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی ،متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
8	فتاویٰ نوریہ	ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی ،متوفی ۱۴۰۳ھ	دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور اوکاڑہ ۱۴۲۳ھ

کتب التصوف

1	قوت القلوب	ابو طالب محمد بن علی مکی ،متوفی ۳۸۶ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا، ہند ۱۴۲۳ھ
2	احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی ،متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء
3	مکاشفة القلوب	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی ،متوفی ۵۰۵ھ	دارالکتب العلمیہ ، بیروت
4	کیمیاء سعادت	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی ،متوفی ۵۰۵ھ	انتشارات گنجینہ، تہران
5	منهاج العابدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی ،متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسۃ السیروان، بیروت ۱۴۱۶ھ
6	التذکرة	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی ،متوفی ۶۷۱ھ	درالسلام، قاہرہ ۱۴۲۹ھ

7	تنبیہ المغترین	عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
8	الزواجر عن اقتراف الکبائر	احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی ہیتمی، متوفی ۹۷۴ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

كتب السيرة

1	دلائل النبوۃ للبیہقی	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ
2	الشفا	قاضی ابوالفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
3	وفاء الوفاء	نورالدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ	داراحیاء التراث، بیروت
4	شرح الشفا	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
5	سیرت حلبیہ	ابوالفرج نورالدین علی بن ابراہیم حلبی شافعی، متوفی ۱۰۴۴ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
6	مدارج النبوۃ	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند

كتب التاريخ

1	فتوح الشام	ابوعبد اللہ محمد بن عمر اسلمی واقدی، متوفی ۲۰۷ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
2	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
3	ابن عساکر	ابوقاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
4	الکامل فی التاریخ	ابوالحسن علی بن ابوالکرم محمد بن محمد شیبانی جزری، متوفی ۶۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
5	البدایۃ والنہایۃ	ابوفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۴ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
6	تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ، کراچی

الكتب المتفرقة

1	الطبقات الکبری	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی بصری معروف بہ ابن سعد، متوفی ۲۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
2	عیون الحکایات	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
3	اسد الغابۃ	ابوالحسن علی بن محمد جزری، متوفی ۶۳۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۷ھ
4	روض الریاحین	عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی مالکی، متوفی ۷۶۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
5	ملفوظات	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

ضمنی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرآنِ مجید سمجھ کر پڑھنے والوں کی مثال

قرآن فہمی بہت بڑی عبادت وسعادت ہے، لہٰذا تلاوتِ قرآن کے ساتھ مستند تفاسیر کے ذریعے معانیِ قرآن بھی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت اِیاس بن معاویہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: جولوگ قرآنِ مجید پڑھتے ہیں اور وہ اس کی تفسیر نہیں جانتے ان کی مثال اُن لوگوں کی طرح ہے جن کے پاس رات کے وقت ان کے بادشاہ کا خط آیا اوران کے پاس چراغ نہیں جس کی روشنی میں وہ اس خط کو پڑھ سکیں تو ان کے دل ڈر گئے اور انہیں معلوم نہیں کہ اس خط میں کیا لکھا ہے؟ اور وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے اوراس کی تفسیر جانتا ہے اس کی مثال اس قوم کی طرح ہے جن کے پاس قاصد چراغ لے کر آیا تو انہوں نے چراغ کی روشنی سے خط میں لکھا ہوا پڑھ لیا اور انہیں معلوم ہوگیا کہ خط میں کیا لکھا ہے۔

(تفسیر قرطبی، باب ما جاء فی فضل تفسیر القرآن واھلہ، ۱/۴۱، الجزء الاول، ملخصاً)

ISBN 978-969-631-135-5
0101658

MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +923 111 25 26 92 Ext: 1284
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net